اصطلاحاتِ حدیث
مؤلف
دکتور محمود الطحان
مترجم
محمد سعد صدیقی
شعبۂ تحقیق قائدِاعظم لائبریری
باغ جناح لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا

اصطلاحاتِ حدیث

اصول و مصطلح حدیث پر استاذ دکتور محمود الطحان کی

ایک جامع کتاب

تیسیر مصطلح الحدیث

کا اردو قالب

مترجم

محمد سعد صدیقی

ریسرچ آفیسر

شعبۂ تحقیق قائدِ اعظم لائبریری

باغ جناح لاہور

نام کتاب : اصطلاحاتِ حدیث اُردو ترجمہ تیسیر مصطلح الحدیث

مؤلف : ڈاکٹر محمود الطحان

مترجم : محمد سعد صدیقی۔

ناشر : شعبۂ تحقیق قائد اعظم لائبریری، باغ جناح۔ لاہور

طبع اوّل : ۱۹۸۹ء

تعداد : ۱۱۰۰

طابع : شیخ محمد احسن

مطبع : تعمیر پرنٹنگ پریس ۱۹۔ فیروز پور روڈ۔ لاہور

قیمت : اسّی روپے (۸۰/-)

مشمولات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اوّل

دین اسلام حق و صداقت کی ابدی اور لازوال اقدارِ حیات کا نام ہے۔ جن کا منبع اور سرچشمہ قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآنِ مجید کی الہامی نوعیت کی مثل تو اس سے قبل صحف سماوی موجود تھے۔ مگر علم حدیث کی نظیر کسی علمی روایت کو قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ وہ ذخیرہ علمی ہے۔ جس کی اہمیت و حقانیت پر قرآن مجید میں متعدد مقامات پہ واضح اشارات و توضیحات موجود ہیں۔ اسی اعتبار سے ادلہ شرعیہ میں قرآن مجید کے بعد احادیث کا رفیع القدر اور جلیل الشان مقام آتا ہے۔ قرآن و حدیث علوم ساز اور فنون انگیز موضوعات ہیں۔ علوم الحدیث پر مشتمل بالذات کتب کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے صرف اصُول حدیث سے متعلقہ علوم کی انواع واقسام دو سو سے زائد ہیں۔ اسماء الرجال اور روایت و درایت کے سلسلے میں محدثین عظام نے جو وقیع خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ تاریخ تدوینِ حدیث کا ایک سب سے اہم، معتبر اور قابلِ اعتنا پہلو ہے۔ علومِ حدیث کی ان معجز نمائیوں اور اعلیٰ تحقیقی معیار کا اعتراف مستشرقین نے بھی اپنے تمام تر علمی تعصبات کے باوجود کیا ہے۔

علوم الحدیث کا ایک اہم پہلو اور ضمنی موضوع مصطلحات حدیث ہیں۔ یہ اصطلاحاتِ حدیث بذاتِ خود اس امر کی دلیل ہیں کہ خبر اور راویوں پر جرح و تعدیل کے ضمن میں تنقید و تحقیق کا کتنا بڑا معیار محدثین کے پیشِ نظر رہا ہے۔ اس اعتبار سے اگر تاریخ کا علمِ حدیث سے موازنہ کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ تاریخی وقائع جن منابع سے تشکیل پاتے ہیں، وہ تدوینِ حدیث کے مآخذ کے مقابلے میں بہت کم تر نوعیت کے ہیں۔ اصطلاحات حدیث پر گزشتہ ایک ہزار سال میں سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ جن میں سے بہت سی کتابیں ابھی تک غیر مطبوع مخطوطات کی صورت میں دنیا کے مختلف کتب خانوں کی زینت ہیں۔ اصطلاحاتِ حدیث پر شائع ہونے والی کتب میں ایک جدید اضافہ پروفیسر ڈاکٹر محمود الطحان کی کتاب تیسیر مصطلح الحدیث ہے۔ اس کتاب کے

فاضل مصنف مدت العمر سعودی درسگاہوں میں علم حدیث کے استاد رہے ہیں ۔ انہوں نے اس تصنیف میں اساسی تعریفات کے بعد خبر کی فنی نوعیت اور روایت کی مباحث میں جرح و تعدیل کے سلسلہ میں در پیش اصطلاحات کی علمی تسہیل کر دی ہے ۔ یوں یہ تصنیف تفہیم علم حدیث کا ایک معتبر ذریعہ بن گئی ہے ۔ جسے قائد اعظم لائبریری کے شعبہ تحقیق کے فاضل رکن محمد سعد صدیقی صاحب نے اُردو زبان کا جامہ پہنایا ہے ۔ جس سے علم حدیث پر اس اہم کتاب کی نفع رسانی میں اردو خواں طبقہ بھی شامل ہو جائے گا ۔

اردو زبان میں مختلف علوم و فنون کی علمی اصطلاحات کی بہت سی کتابوں کے تراجم ہو چکے ہیں ۔ جن میں پیش نظر ترجمہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس میں سادہ اور بامحاورہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے ۔ کتاب کے عربی متن میں جن مراجع اور مصادر سے استفادے کا اظہار کیا گیا ہے ، فاضل مترجم نے ان سے تقابل کر کے ان کی توثیق کر دی ہے اصطلاحات کے ضمن میں جن کتب کا ذکر کیا گیا ہے ، ان میں سے چند کتابوں کا مختصر تعارف بھی حاشیے میں دیا گیا ہے علمی استناد کے لئے اس کے متن میں حوالہ کے بطور آنے والی احادیث کی تخریج کر کے ان کے کتابیاتی کوائف بھی حاشیے میں درج کر دیئے گئے ہیں ۔ اس اہتمام سے یہ ترجمہ ایک تحقیقی کاوش بھی بن گیا ہے ۔

مجھے یقین ہے کہ اس علمی ترجمے کی اشاعت سے قارئین میں علم حدیث کا ذوق پیدا ہو گا ۔ یہ ترجمہ علم حدیث کے اساتذہ ، طلبہ اور عام قارئین کے لئے نفع بخش ہو گا ۔ قائد اعظم لائبریری کی جانب سے شائع ہونے والی اس علمی کتاب کے ترجمے پر میں فاضل مترجم کی محنت کی داد دیتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو شرف قبولیت بخشے اور عامۃ المسلمین کے لئے ایمانی افزائش کا سبب اور فاضل مترجم کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے ۔ آمین ۔

مَیں ان حضرات کا بے حد ممنون ہوں ۔ جنہوں نے اس کی تالیف میں فاضل مترجم کے ساتھ علمی و فکری تعاون کیا ۔ مَیں ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کا بھی ممنون ہوں ۔ جنہوں نے اس کے ترجمہ پر اپنی رائے کا اظہار فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے علم حدیث کی اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے ، آمین ۔

انعام الحق

ائر کموڈور (ریٹائرڈ)

سیکرٹری بورڈ آف گورنرز

قائد اعظم لائبریری ، لاہور

۱۱ ر فروری ۱۹۸۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

تقریظ

حدیثِ نبویؐ دین اسلام کے بنیادی مآخذ میں قرآن کریم کے بعد دُوسرا اہم ترین مآخذ ہے۔ ارشادات نبویؐ کی خدمت ہمارے اسلاف کے ایمان و عقیدے کی بھی بنیاد رہی ہے اور علم و معرفت کے ایک میدان کی حیثیت سے بھی حدیث نبویؐ کی جمع و تدوین کے سلسلہ میں عظیم الشان اور قابلِ فخر کام انجام پایا ہے۔

حدیث نبویؐ کی جمع و تدوین سے علوم حدیث کے لیئے نئی نئی راہیں پیدا ہوتی رہی ہیں اور حدیثِ نبویؐ کے حوالہ سے ہمارے پاس مختلف موضوعات سے متعلق معارف کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ جس کی مثال کسی اور دین کے پیروکاروں کے ہاں دستیاب نہیں۔ حدیث نبویؐ سے پیدا ہونے والے علوم میں سے اہم ترین علم اصولِ روایت و درایت کا علم ہے۔ قرآنِ کریم نے اہلِ ایمان کو ہر خبر اور ہر واقعہ کے بارہ میں (بفحوائے ارشاد الٰہی :-

"یاایھا الذین آمنوا إن جاءکم فاسق بنباء فتبینوا أن تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین") چھان بین کا حکم دیا ہے۔ قرآنِ کریم کی اس تاکید نے ہمارے اسلاف کو حدیثِ نبویؐ کی جمع و تدوین کے سلسلہ میں ایسے اصول اور قواعد تیار کرنے پر آمادہ کیا جو آگے چل کر ایک وسیع ذخیرہ معارف کی شکل اختیار کر گئے۔ ملتِ اسلامیہ کی عقیدت و حب رسولؐ کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے اسلاف سے مہیا ہونے والی معلومات و روایات کو بھی بلا چون و چراں قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے بلکہ اس میں احتیاط اور ادب کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے عقل اور فراست کو کام میں لانے متنِ حدیث

اور احوال روایت پر کڑی نظر رکھنے کو اپنا معمول بنایا۔

اصول روایت و درایت معارف کا جو ذخیرہ ۱۴ صدیوں میں وجود میں آیا ہے۔ اس کے احاطہ یا تفاصیل کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت لیکن ہر دور کے علماء امت کی طرح آج بھی اسلامی دنیا کے مختلف علمی مراکز میں ایسے جانثارانِ رسول موجود ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خدمتِ حدیث کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ اور مجموعاتِ حدیث کی تحقیق و تدقیق اور توضیح و تشریح کے ساتھ ساتھ اصولِ روایت و درایت پر بھی نئے سے نئے زاویہ نظر سے علمی کارنامے انجام دینے میں مصروف ہیں۔ جناب پروفیسر محمود طحان جو سعودی عرب کی متعدد یونیورسٹیوں میں حدیثِ نبوی کے استاد کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کا شرف رکھتے ہیں، نے تیسیر مصطلح الحدیث کے نام سے ایک نہایت ہی مختصر جامع اور آسان کتاب تصنیف کی ہے۔ جو اپنے اسلوب اور وضاحت کے لحاظ سے طالبان علومِ حدیث کے لئے ایک بہت مفید وسیلہ علم ہے۔ ضرورت تھی کہ یہ مفید کتاب عربی کے علاوہ دیگر اسلامی زبانوں میں بھی ترجمہ ہو کر نفع عام کا وسیلہ بنے۔ اردو زبان جاننے والوں کی یہ ضرورت عزیز محترم محمد سعد صدیقی صاحب نے پوری کر دی ہے۔ میں نے صدیقی صاحب کے اردو ترجمہ کو سرسری نظر سے دیکھا ہے اور مجھے یقین ہے کہ جس خوبصورت اور عام فہم انداز میں انہوں نے مصنف کی اصل کاوش کو اردو میں پیش کیا ہے، وہ علم حدیث کی ایک اچھی خدمت کے ساتھ ساتھ اس علم سے دلچسپی رکھنے والے اردو دان حضرات کے لئے ایک نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہ ہوگی۔ ترجمہ میں ایسا اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ اس پر اصل تصنیف کا گمان ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اصل کتاب کے حوالوں کی براہ راست مراجعت کر کے توثیق کی گئی ہے۔ مزید یہ کہ اصطلاحات کے بیان و تعارف کے ضمن میں فاضل مؤلف نے جن کتب کا تذکرہ کیا ہے ان کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ جس سے کتاب کی افادیت میں چنداں اضافہ ہوا ہے اور ترجمہ کو بھی محض ترجمہ کی بجائے ایک تحقیقی ترجمہ کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ ترجمہ عامۃ المسلمین کے لئے منفعت اور فائدے کا وسیلہ بنے اور مترجم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

13.2.89

۱۰ فروری ۱۹۸۸ء

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
صدر شعبہ عربی جامعہ پنجاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ از مترجم

اس کائناتِ عالم میں انسان کا وجود جب سے پایا جاتا ہے، علوم بھی اس کی لازمی ضرورت و حاجت بن کر ہمیشہ اس کے پہلو بہ پہلو رہے ہیں۔ لیکن جس طرح انسان اپنے ابتدائی ادوار میں ترتیب و تدین اور زیب و زینت سے عاری و بے بہرہ تھا، علوم بھی تنوع و ترتیب اور تالیف و تدوین سے بے نیاز تھے۔ علم اور انسان کا چولی دامن کا ساتھ اس وجہ سے تھا کہ یہی علمی تفوق ملائکہ پر اس کی ترجیح کا سبب بنا باوجودیکہ ملائکہ اللہ کی زیادہ تسبیح و تحمید کرتے تھے۔ ان علوم کو ابتداءً دو شاخوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

الف۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے قوتِ عقلیہ سے نوازا، غور و فکر، تدبر و تفہیم اور جستجو و تحقیق کا مادہ اس کو ودیعت کیا اور اس کی تخلیق سے قبل کائناتِ عالم کی متعدد مخلوقات تخلیق فرما دیں۔ انسان اپنی فطری و تخلیقی خاصیت یعنی علم اور فکر و تدبر کی بنا پر کائناتِ عالم، اس کے حوادث و تغیرات پر غور و فکر کرنے لگا اور اس غور و فکر کے ثمرہ میں نئی سے نئی راہیں اس کے سامنے کھلیں اور متنوع ابواب علم وا ہوئے۔ یہ تمام علوم، علوم عقلیہ کہلائے۔

ب۔ انسان دنیا کی پہلی مخلوق تھی جو اوامر خداوندی کی نہ صرف مکلف تھی بلکہ اس کی نافرمانی اور بغاوت کی بھی قوت و صلاحیت رکھتی تھی، انسان سے قبل تخلیق کی جانے والی تمام مخلوقات اللہ کی ہر امر کی پابند تھیں، جس پر اللہ نے ان کو پیدا کیا، اس سے سرمو انحراف پر قادر نہ تھیں۔ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلٰوتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ[1] (ہر ایک مخلوق اپنے طریقہ عبادت و تسبیح سے واقف ہے) اس کے برعکس انسان کی تخلیق کا بنیادی و اساسی مقصد تو یہ بیان کیا گیا کہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون[2] (ہم نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لئے تخلیق کیا کہ وہ میری (اللہ کی) عبادت کریں)، گویا انسانی زندگی

---

(۱) ۲۴: النور: ۴۱۔ (۲) ۵۱: الذاریات: ۵۶۔

کا یہ وظیفہ ٹھیرا کہ اسے اپنی زندگی میں صرف اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت سرانجام دینی ہے اور اسی کے احکام و اوامر کی پابندی کرنی ہے۔

لیکن گذشتہ مخلوقات کی طرح انسان کو اس صلاحیت سے محروم نہیں رکھا گیا کہ وہ اپنے اس فطری وظیفہ سے سرمو انحراف نہ کر سکے۔ بلکہ یہ فرمادیا گیا، فالھمھا فجورھا وتقوٰھا۔ (۳) (اس نفس کو ہم نے نافرمانی اور فرمانبرداری دونوں کا الہام کیا) گویا نفس انسانی کو احکام و اوامر الٰہی کا پابند بنانے کے بعد اس کو معصیت و نافرمانی کی صلاحیت و قوت بھی دے دی اب یہ ایک امر لازم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے علوم کے نزول کا ایسا سلسلہ شروع ہو کہ جس سے انسان اپنے آپ کو فسق و فجور کے راستہ سے محفوظ کرکے تقویٰ و طہارت کے راستہ پر چلا سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے جن علوم کے ایجاد کی ضرورت تھی، عقل انسانی اس سے قاصر و عاجز تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام و اوامر کی تعلیم کے لئے نبوت و وحی کا سلسلہ شروع کیا۔

حضرت آدمؑ سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ حضرت نوحؑ پہ ایک مرحلہ، حضرت ابراہیمؑ پہ دوسرا مرحلہ، حضرت عیسیٰؑ کی بعثت پر تیسرے مرحلہ کو مکمل کرتا ہوا نبی کریمؐ پر اپنی انتہا و معراج کو پہنچا، یہ علوم علوم نقلیہ تھے۔ انبیاء سابقین علیہم السلام کی بعثت، نبوت و رسالت ایک موقت زمانہ، ایک مخصوص قوم اور ایک محدود علاقہ کے لئے تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان علوم میں وہ تنوع نہ پیدا ہوسکا جیسا کہ علوم اسلامیہ میں ہوا۔ نبی کریمؐ کی بعثت، قرآن کریم کا نزول ایک ایسا واقعہ تھا کہ اس نے تمام سابق شریعتیں، قوانین اور کتب و صحف منسوخ کردیئے۔ حتیٰ کہ نبی کریمؐ نے ایک مرتبہ جب فاروق اعظمؓ کے ہاتھ میں توراۃ کے چند اوراق دیکھے تو ناراض ہوئے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ غیظ و غضب کے آثار، آپؐ کے چہرۂ مبارک سے عیاں تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔

"واللہ لو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی"

(خدا کی قسم اگر موسیٰؑ (خود بھی) زندہ ہوتے تو ان کے لئے کوئی دوسرا راستہ نہ تھا، سوائے اس کے کہ وہ میری پیروی کرتے)

نبی کریمؐ پر نازل ہونے والی کتاب، آپؐ کی شریعت مطہرہ اور آپؐ کے علوم نہ صرف سابق

---

(۳) ۹۱ : الشمس : ۸ .

تمام کتب وشرائع کو منسوخ کرنے والے تھے۔ بلکہ بحیثیت خاتم النبیین آپؐ آئندہ کے لئے بھی کسی نئی شریعت، کسی جدید سلسلہ وحی کے لئے ناسخ اور کسی مدعیٔ نبوت کی تردید کرنے والے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کے زمانہ میں، آپؐ کے وصال کے بعد دورِ صدیقی میں جس کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کے خلاف جہاد وقتال کیا گیا اور یہی چیز اُمّت محمدیہ کے لئے متعین کی گئی۔ نبی کریمؐ کی اس ہمہ گیر و ہمہ زمان نبوت کی بنا پر دو بنیادوں پہ کام کی ضرورت تھی۔

اوّلاً: نبی کریمؐ پر نازل ہونے والے قرآن کریم کو جمع کیا جائے، اسے یاد کیا جائے، اس کی حفاظت کی جائے اور نبی کریمؐ کی جانب سے وارده اس کی تشریحات کی خواہ وہ قول و فعل کی صورت میں ہوں یا تقریر کی شکل میں، حفاظت و تدوین کا فریضہ سرانجام دیا جائے۔

ثانیاً: علومِ قرآنی اور علومِ نبوت میں جو کلیات و قواعد بیان کئے گئے ہیں۔ ان اساسیات پہ فروع کو ان کے ساتھ ملحق کیا جائے اور جدید پیش آنے والے مسائل کو ان اصول و کلیات کی روشنی میں اس طرح حل کیا جائے کہ ان میں سے کسی اصول کی مخالفت ہوتی ہو نہ اس پہ کوئی زد آتی ہو۔ ایسے تمام استنباطات بیک قلم باطل قرار دیئے جائیں گے جو قرآن و سنت کی فراہم کردہ بنیاد و اساس کے خلاف ہوں، اس کے اصولوں کو پامال کرنے والے ہوں یا اُن پر عمل سے قرآنی احکام یا سُنتِ نبویہ کی مخالفت ہوتی ہو۔ چنانچہ اس ضمن میں علوم کی حسبِ ذیل شاخیں سامنے آئیں۔

الف۔ قرآن کریم کے الفاظ و معانی کا بیان اور اس مفاہیم و مصداقات کی صراحت، یہ علم، علمِ تفسیر کہلایا۔

ب۔ قرآنِ کریم کے تلفظ، طریقہ تلاوت اور اس کی قرأت کا نقل، یہ علم، علم القرأة کے نام سے یاد کیا گیا۔

ج۔ نبی کریمؐ کی جانب سے وارده و منقولہ تشریحاتِ قرآنی، آپؐ کے فرامین و معمولات کے نقل میں اسناد کا اہتمام کیا گیا۔ احوال راوی کی معرفت حاصل کی گئی اور اس کی عدالت و ثقاہت کو پرکھا گیا۔ یہ علوم، علوم الحدیث کے نام سے معروف ہوئے۔

د۔ احکامِ قرآنی اور فرامینِ نبویؐ میں بیان کردہ اصول و کلیات کی روشنی میں فروع کا معلوم کرنا۔ یہ علم، علم اصول فقہ اور اس کے نتیجہ میں مستنبط ہونے والے مسائل علم الفقہ کہلاتے۔

پھران علوم کے ادراک کے لئے علم لغت وادب، صرف ونحو، معانی وبلاغت اور منطق وفلسفہ و دیگر علوم آلیہ منصۂ ظہور پر آئے۔

علوم کے اس بحرِ بے کنار میں فنون کی اس لامتناھی دنیا میں اور معلومات کے اس تاحدِ نگاہ عالم میں علمِ حدیث کو جو عظمت واہمیت حاصل ہے۔ وہ عقول انسان کو حیران کر دینے والی ہے۔ یہ علم جتنی وسعت و جامعیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ جس قدر علوم کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ دنیا کا کوئی علم اس کے مقابلہ پر آنے سے قاصر ہے۔ بقول ابن الملقن، صرف اصولِ حدیث سے متعلق علوم کی انواع ۲۰۰ سے زائد ہیں۔ (۵) جیسا کہ اس سے قبل بھی اشارہ کیا جا چکا ہے کہ علمِ حدیث، اقوال، افعال وتقریراتِ رسول ﷺ کا نام ہے۔ صحابہ کرامؓ نے جو نبی کریمؐ کے ان اقوال کے بلاواسطہ واولین مخاطب تھے اور ان افعال کا بچشم مشاہدہ ومعائنہ کرنے والے تھے۔ اپنی اپنی ذہنی صلاحیتوں، اپنی بھرپور کاوشوں اور محنتوں سے ان اقوال وافعال کو صفحۂ ذہن وقرطاس پر محفوظ کرنا شروع کر دیا اور نبی کریمؐ کے وصال کے ساتھ ہی یہ علوم آئندہ نسل میں منتقل کرنے شروع کر دیئے۔ زمانۂ ابتدائی میں جو کہ خیر القرون تھا، پھر مرحلۂ ثانیہ میں جو ثم الذین یلونھم کا مصداق تھا اور تیسرے مرحلہ میں جس کا عنوان بھی ثم الذین یلونھم تھا، صغارِ صحابہ اور کبار تابعین کبارِ صحابہ سے یہ علوم اخذ کرتے تھے اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی جرح وتعدیل کی حاجت وضرورت محسوس نہ کی جاتی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے حادثہ فاجعہ کے بعد بقول سعید بن زیدؓ امت میں ایک ایسا شگاف پڑ گیا جو قیامت تک پُر نہ ہو گا (۶) افرادِ امت رفض وخروج سے متاثر ہو کر دو انتہاؤں پر پہنچ گئے اور یہی وضع حدیث کا نقطۂ آغاز تھا۔ اس فتنہ کا بانی مہلب بن ابی صفرۃ تھا۔ چنانچہ اس فتنہ کے سر اٹھاتے ہی، علماءِ امت، رجال الحدیث اور شیوخ اس جانب متوجہ ہوئے کہ صحیح اور غیر صحیح میں خطِ امتیاز قائم کیا جائے۔ احوالِ روایت ورواۃ پر شدید تحقیق کی جائے اور اس تحقیق کے بعد روایت کے مقام کو واضح کیا جائے۔ چنانچہ اس ضمن میں تحقیق کے تین نتائج سامنے آئے۔

(۱) قبولِ روایت: وہ روایات جو جرح وتعدیل کے معیارات پر پوری اتریں، انہیں قبول کر لیا گیا۔

---

(۵) سیوطی، جلال الدین، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی۔ بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۹۷۹ء ج ۱: ص ۵

(۶) ابن سعد، ابو عبداللہ محمد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، دار صادر، ۱۹۵۷ء، ج ۳، ص ۳۷۲۔

(۲) تردید روایت : وہ روایات جن میں شدید سقم پایا گیا، ان کو بالکلیہ رد کر دیا گیا۔

(۳) توقف : بعض ایسی روایات تھیں جو جرح و تعدیل کے اعلیٰ ترین یا ادنیٰ معیارات میں سے کسی معیار کی نہ تھیں بلکہ ان کے درمیان تھیں، ان کے متعلق توقف سے کام لیا گیا۔

احادیث کی جمع و تدوین کا سلسلہ تو نبی کریمؐ کے زمانہ ہی سے شروع ہو چکا تھا، اور نبی کریمؐ کے وصال کے بعد یہ علم آئندہ نسلوں کو منتقل کرنے کے انتظامات بھی کئے جا رہے تھے، لیکن جرح و تعدیل کے معیارات اور صحیح و سقیم کے امتیازات دوسری صدی ہجری میں قائم ہونا شروع ہوئے اور اس سلسلہ میں شعبہ، امام مالک، معمر، ہشام وستوائی ہراول دستہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن کی قیادت میں ابن المبارک ھشیم، ابن عیینہ، پھر یحییٰ بن سعید اور ان کے تلامذہ علی بن المدینی اور یحییٰ بن معین نے علوم حدیث کے سلسلہ میں حظ وافر ادا کیا۔ تیسری صدی ہجری کے علماء میں احمد بن حنبل اور آپ کے طبقہ کے دیگر محدثین کے علاوہ آپ کے تلامذہ، امام بخاری، امام مسلم، ابوزرعہ رازی نے علوم حدیث کو ترقی دی جسے ان حضرات کے تلامذہ ارشد ترمذی اور نسائی نے آگے بڑھایا۔ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں قائم کردہ ان بنیادوں پر ایک عظیم الشان عمارت تیسری صدی ہجری کے اواخر اور اوائل چوتھی صدی ہجری میں قائم کی گئی۔

متون احادیث کو تحریری شکل میں جمع کرنے اور سند و متن حدیث پر مشتمل کتب کی تالیف کے سلسلہ کا آغاز زمانہ ابتدائی میں ہو چکا تھا، لیکن اصول و کلیات حدیث پر تصنیف و تالیف کا سلسلہ چوتھی صدی ہجری میں قائم ہوا۔ ابن حجر کے مطابق اصول و مصطلحات حدیث پر سب سے پہلی تصنیف قاضی ابومحمد الحسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد رامهرزی م ۳۶۰ھ / ۹۷۰ء کی ہے جو المحدث الفاصل بین الراوی والواعی کے نام سے معروف ہے۔ اصول و مصطلحات حدیث پر تصنیف و تالیف کی یہ اولین کوشش تھی۔ لیکن بقول ابن حجر اپنے موضوع پر حاوی نہ تھی۔ قاضی ابومحمد کے بعد اس سلسلہ میں امام حاکم ابوعبد محمد بن عبداللہ نیشاپوری م ۴۰۵ھ / ۱۰۱۴ء نے قلم اٹھایا اور معرفت علوم حدیث کے نام سے علوم و اصول حدیث پر ایک کتاب تالیف کی یہ کتاب اگرچہ اپنے موضوع کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے لیکن ترتیب و تدوین سے خالی ہے۔ حاکم کی اس کتاب کے بعد خطیب بغدادی م ۴۶۳ھ / ۱۰۷۰ء نے علوم و مصطلحات حدیث کے میدان میں قدم رکھا۔ بغدادی نے قوانین روایت پر ایک جامع تصنیف

کتاب الکفایہ فی علم الروایۃ، اور آداب روایت پر الجامع لآداب الشیخ والسامع کے علاوہ جزئیات پر بے شمار کتابیں تالیف کیں۔ جن کا ذکر اصطلاحات کی تالیفات کے ضمن میں آئے گا۔ اصول حدیث پر بغدادی کی کتب کا یہ عالم ہے کہ ابو بکر بن نقطہ فرماتے ہیں کہ بغدادی کے بعد کے تمام محدثین اس کی کتب کے اہل وعیال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (۷)

علوم ومصطلحاتِ حدیث پر تالیفات کتب کا یہ سفر پانچویں صدی ہجری میں داخل ہوتا ہے۔ اس صدی میں سب سے پہلی کتاب قاضی عیاض بن موسیٰ الحیصبی م ۵۴۴ھ/۱۱۴۹ء کی تالیف "الالماع فی ضبط الروایۃ وتقیید الاسماع" کے نام سے سامنے آئی۔ اس صدی کی دوسری امتیازی تصنیف ابوحفص عمر بن عبد المجید المیانجی م ۵۸۰ھ/۱۱۸۴ء کی ہے۔ جو "مالایسع المحدث جھلہ" کے نام سے انہوں نے تالیف کی۔

ساتویں صدی ہجری سے علومِ حدیث کی تدوین وتالیف کے سلسلہ میں جو دور شروع ہوتا ہے۔ وہ دورِ تکمیل واتمام کہلاتا ہے۔ اس دور میں جو ساتویں سے دسویں صدی پر مشتمل ہے، علوم ومصطلحاتِ حدیث تصنیف وتالیف کے اعتبار سے اپنے عروج وکمال کو پہنچا۔ (۸) اس دور کی اوّلین کتاب ابن اثیر، مبارک بن محمد م ۶۰۶ھ/۱۲۰۹ء کی جامع الاصول لأحادیث الرسولؐ ہے۔ جبکہ اس فن کی اہم اور بنیادی کتاب ابوعمرو عثمان بن عبد الرحمٰن الشہروزی م ۶۴۳ھ/۱۲۴۵ء کی علوم الحدیث ہے۔ جو مقدمہ ابن صلاح کے نام سے دنیائے علم میں پہچانی جاتی ہے۔ خطیب کی الکفایہ کے بعد یہ دوسری بڑی کتاب تھی جو بعد میں متعدد کتب کی تالیف کا سبب بنی۔ علاوہ ازیں ابو العباس شہاب الدین احمد بن خرج الاشبیلی م ۶۹۹ھ/۱۲۹۹ء کا العقیدۃ الغرامیہ آٹھویں صدی ہجری کی ابتداء میں وفات پانے والے محدث تقی الدین محمد بن علی بن دقیق العید م ۷۰۲ھ/۱۳۰۲ء کی الاقتراح کے نام سے سامنے آئی۔ نویں اور دسویں صدی اس سلسلہ میں زیادہ امتیازی شان رکھتی ہے۔ چنانچہ نویں صدی ہجری میں جو قابلِ قدر خدمات سرانجام دی گئیں۔ ان میں زین العراقی عبد الرحیم الحسین م ۸۰۶ھ/۱۴۰۳ء کی نظم الدار فی علم الاثر، شرف الدین حسن بن محمد الطیبی م ۸۰۶ھ/۱۴۰۳ء کی الخلاصہ فی اصول الحدیث، ابو الخیر محمد

---

(۷) ابن حجر، احمد بن علی، نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، قاھرۃ، مکتبہ تجاریہ، ۱۳۶۸ھ ص ۳۰۲

(۸) عتر، نور الدین الدکتور، منہج النقد فی علوم الحدیث، دمشق، دار الفکر، ۱۹۸۱ء، ص ۶۵، ۶۶۔

بن محمد الجزری م ۸۳۳ھ / ۱۴۲۹ء کی مقدمہ فی علم الحدیث اور تذکرۃ العلماء فی اصول الحدیث، محمد بن ابراہیم المعروف بابن الوزیر م ۸۴۰ھ / ۱۴۳۶ء کی تنقیح الانظار، ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ / ۱۴۴۸ء کی شرح نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر اور سراج الدین ابن الملقن م ۸۹۳ھ / ۱۴۸۷ء کی التذکرہ قابل ذکر ہیں۔ دسویں صدی ہجری میں علوم حدیث کی خدمات کا سہرا یوسف بن حسن بن عبدالہادی م ۹۰۹ھ / ۱۵۰۳ء مولف مختصر فی علم الحدیث بنام بلغۃ الحثیث فی علوم الحدیث، جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء مؤلف الروض المکلل والورد المعلل، اور عبداللہ الشنشوری شافعی الفرضی م ۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء مؤلف کتاب المختصر فی مصطلح اہل الاثر کے سر ہے۔ گیارھویں صدی ہجری میں عمر بن محمد بن فتوح البیقونی م ۱۰۸۰ھ / ۱۶۶۹ء نے مصطلح الحدیث پر ایک رسالہ منظوم کیا جس کا نام تعرف بالبیقونیہ فی علم المصطلح رکھا۔ (۹)

علوم، اصول اور اصطلاحات حدیث پر یہ وہ چند بنیادی واساسی تالیفات ہیں۔ جو دورِ حاضر تک اس فن وعلم میں لکھی جانے والی کتب کی بنیاد واساس بنتی ہیں۔

دور حاضر کی کتب میں اصطلاحات حدیث کے سلسلہ میں جو کتب اس وقت امتیازی شان رکھتی ہیں۔ ان میں جمال الدین قاسمی م ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء کی قواعد الحدیث، محمد محمد السماحی استاذ کلیہ اصول الدین جامعہ ازہر کی کتاب المنہج الحدیث فی علوم الحدیث، ڈاکٹر نور الدین عتر استاد کلیہ الشریعہ جامعہ دمشق کی کتاب المنہج النقد فی علوم الحدیث، (۱۰)

اور زیر تحویل کتاب تیسیر مصطلح الحدیث۔

اصول واصطلاحاتِ حدیث پر مذکورہ تمام کتب عربی میں ہیں۔ اردو میں اس کے متعلق ذخیرہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس سلسلہ میں اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جا رہا تھا۔ چنانچہ اس ضرورت کے تحت ڈاکٹر طحان کی کتاب کا انتخاب کیا گیا۔ جو مختصر ہونے کے ساتھ جامع بھی ہے اور آسان اسلوب

---

(۹) تفصیلات کے لئے دیکھئے۔ الف۔ سیوطی، جلال الدین بن عبدالرحمٰن، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی بیروت، دار احیاء السنۃ النبویہ ۱۹۷۹ء، ج ۱: ص ۵ تا ۱۰۔ (ب) حاکم، ابو عبد محمد بن عبداللہ، معرفۃ علوم الحدیث، بیروت دار الآفاق، ۱۹۸۰ء۔ ترتیب وتدوین معظم حسین، سید۔ مقدمہ المصحح۔ (ج) خطیب محمد عجاج، السنۃ قبل التدوین بیروت دار الفکر ۱۹۸۱ء، ص ۲۶۹۔

اور پیرایہ میں مثالوں کے ساتھ بات کو واضح کیا گیا ہے۔ جو حدیث کی بنیادی اور اساسی اصطلاحات کی تفہیم میں مدد گار ثابت ہوگا۔

اس ترجمہ میں جن امور کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

الف : ترجمہ تحت اللفظ کرنے کے بجائے محاوراتی انداز و اسلوب میں کیا گیا ہے۔ جس سے مفہوم واضح اور ذہن نشین ہو جاتے۔

ب : کتاب میں اصطلاحات کی تفصیلات کے ضمن میں جن کتب کا ذکر ہے۔ ان میں سے جس قدر بھی دستیاب ہو سکیں، حاشیہ میں ان کا مختصر تعارف بھی دے دیا گیا ہے۔

ج : فاضل مؤلف نے جن کتب سے مراجعت کی ہے اور حوالہ جات نقل کئے ہیں۔ ان کی براہِ راست مراجعت کر کے حوالہ دے دیا گیا ہے۔

د : فاضل مؤلف نے از روئے مثال جو احادیث دی ہیں، ان کی تخریج کر دی گئی ہے۔ اور حواشی میں ان کا مکمل حوالہ دے دیا گیا ہے۔

ر : الفاظِ حدیث کے نقل کرنے میں فاضل مؤلف سے بعض مقامات پر کچھ تسامح ہوا ہے، اسے حواشی میں واضح کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں علوم نبویہ سے فیض یاب ہونے، ان پر عمل پیرا ہونے اور ان تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیوں کو گذارنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔

ربنا فاغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین،

محمد سعد صدیقی

۲۴ر دسمبر ۱۹۸۷ء

الباب الاوّل

خبر

تعریفاتِ اساسی

۱۔ علم اصطلاح :

علم الاصطلاح وہ علم ہے۔ جس کے اصول و قواعد کے ذریعہ کسی حدیث کی سند یا اس کے متن کی قبول و رد کے اعتبار سے حیثیت متعین ہو۔

۲۔ موضوع :

اس علم کا موضوع سند و متن پر قبولیت یا عدم قبولیت کی حیثیت سے بحث کرنا ہے۔

۳۔ نتیجہ :

اس علم کا ثمرہ و نتیجہ یہ ہے کہ صحیح اور غلط میں حد امتیاز قائم ہو جاتی ہے۔

۴۔ حدیث :

الف : لغوی معنیٰ۔ جدید (نیا) اس کی جمع احادیث خلاف ضابطہ آتی ہے۔

ب : اصطلاحی معنیٰ۔ وہ قول، فعل یا تقریر جو نبی کریمؐ کی جانب منسوب ہو۔

۵۔ خبر :

الف۔ لغوی معنیٰ۔ نبا (خبر) جمع اس کی اخبار ہے۔

ب۔ اصطلاحی معنیٰ۔ اس کے معنیٰ میں تین اقوال ہیں۔

۱۔ حدیث کے مترادف ہے۔ یعنی خبر و حدیث، اصطلاحی معنیٰ کے اعتبار سے ایک ہیں۔

۲۔ مغایر ہے۔ حدیث نبی کریمؐ سے منسوب خبر کو اور خبر آپؐ کے علاوہ کسی سے منسوب کو کہا جائے گا۔

۳۔ حدیث کی نسبت عام ہے۔ یعنی حدیث صرف اخبار نبیؐ کو کہا جائے گا۔ جبکہ خبر عام ہے۔ خواہ نبی کریمؐ سے منسوب ہو یا کسی اور سے۔

۶۔ اثر :

الف۔ لغوی معنیٰ۔ کسی شے کا بقیہ حصہ۔

ب - اصطلاحی معنیٰ - اس میں دو اقوال ہیں ۔

۱ - حدیث کے مترادف ہے - یعنی اصطلاحی معنیٰ کے اعتبار سے حدیث کے ساتھ ملحق ہے ۔

۲ - مغایر ہے یعنی اثر ان اقوال و افعال کو کہا جائیگا - جو صحابہ یا تابعین سے منسوب ہوں ۔

۷ - اسناد :

اسناد کے دو معنیٰ ہیں ،

الف - حدیث کے سلسلہ سند کو قائل تک پہنچانا ۔

ب - رواۃ کا وہ سلسلہ جو متن حدیث تک پہنچانے والا ہو - اور اس معنی کے اعتبار سے اسناد سند کے مترادف ہے ۔

۸ - سند :

الف - لغوی معنی - جس پر اعتماد کیا جائے - اور سلسلہ رواۃ کو اس لئے سند کہا جاتا ہے کہ اس سے حدیث مستند ہوتی ہے اور قبول روایت میں اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے ۔

ب - اصطلاحی معنی - رواۃ کا وہ سلسلہ جو متن حدیث تک پہنچانے والا ہو ۔

۹ - متن :

الف - لغوی معنی - جس کو لٹکایا جائے یا جو زمین سے بلند ہو ۔

ب - اصطلاحی معنی - جس کلام پر سند کی انتہا ہو ۔

۱۰ - مسنَد (نون کے زبر کے ساتھ)

الف - لغوی معنیٰ - اسناد کا اسم مفعول ہے یعنی منسوب کیا ہوا ۔

ب - اصطلاحی معنیٰ - مسند کے اصطلاحی معنیٰ تین ہیں ۔

۱ - ہر وہ کتاب جس میں صحابہ کرامؓ کی روایتیں علیحدہ علیحدہ منقول ہوں ۔

۲ - وہ حدیث مرفوع جس کی سند متصل ہو ۔

۳ - اس کو مصدر میمی بھی شمار کیا گیا ہے اور اس صورت میں یہ سند کے ہم معنیٰ ہوگا ۔

۱۱ - مسنِد (نون کے زیر کے ساتھ)

مسنِد وہ شخص ہے جو سند کے ساتھ حدیث نقل کرے - خواہ اس کو سند کے متعلقات کا علم ہو

= یا وہ محض نقل روایت کر رہا ہو۔

۱۲۔ محدث :

محدث وہ شخص ہے۔ جو روایت و درایت کے اعتبار سے علم حدیث کی خدمت میں مصروف ہو۔ کثیر روایت کا اسے علم ہو اور بہت سے راویوں کے احوال کو جانتا ہو۔

۱۳۔ حافظ :

حافظ کے معنیٰ میں دو قول ہیں۔

الف۔ محدث کا مترادف ہے۔

ب۔ محدث سے اعلیٰ درجہ کا ہے۔ اس حیثیت سے کہ ہر طبقہ میں وہ محدث سے زیادہ علم رکھتا ہو۔

۱۴۔ حاکم :

بعض اہل علم کے نزدیک حاکم وہ شخص ہے کہ جو تمام احادیث کو احاطہ علم میں لے لے اور معدودے چند احادیث، اس کے احاطہ علمی سے باہر ہوں۔

فصلِ اوّل

تقسیم خبر باعتبار سند

خبر

فصل اول : اقسام خبر باعتبار سند۔

فصل دوم : خبر مقبول۔

فصل سوم : خبر مردود۔

فصل چہارم : ایسی خبر جو مقبول و مردود کے درمیان مشترک ہو۔

فصل اول

تقسیم خبر باعتبار سند

. خبر (روایت) جس سند سے ہم تک پہنچ رہی ہے۔ اس سند کے اعتبار سے خبر کو دو انواع میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

الف۔ اگر طرقِ سند (مختلف اسناد) کسی متعینہ عدد کے حصار سے باہر ہوں ایسی خبر کو متواتر۔ اور اگر اس کے طرق کسی عددی شمار کے ساتھ بیان کئے جا سکتے ہوں تو ایسی روایات کو الاحاد (اکیلی) کہا جاتا ہے

خبر کی ان دو بنیادی انواع کی مختلف اقسام ہیں جس کی تفصیلات انشاء اللہ تعالیٰ بیان کی جائیں گی اور ان تفصیلات کی ابتداء متواتر کی بحث سے ہوگی۔

خبر متواتر: لغوی مفہوم۔ لفظ متواتر، تواتر مصدر سے اسم فاعل ہے۔ جس کے معنی مسلسل کے ہیں۔ جیسے مسلسل بارش کے برسنے کو تواتر المطر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اصطلاحی معنیٰ۔ ایسی خبر جس کو اتنی تعداد میں لوگ نقل کریں کہ ان سب کا کسی جھوٹ پر متفق ہونا عادتاً ممکن نہ ہو۔

اصطلاحی مفہوم کی وضاحت: وہ روایت یا حدیث ہے کہ جس کی سند کے تمام طبقات[1] میں رواۃ (نقل کرنے والوں) کی تعداد اس قدر کثیر ہو کہ عقل کے فیصلہ کے مطابق عادتاً یہ بات ناممکن معلوم ہوتی ہو کہ وہ سب اس خبر کو گھڑنے پر متفق ہو جائیں گے۔

شرائط: تعریفِ مذکورہ سے مترشح ہوتا ہے کہ کوئی بھی خبر درج ذیل چار شرائط کو پورا کئے بغیر متواتر کی تعریف میں داخل نہیں ہوسکتی۔

الف۔ اس روایت کو راویوں کی ایک کثیر تعداد نقل کرے، لیکن راویوں کی کم از کم تعداد کتنی ہو۔ اس میں ائمہ محدثین کا اختلاف ہے۔ راجح قول کے مطابق کم از کم دس اشخاص

---

(۱) رواۃ کے تمام طبقات سے مراد صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے طبقات ہیں (مترجم)

ہونے ضروری ہیں۔ (۲)

ب۔ دوسری شرط یہ ہے کہ یہ تعداد کی کثرۃ سند کے تمام طبقات میں پائی جاتی ہو۔

ج۔ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا عادۃً ممکن نہ ہو۔ (۳)

د۔ ان کی روایت کردہ خبر کی بنیاد کوئی امر محسوس ہو۔ وہ کوئی عقلی یا نظریاتی خبر نہ ہو جیسے عالم کا حادث ہونا۔ اگرچہ یہ خبر بھی اس قدر کثیر تعداد میں نقل کی گئی ہے کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق محال ہے (یعنی کسی واقعہ سے متعلق ہو جو راوی نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا، یا کان سے سنا یا نبی کریمؐ کا کوئی قول جو اس نے آپؐ سے سنا ہو، نقل کرے)

حکم: اس کا حکم یہ ہے کہ یہ خبر ایسا یقین جازم پیدا کرتی ہے۔ جیسے انسان نے وہ واقعہ بذات خود دیکھا ہو۔ کہ جسے تسلیم کرنے پر عقل انسانی مجبور ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر خبر متواتر، راویوں کے احوال کی تفصیلات جانے بغیر ہی قابلِ قبول اور واجب العمل ہوتی ہے۔

اقسام: متواتر کو دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

الف۔ متواتر لفظی

ب۔ متواتر معنوی۔

متواتر لفظی۔ جس روایت کے الفاظ و معانی دونوں متواتر ہوں۔

جیسے نبی کریمؐ کا یہ ارشادِ گرامی:

---

(۲) علامہ سیوطی نے جو اقوال نقل کئے ہیں۔ ان کے مطابق، ستر، اور تین سو تیرہ کی کم از کم تعداد بیان کی گئی ہے۔ سیوطی نے اصطخری کے قول کو ترجیح دی ہے۔ جو دس کے قائل ہیں۔ کیونکہ دس کا عدد جمع کثرۃ کا کم سے کم عدد ہے۔ دیکھئے:-

سیوطی، جلال الدین بن عبدالرحمٰن، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، بیروت دار احیاء السنۃ النبویۃ، ۱۹۷۹، ج ۲: ص ۱۷۷۔

(۳) یہ اس وقت ہو سکتا ہے۔ جب کہ تعداد کی کثرت کے ساتھ ساتھ، وہ مثلاً مختلف اقوام، قبائل، مقامات اور ممالک سے بھی تعلق رکھتے ہوں۔

(مؤلف)

"من كذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہٗ من النار" (۴)

(جس نے مجھ سے جان بوجھ کر جھوٹی بات منسوب کی، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے)

اس روایت کو ستر سے زائد صحابہ کرامؓ نے نقل کیا ہے۔

ب۔ متواتر معنوی۔ جس روایت کے معنیٰ متواتر ہوں نہ کہ الفاظ۔

مثلاً، وہ احادیث جن میں نبی کریمؐ سے دعا کے دوران ہاتھ اٹھانا منقول ہے۔ مجموعہ حدیث میں تقریباً سو ایسی احادیث منقول ہیں۔ لیکن وہ سب مختلف واقعات پر مبنی ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کو مستقلاً متواتر نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن ان سب کے درمیان ایک قدر مشترک یعنی دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کی ہے، یہ قدرِ مشترک مجموعی اعتبار سے متواتر ہے۔ (۵)

تعداد: اگر احادیث متواترہ کی ایک کثیر تعداد مجموعہ حدیث میں منقول ہے۔ مثلاً حدیثِ حوض (۶) موزوں پر مسح کی احادیث، نماز میں رفع یدین کی احادیث اور اسی طرح آپؐ کا وہ ارشادِ گرامی، جس میں آپؐ نے فرمایا۔ نضّر اللہ امرء سمع مقالتی ۔۔۔۔ (۷)

لیکن اگر ان کا موازنہ خبرِ احاد سے کیا جائے تو ان کی تعداد بہت کم محسوس ہوگی۔

مشہور تالیفات: احادیث متواترہ کے مجموعہ پر مشتمل، علما نے متعدد کتب تالیف کی ہیں تاکہ کوئی طالبِ حدیث ان سے بآسانی مستفید ہوسکے۔ ان مصنفات میں حسبِ ذیل قابلِ ذکر ہیں۔

(۱) الأزھار المتناثرہ فی اخبار المتواترۃ - علامہ جلال الدین سیوطی۔ (۸)

---

(۴) بخاری۔ محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، کراچی، نور محمد ج ۱: ص ۲۱، کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۵) سیوطی، تدریب، ج ۲: ص ۱۸۔

(۶) حدیث حوض سے مراد وہ روایات ہیں۔ جن میں نبی کریمؐ نے امت کو حوضِ کوثر میں سے مشروب پلانے کی بشارت دی

(۷) ابوداؤد، سنن ابی داؤد ج ۳: ص ۳۲۲۔ باب فضل نشر العلم۔ کتاب العلم۔

(۸) علامہ سیوطی نے الفوائد المتکاثرہ فی الاخبار المتواترہ کے نام سے متواتر روایات ایک مجموعہ مرتب کیا جس میں ان تمام اسناد کا استیعاب کیا گیا جس سے وہ روایت منقول ہے۔ تصنیف کی طوالت کے پیشِ نظر الأزھار المتناثرہ کے نام سے یہ رسالہ مرتب کیا جس میں تمام روایات صرف مشہور اسناد سے تحریر کی گئی ہیں۔ کتاب کو موضوعات کے لحاظ سے ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور کل ۱۱۱ احادیث تخریج کی گئی ہیں۔ مطبع دار التالیف مصر نے اسے مع اضافات شائع کیا ہے۔ (مترجم)

(۲) قطف الأزهار۔ علامہ جلال الدین سیوطی۔ ۹)

یہ کتاب الازہار المتناثرہ کی تلخیص ہے۔

(۳) نظم المتناثر من الحدیث المتواتر۔ محمد بن جعفر الکتانی۔

خبر آحاد

لغوی مفہوم: آحاد احد کی جمع ہے۔ واحد (ایک) کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔ اور خبر واحد اس خبر کو کہتے ہیں۔ جس کو ایک راوی روایت کرے۔

اصطلاحی: جو متواتر کی شرائط پر پوری نہ اترتی ہو۔ (۱۰)
(اگرچہ اسے ایک سے زائد راوی روایت کریں)

حکم: علم نظری یعنی اسے علم کا فائدہ دیتی ہے۔ جو نظر و استدلال پر موقوف ہو۔

سند کے اعتبار سے اس کی اقسام۔

سند کے اعتبار سے اخبار آحاد کو تین قسموں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) مشہور۔

(۲) عزیز۔

(۳) غریب۔

ان میں سے ہر ایک پر مستقل تفصیلی بحث کی جائے گی۔

خبر مشہور

لغوی مفہوم: مشہور شہر کا اسم مفعول اور کسی شے کے لئے اس وقت بولا جاتا ہے۔ جبکہ اس کا ظہور و اعلان ہو چکا ہو۔ اور مشہور کو مشہور اس کے ظہور و اعلان کی بنا پر ہی کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی معنی: جس خبر کو ہر طبقہ میں کم از کم تین راوی روایت کریں۔ لیکن راویوں کی تعداد

۹- یہ کتاب، کتاب مذکور کی تلخیص ہے۔

۱۰- ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، دہلی، مطبع علیمی، ۱۹۴۶ء، ص ۱۵

اتنی زیادہ نہ ہو کہ جو حد تواتر میں داخل ہو جائے۔

مثال: نبی کریمؐ کا قول: "ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعًا ینتزعہٗ ....(۱۱)

۲۔ مستفیض

لغوی مفہوم: استفاض سے اسم فاعل ہے۔ فاض الماء (پانی کا بہنا) سے مشتق اور اس خبر کی شہرت کی بنا پر اسے مستفیض کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی معنیٰ: اس کے اصطلاحی معنیٰ کے بیان میں علماء کے تین مختلف اقوال نقل کئے گئے ہیں۔
(۱) مشہور کے ہم معنیٰ ہے۔
(۲) مشہور کی نسبت خاص ہے۔ کیونکہ مستفیض میں سند کی دونوں جانب کا برابر ہونا ضروری ہے۔ جب کہ مشہور میں یہ شرط نہیں۔
(۳) قول ثانی کا عکس یعنی مشہور کی نسبت عام ہے۔

۳۔ مشہورِ غیر اصطلاحی

غیر اصطلاحی مشہور سے ایسی مشہور روایت مراد ہے جو زبان زدِ عام ہو۔ لیکن مشہور کی شرائط سے خالی ہو۔ تین قسم کی روایات اس ضمن میں داخل ہیں۔

الف۔ ایسی حدیث جو صرف ایک سند سے منقول ہو۔

ب۔ جس کی بہت سی اسناد ہوں۔

ج۔ جس کی کوئی سند موجود نہ ہو۔

مشہور غیر اصطلاحی کی انواع: اس کی بہت سی انواع ہیں۔ جن میں سے چند مشہور حسب

۱۱۔ حدیث کا مکمل متن اس طرح ہے۔

"ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعًا ینتزعہٗ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتیٰ اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤسًا جہالًا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا"۔ (بخاری، الجامع الصحیح، ج ۱: ص ۲۰، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم)

ذیل ہیں۔

ا ۔ ایسی حدیث جو صرف محدثین کے درمیان مشہور ہو۔ جیسے انس بن مالک کی روایت جس کے الفاظ ہیں

"أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قنت شهراً بعد الرکوع یدعو علی رعل و ذکوان" (۱۲)

(نبی کریمؐ نے ایک مہینہ تک رکوع کے بعد قنوتِ نازلہ میں رعل اور ذکوان کیلئے بددعا کی)

ب ۔ جو محدثین، فقہا اور عوام میں مشہور ہو۔ اس کی مثال نبی کریمؐ کا یہ ارشاد،

"المسلم مَن سلِم المسلمون مِن لسانه ویدِه (۱۳)

(مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں)

ج ۔ جو فقہاء میں مشہور ہو جیسے ابغض الحلال إلی الله الطلاق ۔ (۱۴)

(اللہ کے نزدیک حلال کاموں میں سب سے زیادہ قابل نفرت طلاق ہے)

د ۔ جو اصولیین کے درمیان معروف ہو۔ جیسے حدیث "رفع عن أمتی الخطاء والنسیان وما استکرهوا علیه۔(۱۵)

(میری امت سے خطاء (غلطی) اور نسیان (بھول چوک) اٹھالی گئی ہے اور جس پر (بذریعہ اکراہ) انھیں مجبور کردیا گیا ہو)

ھ ۔ جو علماء نحو کے درمیان مشہور ہو۔ جیسے ایک موضوع روایت" نعم العبد صہیب لو لم یخف الله لم یعصه : اس روایت کی کوئی اصل کتب حدیث میں نہیں ملتی۔

۱۲۔ حضرت انسؓ بن مالک کی اس روایت کا متن اس طرح ہے۔

قنت رسُول الله صلّی الله علیه وسلّم شهراً بعد الرکوع فی صلوٰة الصُبح یدعو علیٰ رعل و ذکوان ویقول عصیة عصت الله و رسولَهُ ۔

مسلم، الجامع الصحیح، کراچی، اصح المطابع، ج ۱: ص ۲۳۷ باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوٰة اذا نزلت بالمسلمین نازلة، کتاب المساجد و مواضع الصّلوٰة

۱۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، ج ۱: ص ۶، باب المسلم من سلم المسلمون۔ الخ کتاب الایمان

۱۴۔ حاکم نیشاپوری، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ، المستدرک، حیدرآباد دکن، دائرة المعارف ۱۳۳۴ھ ج ۲: ص ۱۹۶

۱۵۔ آمدی، سیف الدین ابی الحسن علی بن ابی علی بن محمدؒ الاحکام فی اصول الاحکام، بیروت، دارالکتب العلمیہ۔ ج ۳: ص ۱۸

د۔ جو عوام میں شہرت رکھتی ہو۔ جیسے حدیث "العجلة من الشیطان۔ (۱۶)

خبر مشہور کا حکم: خبر مشہور اصطلاحی، یا غیر اصطلاحی کو صحیح یا غیر صحیح، وصف کے ساتھ متعین طور پر متصف نہیں کیا جا سکتا بلکہ بعض اخبار مشہورہ صحیح ہوتی ہیں، بعض حسن بعض ضعیف اور حتیٰ کہ بعض موضوع بھی ہوتی ہیں۔ لیکن اگر مشہور اصطلاحی صحیح ثابت ہو جائے تو اسے خبر عزیز اور خبر غریب پر نمایاں امتیاز حاصل ہوتا ہے۔

اس موضوع پر مشہور تصانیف: یہ تالیفات ان احادیث پر مشتمل ہیں جو زبان زد عام ہیں، نہ کہ ان روایات پر جو مشہور کی اصطلاحی تعریف کا مصداق ہیں:

الف۔ علامہ سخاوی کی کتاب۔ "المقاصد الحسنة فیما اشتهر علی الالسنة"

ب۔ عجلونی کی کتاب: "کشف الخفا ومزیل الالباس فیما اشتهر من الحدیث علی السنة الناس"

ج۔ ابن الدیبع شیبانی کی کتاب۔ "تمییز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنة الناس من الحدیث۔"

خبر عزیز

مفہوم لغوی: عزیز: (عین کے زیر کے ساتھ) سے صفت مشبہ ہے۔ جو چیز کم اور نادر الوجود ہو۔ اس کو عزیز کہتے ہیں یا یہ صفت مشبہ ہے عز (عین کے زیر ساتھ) سے یعنی قوی اور شدید ہونا۔ اور اس کو عزیز اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس جیسی احادیث کم دستیاب ہیں۔ یا اس بنا پر کہ دو سندوں کی وجہ اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر کسی طبقہ میں دو راوی ہیں اور باقی طبقات میں تین یا تین سے زائد ہیں تو اس کو بھی عزیز کہا جائے گا۔ کیونکہ عنوان سند کے اس طبقہ کو دیکھ کر دیا جاتا ہے۔ جو سب سے کم ہو۔ ابن حجر نے اسی تعریف کو راجح قرار دیا ہے۔ (۱۷)

۱۶۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، کتاب الجامع۔ کراچی، ایچ ایم سعید، ج ۲: ص ۲۱، ابواب البر، باب ماجاء فی التأنی والعجلة

۱۷۔ ابن حجر، احمد بن علی، شرح شرح نخبة الفکر، کوئٹہ، مکتبہ اسلامیہ، ص ۳۲۔

اصطلاحی معنیٰ: سلسلہ سند میں کسی طبقہ میں اس کے راوی دو سے کم نہ ہوں۔

وضاحت: اس تعریف کی وضاحت یوں کی جا سکتی ہے کہ سلسلۂ سند کے کسی طبقہ میں دو سے کم روایت کرنے والے نہ ہوں۔

بعض علماء نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ عزیز وہ روایت ہے جو دو یا تین راویوں سے منقول ہو اس تعریف کی رُو سے بعض صورتوں میں مشہور اور عزیز میں حدِ فاصل ختم ہو جاتی ہے۔

مثال: نبی کریمؐ کا ارشاد گرامی ہے۔ جیسے شیخین نے حضرت انسؓ بن مالک اور بخاری نے ابوہریرۃؓ سے بھی تخریج کیا ہے۔

"لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین"(۱۸)

(تم میں سے کوئی اس وقت مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اس کو، اس کے والد، بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں)

اس روایت کو انسؓ بن مالک سے قتادہ اور عبدالعزیز بن صہیب نے اور پھر قتادہ سے شعبہ اور سعید نے، عبدالعزیز سے اسمٰعیل بن علیہ اور عبدالوارث نے اور اسے محدثین کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ لیکن چونکہ طبقہ تابعین میں صرف دو راوی یعنی قتادہ اور عبدالعزیز ہیں۔ اس لئے اس روایت کو عزیز کہا گیا ہے۔

خبر عزیز پر مستقل تصانیف نہیں ہیں۔ کیونکہ ایسی روایات کی تعداد کم ہونے کی بنا پر ان کی تلاش و جستجو مشکل اور اس فائدہ و منفعتِ علمی کم ہے۔

خبر غریب

مفہوم لغوی: غریب بھی صفتِ مشبہ ہے اور منفرد و یکتا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی وہ منفرد جو اپنے اقارب سے دور ہو جائے۔

اصطلاحی معنیٰ: ایسی روایت جس کو صرف ایک راوی نقل کرے۔

وضاحت: ہر وہ حدیث جسے صرف ایک شخص روایت کرتا ہو۔ خواہ تمام طبقات سند میں

۱۸۔ بخاری، امام، الجامع الصحیح ج ۱: ص ۷: باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان۔ کتاب الایمان۔

یا چند طبقات میں، اگر ایک طبقہ میں بھی ایسا ہوگا۔ تو وہ روایت غریب کہلائے گی۔ دیگر طبقات میں رُواۃ کی زیادتی اس کی صفتِ غربت پر اثر انداز نہ ہوگی۔ کیونکہ عنوان اقل پر دیا جاتا ہے (جیسا کہ خبر عزیز کی تعریف میں گذر چکا)

خبر غریب کا دُوسرا نام: اکثر علماء خبر غریب کا نام فرد بھی رکھتے ہیں اور خبر فرد اور خبر غریب مترادف قرار دیتے ہیں۔ جبکہ دیگر علماء نے ان دونوں کثرت و قلتِ استعمال کی بنا پر دونوں میں فرق و امتیاز قائم کیا ہے۔ چنانچہ ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ مستقل انواع میں تقسیم کیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے اور فرد کو لغوی اور اصطلاحی اعتبار سے مترادف قرار دیا ہے البتہ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ

"اہل اصطلاح نے ان دونوں نے درمیان فرق کیا ہے۔ کثرت وقلتِ استعمال کے اعتبار سے کیونکہ فرد کا اطلاق عموماً فردِ مطلق پر کیا جاتا ہے۔ جب کہ غریب کا اطلاق فرد نسبی پر۔ (۱۹)

خبر غریب کی اقسام: الف۔ غریب المطلق یا فردِ مطلق وہ روایت جس کی سند کے مدار میں غرابت پائی جاتی ہو۔ یعنی سند کے اس حصہ میں تفرد پایا جاتا ہو۔ جو سند کا مدار اور اسکی اصل ہو (صحابی راوی) جیسے روایت "انما الاعمال بالنیات" (۲۰) اس روایت کے اصل میں غرابت یعنی تفرد موجود ہے۔ کیونکہ یہ حدیث حضرت عمرؓ بن الخطاب سے منقول ہے اگرچہ ابن الخطاب سے بہت رواۃ نے نقل کی ہے۔

غریب النسبی یا فرد النسبی: ایسی روایت جس کی سند کے درمیان حصہ میں تفرد پایا جاتا ہو۔ یعنی اصل سند کی ابتداء میں ایک جماعت اسے نقل کر رہی ہو، لیکن اس جماعت سے صرف ایک راوی نقل کر رہا ہو۔ اس کی مثال مالک عن زہری عن انسؓ کی سند سے ایک روایت ہے جس میں راوی بیان کرتے ہیں۔

"أن النبی صلی اللہ علیہ وسلّم دخل مکۃ وعلی رأسہ المغفر" (۲۱)

۱۹- ابن حجر، احمد بن علی ، نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، دہلی مطبع علیمی، ۱۹۴۶ء، ص ۲۳۔

۲۰- بخاری، امام، ج ۱: ص ۲: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۱- ایضاً ج ۲: ص ۶۱۴ باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح، کتاب المغازی۔

(نبی کریمؐ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کے سر پہ رومال تھا)
اس روایت میں مالک نے زہری سے تفرد کیا ہے۔

وجہ تسمیہ: اس روایت کو غریب النسبی اس لئے کہتے ہیں کہ کسی شخص معین کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

غریب نسبی کی اقسام: غرابت یا تفرد کی مختلف قسمیں ہیں جنہیں غریب النسبی کی اقسام گردانا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان میں غرابت و تفرد پوری سند میں نہیں۔ بلکہ کسی متعین شخص میں پایا جاتا ہے۔ وہ اقسام حسب ذیل ہیں۔

الف۔ ثقہ راوی کا تفرد۔ جیسے یہ کہا جائے کہ اسے فلاں ثقہ راوی کے سوا کسی نے نقل نہیں کیا۔

ب۔ کسی خاص راوی کا کسی خاص راوی سے تفرد کرنا۔ جیسے کہا جائے کہ فلاں راوی نے فلاں راوی سے یہ روایت تنہا نقل کی ہے۔ اگرچہ وہ روایت دیگر طرق سے مروی ہو۔

ج۔ کسی خاص علاقہ کا تفرد جیسے کسی روایت کے متعلق کہا جائے کہ یہ صرف اہل شام سے یا صرف اہل مکہ سے منقول ہے۔

د۔ کسی خاص علاقہ کا دوسرے علاقہ سے تفرد مثلاً کوئی ایسی روایت جس میں اہل بصرہ نے اہل مدینہ سے اور اہل شام نے اہل حجاز سے تفرد اختیار کیا ہو۔ (۲۲)

خبر غریب کی دوسری تقسیم: سند یا متن کی غرابت کی بنیاد پر علماء نے غریب کی ایک تقسیم اور کی ہے۔

الف۔ متن و سند کے اعتبار سے غریب ایسی حدیث کہ جسے روایت کرنے میں راوی تنہا ہو۔

ب۔ صرف سند کے اعتبار سے غریب۔ ایسی روایت جس کے متن کو صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہو لیکن کوئی راوی کسی دوسرے صحابی سے اس روایت کو نقل کرنے میں منفرد ہو۔ ایسی روایت کے بارہ میں امام ترمذی فرماتے ہیں۔ "غریب من هذا الوجه"۔ (۲۳) (اس جہت سے غریب ہے)

۲۲۔ اختصار کی وجہ سے مثالیں نہیں دی گئیں۔

۲۳۔ امام ترمذیؒ ہر حدیث کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں اور جو حدیث متعدد اسناد سے منقول ہو اور ایک سند کسی وجہ سے غریب ہو تو اس خاص سند پہ غریب ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔ (مترجم)

مسند بزاز اور طبرانی کی معجم اوسط میں اس کی بکثرت مثالیں مل سکتی ہیں۔

اس موضوع پر تالیفات:
الف۔ دارقطنی کی "غرائب مالک"
ب۔ دارقطنی کی "الافراد"

ج۔ ابوداؤد سجستانی کی "السنن التی تفرد بکل سنة منها أهل بلدة"

قوت وضعف کے اعتبار سے خبر آحاد کی اقسام

خبر آحاد کی وہ اقسام جو سند میں راویوں کی تعداد کے اختلاف سے مختلف ہوتی ہیں۔ یعنی مشہور عزیز اور غریب، سند میں قوت وضعف کی بنیاد دو قسموں میں منقسم ہیں۔

الف۔ خبر مقبول جس خبر میں سچائی کا احتمال غالب ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو حجت ماننا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

ب۔ مردود۔ جس خبر میں سچائی کا احتمال غالب نہ ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو حجت ماننا واجب ہے نہ اس پر عمل کرنا۔ لیکن مقبول و مردود کی مختلف اقسام ہیں۔ جن کو تفصیل کے ساتھ آئندہ دو فصلوں میں بیان کیا جائے گا۔

الفصل الثانی

خبر مقبول

الفصل الثانی

اس فصل میں دو بحثیں ہیں۔

بحثِ اوّل : خبر مقبول کی اقسام۔

بحثِ ثانی : مقبول کی اقسام باعتبارِ عمل۔

البحث الاول

مقبول کی اقسام : بُنیادی طور پر خبر مقبول کی دو قسمیں ہیں۔ صحیح، حسن پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ لذاتہٖ اور لغیرہٖ اس طرح خبر مقبول کی کل چار اقسام بن گئیں۔

۱۔ صحیح لذاتہٖ۔

۲۔ حسن لذاتہٖ۔

۳۔ صحیح لغیرہٖ۔

۴۔ حسن لغیرہٖ۔

ان اقسام پر تفصیل سے بحث کی جائے گی۔

خبرِ صحیح

لغوی معنیٰ : صحیح، سقیم کی ضد ہے۔ حقیقت میں یہ لفظ اجسام کی صحت کے لئے بولا جاتا ہے حدیث یا دیگر معانی کی صحت کے لئے اس کا استعمال مجازی ہے۔

اصطلاحی مفہوم : ایسی خبر جس کی سند از ابتدا تا انتہا ایسے لوگوں سے متصلاً منقول ہو۔ جو عادل بھی ہوں اور ضابط بھی اور یہ خبر شذوذ و علت سے خالی ہو۔

وضاحت : تعریف مذکور جن امور پر مشتمل ہے، حدیث کے صحیح ہونے کے لئے ان امور کا پورا ہونا ضروری ہے۔ وہ امور حسب ذیل ہیں۔

الف ۔ اتصال سند ۔ سند میں ازابتدار تا انتہا ۔ ہر راوی اپنے شیخ سے بذاتِ خود براہِ راست مل کر روایت نقل کر رہا ہو۔

ب ۔ راوی کی عدالت ۔ سند کے تمام راوی ، اسلام ، بلوغ ، عقل ، کی صفات سے متصف ہوں اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ فاسق نہ ہو اور عزت و شرافت کی روایات کو پامال کرنے والا نہ ہو۔

ج ۔ راوی کا ضبط ۔ راوی روایت کو پورے حفظ و ضبط کے ساتھ بیان کرے ۔ یہ اعتماد خواہ اسے اپنے حافظہ کی بنا ۔ پر ہو یا کسی نوشتہ کی بنا پر۔

د ۔ شاذ نہ ہونا ۔ روایت شاذ نہ ہو یعنی کوئی راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت نہ کر رہا ہو۔

ھ ۔ علت کا نہ ہونا ۔ حدیث میں کوئی علت نہ پائی جاتی ہو ۔ اور علت ایسی خفیہ خرابی کو کہتے ہیں ۔ جو روایت کی صحت کو متاثر کرتی ہے ، لیکن ظاہری عبارت اس علت سے خالی نظر آتی ہے ۔

خبر کی صحیح تعریف اور اس کی توضیح سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی خبر کے صحیح ہونے کے لئے درج ذیل پانچ شرائط پورا ہونا ضروری ہے ۔

۱۔ اتصالِ سند ۔

۲۔ عدالتِ راوی ۔

۳۔ ضبطِ راوی ۔

۴۔ عدم علت ۔

۵ ۔ عدم شذوذ ۔

مذکورہ بالا پانچ شرائط میں سے اگر کوئی ایک شرط بھی راویت میں مفقود پائی گئی ، تو وہ روایت صحیح نہ کہلائے گی ۔

مثال : نبی کریمؐ کا عمل جسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن یوسف عن مالک عن ابن شہاب عن محمد بن جبیر بن مطعم عن جبیر بن مطعم تخریج کیا ہے ۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرا فی المغرب بالطور" (۲۴)

---

۲۴ ۔ بخاری ، امام ، الجامع الصحیح ، ج ۱ : ص ۱۰۵ : باب الجہر فی المغرب ، کتاب الأذان ۔

(مَیں نے سُنا نبی کریمؐ نے مغرب کی نماز میں سورۃ طور کی تلاوت کی)

یہ راویت خبر صحیح ہے۔ کیونکہ

الف۔ اس کی سند متصل ہے۔ اس کے تمام راویوں نے یہ روایت اپنے شیوخ سے سُنی ہے مالک، ابن شہاب، اور ابن جبیر کی روایت عنعنہ۔ (۲۵) اتصال پر ہی محمول ہے۔ کیونکہ یہ حضرات مدلس نہیں ہیں۔

ب/ج۔ تمام راوی حافظ عادل ہیں۔ علماء جرح و تعدیل نے اس حدیث کے راویوں کے حسبِ ذیل اوصاف بیان کیئے ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن یوسف۔ ثقہ اور بات کو محفوظ کرنے والے ہیں۔ (۲۶)

۲۔ مالک بن انس۔ امام حافظ ہیں۔ (۲۷)

۳۔ ابن شہاب زہری۔ حافظِ حدیث اور فقیہہ ہیں آپ کے تقویٰ اور آپ کی جلالتِ شان پر تمام علماء متفق ہیں۔ (۲۸)

۴۔ محمد بن جبیر۔ ثقہ ہیں۔ (۲۹)

۵۔ جبیر بن مطعم، صحابی ہیں۔ (۳۰)

د۔ شاذ نہیں ہے۔ یہ روایت اپنے سے قوی تر روایت کی مخالفت نہیں کر رہی ہے۔

ھ۔ اور اس میں کوئی عِلت نہیں پائی جاتی۔

حکم: ائمہ حدیث کے اجماع کے مطابق اس پر عمل واجب ہے۔ اصولیین اور فقہاء کی رائے کے مطابق خبر صحیح، دلائل و مصادر شریعہ میں سے ایک مصدر ہے۔ کسی مسلمان کے

۲۵۔ عن سے نقل کی جانے والی روایت۔ (مترجم)

۲۶۔ ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی۔ تہذیب التہذیب، حیدر آباد، دائرۃ المعارف ۱۳۲۷ھ۔ ج ۶: ص ۸۶

۲۷۔ ایضاً۔ ج ۱: ص ۵۔

۲۸۔ آپ کا نام محمد بن مسلم بن علبید اللہ ہے۔ دیکھیئے۔ ابن حجر۔ کتاب مذکور ج ۹: ص ۴۴۵

۲۹۔ جبیر بن مطعم کے فرزند ارجمند ہیں۔ دیکھیئے۔ ابن حجر ایضاً۔ ج ۹: ص ۹۱

۳۰۔ ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (۳۱۲)

لئے اس کو ترک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ۔

محدثین کی مراد: کسی حدیث کے متعلق محدثین کے قول "ھٰذا حدیث صحیح" سے مراد یہ ہے کہ پانچ مذکورہ شرائط اس روایت میں پائی جاتی ہیں ۔ یہ نہیں کہ یہ مقولہ کسی بھی روایت کے نفس امر میں صحیح ہونے کی دلالت کرتا ہو۔ کیونکہ کسی ثقہ سے خطاء و نسیان کا صدور ممکن و جائز ہے۔

اسی طرح محدثین کے اس قول "ھٰذا حدیث غیر صحیح" سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث میں پانچ شرائط یا ان میں سے کوئی ایک نہیں پائی جاتی ہے۔ نہ یہ کہ وہ حقیقت میں کوئی جھوٹ ہے۔ کیونکہ کثیر الخطأ آدمی سے بھی صحیح بات کا نقل ہونا ممکن و جائز ہے ۔ (۳۱)

کسی سند کے متعلق اصح ہونے کا فیصلہ: کیا کسی سند کے متعلق یہ یقینی فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اسناد میں صحیح ترین سند ہے ؟

راجح قول یہ ہے کہ کسی سند کے متعلق یہ فیصلہ یقینی طور پر نہ کیا جائے کہ وہ صحیح ترین سند ہے ۔ کیونکہ صحت کے مراتب کسی سند میں شرائط صحت کے پائے جانے پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ بات نادر الوجود ہے کہ کسی سند میں تمام شرائط صحت اعلیٰ و اکمل درجہ کی پائی جائیں۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ کسی سند کے متعلق صحیح ترین کا فیصلہ نہ کیا جائے۔

بایں ہمہ بعض ائمہ سے کسی سند کے صحیح ترین ہونے کا قول منقول ہے۔ بظاہر ان کی مراد یہ ہے کہ وہ ان کے نزدیک قوی ترین سند ہے ۔ مثلاً :

الف ۔ اسحٰق بن راہویہ اور امام احمد بن حنبل کے قول کے مطابق ۔

"زھری، عن سالم عن ابیہ" (۳۲) صحیح ترین سند ہے ۔

ب ۔ ابن المدینی اور فلاس کے مطابق

"ابن سیرین عن عبیدۃ عن علی" (۳۳) بہترین سند ہے ۔

ج ۔ ابن معین کے نزدیک ۔

۳۱۔ سیوطی، تدریب ج ۱ : ص ۵، ۷، ۷۶

۳۲۔ عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما

۳۳۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

اَعمش عن ابراہیم عن علقمہ عن عبداللہ" (۳۴) سندِ قوی ہے۔

د۔ ابوبکر بن شیبہ۔

"زہری عن علی بن الحسین عن ابیہ عن علیؓ" کی سند کو صحیح ترین سند مانتے ہیں۔

ھ۔ جب کہ امام بخاری کے نزدیک۔

"مالک عن نافع عن ابن عمرؓ" قوی ترین سند ہے۔

احادیثِ صحیحہ کے مجموعات کے اولین مؤلفین۔

صرف صحیح احادیث کے مجموعہ پر مشتمل جو کتاب سب سے پہلے تالیف کی گئی وہ "امام بخاری" کی "الجامع الصحیح" اور بعدازاں امام مسلم کی "الجامع الصحیح" ہے۔ ان دونوں کو قرآن کے بعد صحیح ترین کتب مانا گیا ہے اور امت میں یہ دونوں کتب قبولیت عامہ کا درجہ رکھتی ہیں۔

صحیح ترین کتاب:

بخاری و مسلم صحت و ثقاہت کے اعتبار سے صحیح ہیں۔ لیکن درجہ صحت میں بخاری، مسلم پر فوقیت رکھتی ہے۔ کیونکہ بخاری کی روایت مسلم کی نسبت زیادہ متصل اور اس کے رجال (رواۃ) زیادہ قوی ہیں، استنبطاتِ فقہیہ اور لطیف نکات بخاری میں موجود ہیں، جو صحیح مسلم میں نہیں پائے جاتے۔ البتہ یہ فیصلہ کہ بخاری صحیح ترین، باعتبارِ مجموعہ ہے۔ کیونکہ مسلم کی بعض روایات بخاری کی روایات سے قوی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ صحیح مسلم زیادہ صحیح ہے[۳۵] اگرچہ قول اول صائب ہے۔

کیا بخاری و مسلم نے تمام صحیح روایات کو جمع کیا ہے؟

امام بخاری و مسلم نے تمام روایات صحیحہ کا احاطہ نہیں کیا۔ بلکہ اپنی کتاب میں صرف صحیح روایت تخریج کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔

۳۴۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما۔

۳۵۔ امام حاکم کے شیخ ابوالحسن بن علی نیشاپوری اس بات کے قائل ہیں کہ صحیح مسلم زیادہ صحیح ہے۔ مغرب کے بعض مشائخ نے ان کی تائید کی ہے۔ (مترجم)

دیکھیئے، نووی، مقدمہ شرح مسلم، ج ۱: ص ۱۴۔

"میں نے اپنی کتاب میں صرف صحیح احادیث کو نقل کیا ہے اور بہت سی صحیح روایات کو ترک کیا ہے۔ تاکہ ناگوار طوالت پیدا نہ ہو۔ (۳۶) امام مسلم نے فرمایا "صرف وہ روایات ہی صحیح نہیں جن کو میں نے یہاں جمع کیا ہے۔ بلکہ میں نے صرف وہ روایات جمع کی ہیں۔ جن کی صحت پر ائمہ حدیث کا اجماع ہے۔ (۳۷)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ روایاتِ صحیحہ جن کو ائمہ بخاری و مسلم نے ترک کیا ہے، تعداد کے لحاظ سے قلیل ہیں یا کثیر؟ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ حافظ بن الاخرم فرماتے ہیں کہ ان ائمہ نے بہت کم روایاتِ صحیحہ کو ترک کیا ہے۔ لیکن ابن لاخرم کے اس قول کو صحیح نہیں مانا گیا۔ بلکہ
صحیح یہ ہے کہ صاحب صحیحین نے کثیر تعداد میں روایاتِ صحیحہ کو ترک کیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری سے نقل کیا گیا ہے۔

"جو صحیح روایات میں نے چھوڑی ہیں وہ نسبتاً زیادہ ہیں" اسی طرح یہ بھی فرمایا "میں ایک لاکھ صحیح حدیثیں اور دو لاکھ غیر صحیح روایات حفظ کرتا ہوں" (۳۸)

بخاری و مسلم میں روایت کردہ احادیث کی تعداد: ۱۔ **بخاری**، بخاری میں سات ہزار دو سو پچھتر (۷۲۷۵) مکررات کے ساتھ اور چار ہزار مکررات کو حذف کرنے کے بعد روایت کی گئی ہیں۔

۲۔ **مسلم**۔ مسلم میں مکررات کو شامل کر کے بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) اور مکررات کو علیحدہ کر کے قریبًا چار ہزار احادیث تخریج کی گئی ہیں۔

بقیہ کتبِ احادیث صحیحہ: امام بخاری اور امام مسلم نے جن صحیح احادیث کو تخریج نہیں کیا ان کو صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، سنن اربعہ (۳۹)

۳۶-۳۷۔ ابن الصلاح، ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن الشہرزوری، علوم الحدیث، بیروت۔ دار الفکر ۱۹۸۴ء ص ۱۹، ۲۰۔ تدوین وتعلیق، عتر، نورالدین۔

۳۸۔ حوالہ بالا۔

۳۹۔ جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ۔

سنن دارقطنی اور بیہقی وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔(۴۰)

لیکن حدیث کا ان کتب میں محض پایا جانا اس کی صحت کی دلیل نہیں بلکہ ضروری ہے کہ صاحبِ کتاب اس کی صحت کی وضاحت وصراحت کرے۔ سوائے ان کتب کے جنہوں نے صرف صحیح احادیث تخریج کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ جیسے صحیح ابن خزیمہ۔

تعارف :

الف۔ **مستدرکِ حاکم :** علمِ حدیث کا ایک ضخیم مجموعہ ہے۔ جس میں حاکم نے ان احادیث کو تخریج کیا ہے۔ جو شیخین یا ان میں کسی ایک کی شرط پر پوری اترتی ہوں، لیکن انہوں نے کسی وجہ سے اسے روایت نہ کیا ہو۔ مزید برآں فاضل مؤلف کے نزدیک جو احادیث صحیح تھیں۔ اگرچہ وہ شرائط شیخین پر پوری نہ اترتی ہوں۔ اس صراحت کے ساتھ نقل کیا ہے کہ یہ روایات صحیح الاسناد ہیں۔ بعض اوقات غیر صحیح روایات کو بھی تخریج کیا ہے لیکن اس کی عدم صحت کی وضاحت کردی ہے اور اس وضاحت سے صحیح وغیر صحیح کے امتیاز میں آسانی پیدا ہوگئی ہے۔ لیکن حاکمؒ احادیث کی تصحیح میں نرمی سے کام لیتے ہیں اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ حاکم کی تمام روایات کی تخریج ان کی صحت وثقاہت کے اعتبار سے کی جائے جیساکہ ذہبی نے کیا ہے۔ لیکن اس کتاب کو مزید تحقیق وتوجہ کی ضرورت ہے۔(۴۱)

ب۔ **صحیح ابنِ حبان :** صحیح ابنِ حبان ابواب ومسانید کی ترتیب سے ہٹ کر ایک جدید ترتیب کے ساتھ مرتب ہے۔ اسی بنا پر اس کا نام التقاسیم والانواع رکھا گیا ہے۔ اس کتاب سے کسی حدیث کی تلاش ایک مشکل امر ہے۔ البتہ بعض متاخرین نے اس کو ابواب وفصول کی لڑی میں پرو دیا ہے۔(۴۲)

۴۰۔ اس پوری بحث سے یہ بتانا مقصود ہے کہ صحیحین کے علاوہ دیگر کتب میں بھی احادیث صحیحہ پائی جاتی ہیں (مترجم)

۴۱۔ امام حاکمؒ المستدرک میں سند کا آخری حصہ نقل کرتے ہیں۔ ذہبی نے حاشیہ میں مکمل سند نقل کی اور اس کے رجال کے متعلق ائمہ کی آراء بھی نقل کی ہیں اور خود حاکم کی رائے بھی نقل کی ہے۔ ذہبی کے حاشیہ کے ساتھ جدید انداز میں اس کتاب کو چار جلدوں میں مکتبہ المعارف نے ریاض سے شائع کیا ہے جو حسن طباعت کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ (مترجم)

۴۲۔ ابن حبان نے احادیث کو بنیادی طور پر پانچ اقسام میں منقسم کیا ہے پھر ان اقسام کے تحت انواع تخریج کی ہیں اور تقسیمات وانواع پر اپنی کتاب کو مرتب کیا ہے۔ امیر علاء الدین الفارسی م ۷۳۹ھ نے الاحسان کے نام سے اسے ابواب فقہیہ کے اعتبار سے مرتب کیا اور اس طرح صحیح ابن حبان سے حدیث کی تلاش جو ایک امر مشکل تھا، آسان ہوگیا۔ (مترجم)

ابن حبان حدیث پر صحت و ثقاہت کا حکم لگانے میں اگرچہ تساہل سے کام لیتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ تساہل امام حاکم نسبت کم ہے (۴۳)

ج۔ **صحیح ابن خزیمہ** : مؤلف کتاب تخریج حدیث میں شدید احتیاط کی وجہ سے ابنِ حبان سے اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ سند پر کوئی معمولی جرح بھی مؤلف کو تخریجِ حدیث سے روک دیتی ہے۔ (۴۴)

صحیحین کی تخریجات :

مفہوم - تخریج سے مراد یہ ہے کہ کتب حدیث کی بنیاد پر کوئی مجموعۂ حدیث تالیف کیا جاتے۔ لیکن مؤلف کتاب حدیث کی تخریج کرتے وقت اصل صاحب کتاب کے شیخ یا اوپر کے کسی راوی کا نام لیکر اصل کتاب میں موجود متن حدیث کو تخریج کرتا ہے (بیان کرتا ہے) اس طرح متن اصل کتاب کا ہوتا ہے اور سند صاحب تخریج کی اپنی ہو جاتی ہے۔ (۴۵)

صحیحین پر مشہور تخریجات :

(۱) ابوبکر اسمٰعیلی کی المستخرج علیٰ البخاری۔

(۲) ابو عوانہ الاسفرائینی کی المستخرج علیٰ مسلم۔

(۳) ابو نعیم الاصبہانی کی المستخرج جو بخاری و مسلم دونوں کی تخریج ہے۔

مؤلفین تخریجات نے الفاظ حدیث کے نقل میں بعض مقامات پر شیخین (بخاری و مسلم) کے نقل کردہ الفاظ سے قدرے اختلاف کیا ہے۔ ان حضرات نے ان الفاظ کے ساتھ حدیث تخریج کی ہے۔ جو ان کے شیوخ نے نقل کئے ہیں۔ اگرچہ وہ شیخین سے مختلف ہوں۔ اسی طرح امام

۴۳۔ سیوطی، تدریب الراوی، ج ۱: ص ۱۰۹

۴۴۔ حوالہ بالا موسسۃ الرسالہ نے شعیب الارنؤوط اور حسین کی تعلیقات کے ساتھ بیروت سے شائع کیا ہے (مترجم)

۴۵۔ اپنی سند کے بیان سے مراد یہ ہے کہ جس سند پر اصل کتاب میں مدار کیا گیا ہے۔ اسے مکمل یا جزئی طور پر ترک کرے اور حدیث اپنے شیخ کی طرف منسوب کر کے نقل کرے یا اصل کتاب سے صرف مدار سند یعنی صحابی کا نام ذکر کرے۔ جیسے صاحب مشکوٰۃ نے کیا ہے۔ (مترجم)

بیہقی وبغوی نے بخاری ومسلم کے حوالہ سے جو روایات نقل کی ہیں، ان کے الفاظ یا معانی میں تفاوت پایا جاتا ہے اور روایت کو امام بخاری یا مسلم کی طرف منسوب کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شیخین نے اس روایت اصلاً نقل کیا ہے۔

اس حقیقت کے باوجود کسی قاری کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مستخرج میں حدیث دیکھ کر انہیں بخاری و مسلم کی طرف منسوب کر دے۔ البتہ دو صورتوں میں جائز ہے۔

الف۔ دونوں روایات کا خود موازنہ کر لیا ہو۔

ب۔ صاحب تخریج نے خود اس بات کی صراحت کر دی ہو یہ حدیث اسی طرح بلفظہ بخاری و مسلم نے نقل کی ہے۔

تخریجات کے فوائد: علامہ سیوطی نے تدریب میں تخریجات کے دس فوائد نقل کئے ہیں۔ جن میں سے چند اہم ترحسب ذیل ہیں۔

(۱) علو اسناد۔ اگر صاحب تخریج بعینہٖ امام بخاری کی سند نقل کر دیتا ہے تو اس صورت میں اس کی اپنی سند کا مرتبہ کم تر ہو جاتا ہے۔

(۲) بعض زائد الفاظ یا حدیث کی تکمیل کرنے والی عبارات جو شیخین اپنی شرائط کی بنا پر ترک کر دیتے ہیں، نقل ہو جاتی ہیں۔

(۳) کثرۃ طرق کی بنا پر روایت کی قوت میں اضافہ ہوتا اور تعارض کے وقت اس کو ترجیح دی جا سکتی ہے (۴۶)

شیخین کی روایات کا حکم: یہ بات تفصیل سے بیان کی جا چکی ہے کہ شیخین نے صرف صحیح روایات کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اُمت محمدیہ نے ان دونوں کتب کو حدیث میں مصدر اساسی کے طور پر قبول کیا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا صحیحین کی تمام روایات کو صحیح قرار دیا جائے یا اس میں کسی استثناء کی گنجائش موجود ہے۔ اس کے متعلق جواباً یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ روایات جن کو بخاری و مسلم نے مکمل سند کے ساتھ تخریج کیا ہے وہ تمام روایات صحیح ہیں۔

۴۶۔ سیوطی، تدریب الراوی، ج ۱: ص ۱۱۴، ۱۱۵۔ بقیہ فوائد ص ص ۱۱۵ تا ۱۴۳۔

البتہ وہ "معلق" (۴۷) روایات جن کو امام بخاری عموماً مقدمات و تراجم ابواب میں نقل کرتے ہیں اور اس کی سند کے ابتدائی حصہ سے ایک یا دو راوی حذف کر دیتے ہیں۔ یا وہ واحد معلق روایت جو امام مسلم نے باب التیمم (۴۸) میں تخریج کی ہے۔ کا حکم حسب ذیل ہوگا۔

الف۔ ایسی روایات جو صیغۂ یقین کے ساتھ نقل کی جائیں مثلاً "آپؐ نے حکم دیا، یا آپؐ نے فرمایا، صحیح کے حکم میں داخل ہوں گی۔

ب۔ ایسی روایات جو صیغۂ مجہول کے ساتھ منقول ہوں۔ مثلاً" روایت کیا گیا یا نقل کیا گیا، ایسی روایات صحیح کے حکم میں داخل نہ ہوں گی۔ لیکن ایسی احادیث کے موجود ہونے کے باوجود کتاب کی صحت و ثقاہت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ (کیونکہ یہ روایات اصلاً تخریج نہیں کی گئیں)

حدیث صحیح کے مراتب :

یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ بعض علماءِ حدیث نے کسی ایک سند کو صحیح ترین سند قرار دیا ہے، اس بنا پر بھی اور اس وجہ سے بھی کہ اکثر محدثین نے کسی ایک سند کو صحیح ترین قرار دینے سے گریز کیا ہے، حدیث صحیح کے مختلف مراتب متعین کئے جا سکتے ہیں۔

الف۔ اعلیٰ اور صحیح ترین روایت وہ ہے جو علماء حدیث کے نزدیک صحیح ترین قرار دی گئی سند سے مروی ہو۔ جیسے مالک عن نافع عن ابن عمرؓ کی سند۔

ب۔ ایسی روایت جو سابق رواۃ سے کم درجہ کے راویوں پر انحصار کرتی ہو۔ جیسے حماد بن سلمہ عن ثابت عن انس کی سند سے منقول حدیث۔

ج۔ تیسرا مرتبہ اس روایت کا ہے۔ جو ایسے رواۃ نے نقل کی ہو۔ جن پر صفتِ ثقاہت کا ادنیٰ

۴۷۔ معلق کی تعریف آئندہ اوراق میں ذکر کی جائے گی۔

۴۸۔ امام مسلم نے یہ حدیث جھم بن الحارث بن الصمۃ الانصاری سے براہِ راست تخریج کی ہے۔ جس کے الفاظ ہیں "اقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نحو بیر جمل ۔ ۔ ۔ ۔ الخ۔ مسلم، الجامع الصحیح ج ۱: ص ۱۹۴۔ باب التیمم۔ علامہ عثمانی کے مطابق امام مسلم نے کتاب الحدود اور کتاب البیوع میں لیث کی دو روائتیں تعلیقاً نقل کی ہیں۔ لیکن ان دونوں روایات کو وہ اس سے قبل سند متصل کے ساتھ نقل کر چکے ہیں۔ دیکھئے۔ عثمانی، شبیر احمد علامہ۔ مقدمہ فتح الملہم، کراچی۔ مکتبہ رشیدیہ۔ ج ۱: ص ۳۷۔ (مترجم)

درجہ صادق آتا ہو۔ جیسے سہیل عن ابی صالح عن ابی ہریرۃؓ کی سند پر مبنی روایت۔

اس تفصیل سے صحیح کے سات مراتب سامنے آتے ہیں۔

۱۔ جن روایات کو شیخین نے نقل کیا ہو (یہ اعلیٰ ترین مرتبہ ہے)۔

۲۔ جن کو صرف بخاری نے نقل کیا ہو۔

۳۔ جن کو صرف مسلم نے تخریج کیا ہو۔

۴۔ وہ روایات جو شرائط بخاری و مسلم دونوں پر پوری اترتی ہوں مگر انہوں نے تخریج نہ کی ہوں۔

۵۔ وہ روایات جو بخاری کی شرائط پر پوری اترتی ہوں۔ لیکن انہوں نے انہیں نقل نہ کیا ہو۔

۶۔ وہ احادیث جو شرائط مسلم کے مطابق ہوں، لیکن امام مسلم نے انہیں ترک کر دیا ہو۔

۷۔ وہ روایات جو شیخین کے معیار پر پوری نہ اترتی ہوں، لیکن ان کے علاوہ دوسرے ائمہ مثلاً ابنِ حبان یا ابنِ خزیمہ نے انہیں صحیح قرار دیا۔

شرائط شیخین: ائمہ بخاری و مسلم نے اپنی شرائط کو صراحتہً بیان نہیں کیا اور نہ دونوں میں سے کسی نے متفقہ شرائط میں کوئی اضافہ کیا ہے جو روایت صحیح کے لئے ضروری ہیں لیکن علماء و محققین نے غور و فکر اور تلاش و جستجو کے بعد ایسی خصوصیات کو پایا ہے جن کے بارہ میں خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہ شیخین یا ان دونوں میں کسی ایک کی شرط ہے اور جس کے التزام سے حدیث کو علیٰ شرط الشیخین کہا جا سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں جو باتیں کی گئی ہیں ان میں سے سب سے بہتر چیز یہ ہے کہ "علی شرائط الشیخین" (شرائط شیخین) کا مطلب یہ ہے کہ روایات ان راویوں سے نقل کی گئی ہوں۔ جن سے شیخین یا دونوں میں سے کسی ایک نے نقل کی ہیں اور ان تمام کیفیات کی رعایت بھی جائے جن کا التزام شیخین نے اپنی کتب میں کیا ہے۔

متفق علیہ کے معنیٰ: جب علماء حدیث کسی حدیث کو "متفق علیہ" قرار دیں تو اس کا مفہوم یہ ہے۔ اس روایت کی صحت پر ائمہ بخاری و مسلم متفق ہیں۔ اس سے مراد پوری امت کا اتفاق نہیں۔ البتہ ابن صلاح نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ اتفاقِ شیخین کے ساتھ امت کا اتفاق بھی خود بخود ہو جاتا ہے[۴۹]۔ کیونکہ پوری امت ان احادیث کے قبول کرنے پر متفق ہے جو بخاری

۴۹۔ ابنِ صلاح۔ علوم الحدیث۔ ص ۲۴۔

مسلم کے یہاں متفق علیہ ہوں۔

"کیا صحیح" کے لئے "عزیز" یعنی کم از کم دو سندوں کا ہونا ضروری ہے؟

الحسن

لغوی مفہوم: حسن صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ خوبصورت (حسین) کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ یا یہ لفظ "حسن" بمعنی خوب صورتی سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے (یعنی حسین)

اصطلاحی مفہوم: حسن کی تعریف میں ائمہ حدیث میں اس بنا پر اختلاف ہوا ہے۔ کیونکہ یہ صحیح اور ضعیف کی درمیانی قسم ہے۔ مزید یہ کہ بعض علماء نے اس کی ایک نوع کی تعریف کی ہے۔ وہ تمام تعریفات علیحدہ علیحدہ ذکر کی جائیں گی اور پھر ان اقوال میں سے راجح قول کی وضاحت کی جائے گی۔

۱۔ **خطابی کی تعریف:** جس روایت کا مدار معلوم ہو، رجالِ سند (تمام راوی) مشہور ہوں، اس سند پر اکثر احادیث کا مدار ہو۔ اکثر علمائے حدیث نے اسے قبول کیا ہو اور عام طور پر فقہاء نے اسے دلیل کے طور پر استعمال کیا ہو۔ (۵۰)

۲۔ **امام ترمذی کی تعریف:** ہر وہ حدیث جس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہ ہو جس پر جھوٹ کا الزام ہو، حدیث شاذ نہ ہو، اور ایک سے زائد طرق سے منقول ہو، وہ حدیث حسن کہلاتی ہے۔ (۵۱)

۳۔ **ابن حجر کی تعریف:** وہ تمام اخبار احاد جو نقل عدل، تام الضبط، اتصال سند، علت و شذوذ سے مبرا ہوں (۵۲) وہ صحیح لذاتہٖ ہے۔ اور اگر ضبط (حافظہ) میں کوئی کمی آجائے تو وہ حسن لذاتہٖ ہوگی۔ (۵۳)

۵۰۔ خطابی، معالم السنن۔ ج ۱: ص ۱۱

۵۱۔ ترمذی، کتاب الجامع، ج ۱: ص ۵۱۹۔ کتاب العلل۔

۵۲۔ اس کی وضاحت کی جا چکی ہے۔

۵۳۔ ابن حجر۔ شرح نخبۃ الفکر۔ ص ۵۲

ان تعریفات کے جائزہ کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابن حجر کے نزدیک وہ صحیح روایت کہ جس کی سند میں کسی راوی کے حافظہ میں کمی یا ضعف ہو حسن کہلائے گی اور یہ تعریف حسن کو سمجھنے کے لیے بہتر تعریف ہے۔ کیونکہ خطابی کی تعریف پر کئی اعتراضات پیدا ہوتے ہیں۔ جبکہ ترمذی نے حسن کی جو تعریف کی ہے وہ حسن لغیرہٖ کی ہے۔ حسن لذاتہٖ اور حسن لغیرہٖ دراصل ضعیف روایت ہے۔ محض تعددِ طرق کی بنا پر حسن کے زمرے میں داخل ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ابنِ حجر کی تعریف راجح ہوگی جس کو ان الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

"جس کی سند نقل عدل کے ساتھ متصل ہو، جس کے ضبط میں کچھ کمی پائی جاتی ہو۔ اور جس میں علت و شذوذ نہ ہو۔"

حکم: روایت حسن قوت میں کمی کے باوجود استدلال کے اعتبار سے صحیح کے برابر ہے۔ اسی وجہ سے تمام فقہاء نے اس سے استدلال کیا ہے اور اس پر عمل بھی کیا ہے۔ اس سے استدلال کرنے پر کبار محدثین، فقہاء، اور اصولیین کا اتفاق ہے ماسوائے معدودے چند ایسے افراد کے جو اس سلسلہ میں غیر ضروری سختی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ لیکن یہ وضاحت کر دی ہے کہ سابقہ بیان کردہ صحیح سے کم تر ہے۔ (۵۴)

مثال: ترمذی کی نقل کردہ ایک روایت ہے، جسے قتیبہ عن جعفر بن سلمان ضبعی عن ابی عمران الجونی عن ابی بکر بن ابی موسیٰ الاشعری عن ابی موسیٰ اشعری کی سند سے تخریج کیا گیا ہے۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابواب الجنۃِ تحت ظلال السیوف ..."(۵۵)

(آپؐ نے فرمایا کہ جنت تلوار کے سائے تلے ہے)

امام ترمذی اس روایت کو "حسن غریب" قرار دیتے ہیں۔

سند کے اعتبار سے یہ حدیث حسن ہے۔ کیونکہ اس کی سند کے چاروں راوی ماسوائے جعفر بن سلمان ضبعی کے صدوق و ثقہ ہیں۔ جعفر صرف صدوق ہیں۔ اس بنا پہ یہ حدیث صحیح کے بجائے حسن کے مرتبہ پہ آگئی۔

---

(۵۴) سیوطی، تدریب، ج ۱: ص ۱۶۰۔

(۵۵) ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ۔ جامع الترمذی کراچی، قرآن محل ج ۱: ص ۲۳۶ باب ما جاء ان ابواب الجنۃ، ابواب فضائل الجہاد۔

مراتبِ حسن : صحیح کی طرح حسن کے بھی مختلف درجات ہیں۔ امام ذھبی نے دو درجات میں تقسیم کیا ہے۔

الف۔ اعلیٰ مرتبہ۔ جعفر بن حکم عن ابیہ عن جدہ، عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ، ابن اسحٰق عن التیمی اور اسی طرح دیگر اسناد جن کو بعض ائمہ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے۔ لیکن در اصل وہ صحیح سے کم تر درجہ کی ہیں۔

ب۔ وہ اسناد جن کے حسن یا ضعیف ہونے میں ائمہ جرح و تعدیل کا اختلاف ہے۔ جیسے حارث بن عبداللہ، عاصم بن ضمرۃ اور حجاج ارطاۃ کی روایات۔

"صحیح" اور "صحیح الاسناد" نیز "حسن" اور "حسن الاسناد" میں فرق : ائمہ محدثین کسی حدیث کے متعلق "صحیح الاسناد" ہونے کا حکم لگاتے ہیں جبکہ کسی روایت کو "حدیث صحیح" قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح کسی روایت کو حسن الاسناد اور کسی روایت کو حدیث حسن کہا جاتا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات روایت کی سند صحیح یا حسن ہوتی ہے، لیکن اس کے متن میں شذوذ یا علت موجود ہوتی ہے۔ چنانچہ جب کوئی محدث کسی روایت کو "حدیث صحیح" قرار دیتا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اس میں صحیح کی پانچوں شرائط پائی جاتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی روایت صحیح الاسناد قرار دی جاتی ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں تین شرائط یعنی اتصال سند، راوی کی عدالت اور اس کا حافظہ پائی جاتی ہیں لیکن علت و شذوذ کا نہ ہونا مفقود ہیں۔

لیکن اگر "حافظ حدیث" کسی حدیث کے بارہ میں یہ کہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور حدیث کی کسی علت کی وضاحت نہ کرے تو ظاہراً یہی سمجھا جائے گا کہ یہ روایت صحیح المتن ہے۔ کیونکہ حدیث میں اصل یہی ہے کہ وہ علت و شذوذ سے پاک ہو۔

امام ترمذی کے "حسن صحیح" کہنے کا مطلب : حسن اور صحیح کے مراتب میں فرق ہونے کی بنا پر امام ترمذی کا ان کو جمع کرنا ائمہ محدثین کے نزدیک باعث اشکال ہے۔ انہوں نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔ جن میں بہتر وہ ہیں جو ابن حجر سے منقول ہیں اور جن کو سیوطی نے بھی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

۱۔اگر کسی حدیث کی ایک سے زائد سند ہو تو معنیٰ یہ ہوں گے کہ یہ حدیث ایک سند کے اعتبار سے حسن اور دوسری کے اعتبار سے صحیح ہے۔

۲۔ اگر سند ایک ہی ہو تو معنیٰ ہوں گے۔ ایک طبقہ کے نزدیک حسن اور دوسرے طبقہ کے نزدیک صحیح ہے۔

چنانچہ امام ترمذی کسی روایت میں اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہیں یا یہ کہ ان میں کسی کو ترجیح دینا نہیں چاہتے۔

امام بغوی کی تقسیم: امام بغوی نے اپنی کتاب مصابیح السنۃ (۵۶) میں صحیح اور حسن کو اس طرح تقسیم کیا ہے کہ وہ تمام روایات جو صحیحین سے منقول ہیں، صحیح اور جو سنن اربعہ سے مروی ہیں، حسن ہیں۔ یہ اصطلاح عام محدثین کی اصطلاح سے مختلف ہے۔ کیونکہ سنن اربعہ میں صحیح، حسن، ضعیف و منکر ہر قسم کی روایات تخریج کی گئی ہیں۔ چنانچہ ابن صلاح اور علامہ نووی نے تنبیہہ کی ہے کہ "مصابیح" کا ہر قاری بغوی کے اس خاص طرز سے واقف ہونا چاہیئے۔

احادیث حسن کے مجموعہ پر مستقل کتب: علماء حدیث نے صرف حسن روایات کے مجموعہ سے کوئی کتاب تالیف نہیں کی۔

البتہ حسب ذیل محدثین نے اپنی کتب میں احادیث حسن نقل کی ہیں۔

الف: جامع ترمذی۔ جو "سنن ترمذی" کے نام سے مشہور ہے۔ حدیث حسن کی معرفت میں یہ کتاب بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ امام ترمذی نے سب سے زیادہ حسن روایات تخریج کی ہیں۔

لیکن ترمذی کے بعض نسخے ایسے ہیں جو حدیث کو صحیح یا حسن قرار دینے میں اختلاف رکھتے ہیں۔ اس بنا پر صرف معتمد نسخہ پر مدار کیا جائے۔

ب۔ سنن ابی داؤد۔ امام ابوداؤد نے اہل مکہ کے نام اپنے مراسلہ میں تحریر کیا کہ وہ اس کتاب میں صحیح اور اس کے متقارب و متشابہ روایات جمع کریں گے۔ جن روایات میں زیادہ شدید نقصان پایا جاتا ہوگا۔ اس کو بیان کر دیا گیا ہے اور جس روایت پر سکوت اختیار کیا گیا ہے۔ وہ روایات

---

(۵۶) امام بغوی کی کتاب مصابیح السنۃ صحیحین، سنن اربعہ اور سنن دارمی سے ماخوذ روایات کا مجموعہ ہے۔ اسی کتاب کو حسن ترتیب اور مزید اضافہ سے خطیب تبریزی نے "مشکوٰۃ المصابیح" کے نام سے مرتب کیا۔ (مؤلف)

صحیح ہیں"۔ چنانچہ ایسی تمام روایات جن کے متعلق امامؒ نے کوئی ایسا قول نقل نہیں کیا جو اس روایت کو صحیح یا ضعیف قرار دیتا ہو، وہ روایت ابو داؤد کے نزدیک حسن کہلائے گی۔

ج۔ سنن الدارقطنی۔ امام دارقطنی نے اپنی کتاب میں اکثر حسن روایات نقل کی ہیں۔

صحیح لغیرہٖ

تعریف: وہ روایت کہ جو دراصل حسن لذاتہٖ ہو۔ جو اس جیسے کسی دوسرے طریق سے یا اس سے قوی تر طریق سے مروی ہو۔ اسی تائید کی بنا پر وہ صحیح لغیرہٖ کہلاتی ہے۔ کیونکہ اس کی سند اپنی ذات کے اعتبار سے صحیح کے مرتبہ کی نہیں ہوتی۔ بلکہ دوسری سند کے ملنے سے اس میں صحت آتی ہے۔

مقام و مرتبہ: صحیح لغیرہٖ کا مرتبہ۔ حسن لذاتہٖ سے اعلیٰ ہے، لیکن صحیح لذاتہٖ سے کم ہے۔

مثال: محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ہریرۃ کی سند سے ایک روایت ہے جسے امام ترمذی نے تخریج کیا ہے۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لولا أن اشق علی امتی لأمرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ (۵۷)

(آپؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز پر مسواک کا حکم دیتا)

ابن صلاح فرماتے ہیں کہ محمد بن عمرو بن علقمہ صدق و امانت کے لحاظ سے مشہور ہیں، لیکن اہل اتقان میں سے نہیں۔ حتیٰ کہ بعض ائمہ نے آپ پر سوءِ حفظ کا حکم لگایا ہے۔ جب کہ اکثر نے آپ کی صداقت اور جلالت شان کی بناء پر آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس اعتبار سے آپ کی حدیث حسن کہلائے گی اور جب ان کی روایت کی تائید کسی دوسرے طریق سے ہو گی تو سوءِ حفظ کا نقصان بھی ختم ہو جائے گا اور سند صحیح کے مرتبہ پر فائز ہو جائے گی۔ (۵۸)

---

(۵۷) ترمذی، الجامع، ج ۱: ص ۲۲، باب ما جاء فی السواک۔ ابواب الطھارۃ۔

(۵۸) ابن صلاح، علوم الحدیث۔ ص ۳۱، ۳۲۔

حسن لغیرہ

تعریف: حسن لغیرہ وہ ضعیف روایت ہے کہ جو متعدد طرق سے منقول ہو لیکن اس کا ضعف راوی کے فسق یا کذب کی وجہ سے نہ ہو۔ اس تعریف سے واضح ہوا کہ ضعیف روایت دو وجوہ میں سے کسی ایک کی بنا پر حسن کے مرتبہ تک پہنچ سکتی ہے۔

الف۔ وہ روایت اس ضعیف سند کے علاوہ اس کے ہم مرتبہ یا اس سے قوی تر سند یا سندوں سے بھی مروی ہو۔

ب۔ حدیث میں ضعف کا سبب راوی کا سوءِ حفظ ہو، اس کی سند میں انقطاع ہو، یا کسی راوی کے بارہ میں علم نہ ہونا ہو۔

مقام و مرتبہ: حسن لغیرہ کا مرتبہ حسن لذاتہ سے کم تر ہے۔ چنانچہ اگر حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ میں تعارض ہو تو حسن لذاتہ کو ترجیح دی جائے گی۔

حکم: حسن لغیرہ حدیثِ مقبول کی قسم سے ہے۔ جس سے استدلال جائز ہے۔

مثال: امام ترمذی نے شعبہ عن عاصم بن عبید اللہ عن عبداللہ بن عامر بن ربیعہ عن ابیہ کی سند سے ایک روایت نقل کی ہے جسے امامؒ نے حسن قرار دیا ہے۔

"ان امرأة من بنی فزارة تزوجت علی نعلین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارضیت من نفسك ومالك بنعلین؟ قالت نعم، فأجاز (۵۹)

(بنی فزارہ کی ایک عورت نے دو جوتے مہر پر نکاح کر لیا، آپؐ نے پوچھا کیا تو اپنے نفس کے مقابلہ میں دو جوتوں کے مہر پر راضی ہے۔ اس نے کہا راضی ہوں، آپؐ نے اجازت دے دی)

امام ترمذی نے اس حدیث کو تخریج کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ روایت عمرؓ بن الخطاب، ابو ہریرہؓ حضرت عائشہؓ اور ابو حدرد اسلمی سے منقول ہے (۶۰) عاصم اپنے سوء حفظ کی بنا پر ضعیف ہیں لیکن دوسری سندوں کی تائید کی بنا پر روایت مذکور "حسن" قرار دی گئی ہے۔

---

(۵۹) ترمذی، الجامع ج ۱: ص ۱۶۵۔ باب ماجاء فی مہور النساء۔ ابواب النکاح

(۶۰) حوالہ بالا۔

قرینہ کی بنا پر خبرِ واحد کی مقبولیت

حدیث مقبول کی اقسام کے اختتام سے قبل ایسی خبر مقبول کی وضاحت کی جاتی ہے کہ جو مختلف قرائن اور مقبولیت کے لئے ضروری شرائط سے زائد امور پر مشتمل ہو۔ ان امور کی بنا پر یہ روایت مقبولیت کا درجہ حاصل کرلیتی ہے اور ایسی روایت کے مقابلہ راجح قرار دی جاتی ہے، جو ان امور سے خالی ہو۔

اقسام : قرائن کی بنا پر ترجیح حاصل کرنے والی روایات کی مختلف انواع ہیں۔ جن میں سے چند حسب ذیل ہیں :

الف : وہ احادیث جنہیں شیخین (بخاری و مسلم) نے اپنی صحیحین میں روایت کیا ہو، گو وہ حدِ تواتر کو نہ پہنچی ہو، لیکن اس کی قبولیت کے لئے ہمارے پاس درج ذیل قرائن ہیں۔

۱۔ علم حدیث میں ان دونوں اماموں کی عظمت شان مسلّم ہے۔
۲۔ صحیح کو غیر صحیح سے تمیز دینے میں ان دونوں اماموں کو خصوصی مہارت حاصل ہے۔
۳۔ علماء امت نے ان دونوں کتابوں کو بالاتفاق دوسری تمام کتابوں کے مقابلہ میں قبول کیا ہے۔ یہ خدا داد مقبولیت حدیث کے ان کثرتِ طرق پر بھی فوقیت رکھتی ہے جو حدِ تواتر تک نہ پہنچے ہوں۔

ب۔ ایسی مشہور روایت جس کے ایسے مختلف طرق ہوں جو راویوں کے ضعف و علل سے خالی ہوں۔

ج۔ ایسی حدیث کہ جو تسلسل کے ساتھ کبار ائمہ فقہ و حدیث سے نقل ہوتی چلی آرہی ہو بشرطیکہ وہ روایت غریب نہ ہو۔

مثلاً۔ ایسی روایت کہ جسے امام احمد امام شافعی سے اور امام شافعی امام مالک سے روایت کر رہے ہوں اور امام احمد امام شافعی سے اس روایت نقل میں کئی دوسرے راویوں کے ساتھ شریک ہوں۔ اور اسی طرح امام شافعی بھی امام مالک سے نقل کرنے میں کسی دوسرے آدمی کے ساتھ شریک ہوں۔

حکم : اخبار احاد کی مقبول روایات میں یہ قسم سب سے زیادہ ترجیح کی حامل ہے۔ چنانچہ دوسری خبر واحد سے تعارض کے وقت اس کو ترجیح حاصل ہوگی۔

خبرِ مقبول کی اقسام باعتبارِ عمل

عمل کے اعتبار سے خبرِ مقبول کی دو اقسام ہیں۔

(۱) معمول بھا۔

(۲) غیر معمول بھا۔

ان دو اقسام کی بنا پر علوم حدیث کی مختلف انواع دو اقسام میں منقسم ہو جاتی ہیں۔ محکم و مختلف الحدیث اور ناسخ و منسوخ۔

محکم و مختلف الحدیث

۱۔ محکم کے معنیٰ: **لغوی مفہوم** ۔ احکم سے اسم مفعول ہے۔ یعنی مضبوط۔

اصطلاحی معنیٰ ۔ ایسی حدیث مقبول جو اپنے جیسی کسی حدیث سے معارض نہ ہو۔ اکثر احادیث اسی نوع کی ہیں۔ مجموعہ احادیث میں مختلف الاحادیث محکم احادیث کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔

۲۔ مختلف الحدیث کے معنیٰ:

لغوی مفہوم ۔ اختلاف کا اسم فاعل ہے اور یہ اختلاف اتفاق کی ضد ہے۔ یعنی ایسی تمام احادیث جو ہم تک اس طرح پہنچیں کہ ان کے معنیٰ ایک دوسرے سے مختلف ہیں یا متضاد۔

اصطلاحی معنیٰ: ایسی مقبول حدیث ہے کہ جو اپنے جیسی کسی دوسری حدیث سے اختلاف کر رہی ہو۔ لیکن ان دونوں کو جمع کرنا ممکن ہو۔ یعنی وہ کوئی ایسی حدیث صحیح یا حسن ہو جو اپنے ہم مرتبہ کسی دوسری حدیث سے معنوی طور پر بظاہر معارض نظر آتی ہو۔ لیکن صاحبان علم اور فہم سلیم رکھنے والے حضرات کے لئے ممکن ہو کہ وہ ان کے مدلول میں اس طرح مطابقت پیدا کریں کہ جو قابلِ قبول بھی ہو اور اس ظاہری تضاد کو دُور کرنے والی بھی ہو۔

مختلف الحدیث کی مثال ۔ امام مسلم کی دو رویات۔

۱۔ لاعدوی ولاطیرۃ۔ (۶۱)

(امراض میں تعدیہ اور بد فالی نہیں ہے۔

۲۔ فرّ من المجذوم فرارک من الاسد۔ (۶۲)

(مجذوم سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو)

رفع تعارض: دونوں میں بظاہر تعارض معلوم ہو رہا ہے۔ جس کو ختم کرنے کے لئے کہا جاسکتا ہے کہ عدوی (تعدیہ) منفی وغیر ثابت ہے۔

کیونکہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا۔

"لا یعدی شیٔ شیئا (۶۳)

(کوئی شئے کسی دوسری شئے کو بیمار نہیں کرسکتی)

اسی طرح آپؐ نے ایک ایسے شخص کو جس نے یہ عرض کیا کہ خارشتی اونٹ کو صحت مند اونٹوں میں چھوڑ دیا جائے تو یہ بیماری دوسرے اونٹوں کو لگا دیتا ہے، فرمایا۔

فمن اعدی الاول۔ (۶۴)

(پہلے اونٹ کو یہ بیماری کس نے لگائی ہے) یعنی اللہ نے جس طرح یہ مرض پہلے اونٹ میں پیدا کیا، اسی طرح دوسرے اونٹ کو بھی اس میں مبتلا کر دیا گیا۔

اور مجذوم (کوڑھی) سے بچنے اور اس علاقہ سے نکلنے کا حکم دیا گیا۔ در اصل اس کا سبب یہ ہے کہ جو شخص جذام کے مریض سے علیحدہ نہ ہو اس مرض میں مبتلا ہو جاتے تو اس کا نظریہ یہ ہو گا کہ مرض کے متعدی ہونے کی وجہ سے اس مرض میں مبتلا ہوا ہے اور اس طرح وہ اس نظریہ کی بنا پر گناہ

---

(۶۱) مسلم۔ الجامع الصحیح۔ ج ۷: ص ۳۱، باب لاعدوی ولاطیرۃ۔ کتاب السلام۔

(۶۲) یہ الفاظ امام بخاری نے نقل کئے ہیں، امام مسلمؒ نے عدوی ولاطیرۃ کی روایت مختلف طرق سے نقل کی ہے لیکن کسی بھی طریق سے یہ الفاظ نقل نہیں کئے ہیں۔ دیکھئے بخاری، الجامع الصحیح۔ ج ۲، ص ۸۵۰۔ باب الجذام، کتاب الطب (مترجم)

(۶۳) ترمذی، الجامع۔ ج ۲: ص ۴۶۔ باب ما جاء لاعدوی ولاھامۃ ولاصفر۔ ابواب القدر۔

(۶۴) بخاری، الجامع الصحیح۔ ج ۲: ص ۸۵۹، باب لاعدوی، کتاب الطب۔

امام مسلم، ابوداؤد اور امام احمد نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ (مؤلف)

ہیں مبتلا ہو گا، اس کے بالمقابل اگر وہ شخص اس مقام سے جہاں یہ مرض وبا کی شکل میں پھیلا، نکل گیا اور پھر اس مرض میں مبتلا ہوا تو اس کو تقدیر الٰہی پر محمول کرے گا۔

عمل وقتِ تعارض عمل: دو روایتوں کے درمیان جب بظاہر تعارض نظر آئے تو ایسی صورت میں محدث کو حسب ذیل امور میں سے کوئی اختیار کرنا چاہیئے۔

۱۔ اگر دونوں روایتوں کو جمع کرنا ممکن ہو تو دونوں پر عمل واجب ہے۔

۲۔ اگر دونوں روایتوں پر عمل ممکن نہ ہو تو۔

الف۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ان میں سے ایک ناسخ ہے اور دوسری منسوخ، تو ناسخ کو ترجیح حاصل ہو گی، اس پر عمل ہو گا اور منسوخ کو چھوڑ دیا جائے گا۔

ب۔ اگر ناسخ و منسوخ کا علم نہ ہو سکے تو پچاس یا زائد وجوہِ ترجیح میں سے کسی وجہ ترجیح کی بنا پر ایک روایت کو دوسرے پر ترجیح دے اور راجح پر عمل کرے۔

ج۔ اگر ان میں سے ایک کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہ دی جاسکے اور ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے تو توقف کرے حتیٰ کہ کوئی وجہ ترجیح کسی روایت کے لئے مرجح بن جائے۔

اس فن میں کمال کی اہمیت: احادیث میں رفع تعارض کا یہ فن علوم حدیث میں ایک اہم فن کی حیثیت رکھتا ہے اور سارے ہی علماء اس فن کے سیکھنے کے محتاج ہیں، لیکن اس فن میں مہارت انہی ائمہ کے حصہ میں آئی ہے جو بیک وقت حدیث و فقہ کے جامع ہیں، دقیق معانی کے بحرِ ذخار میں غوطہ زنی کرنے پر قادر ہیں اور اصولِ فقہ پر پوری دسترس رکھتے ہیں۔ ایسے ائمہ کے لئے شاذ و نادر ہی کوئی حدیث مشکل ہوتی ہے۔ (۶۵)

---

(۶۵) نماز میں رکعتوں کی تعداد میں اگر شک پیدا ہو جائے تو نبی کریمؐ سے اس سلسلہ میں تین روایات منقول ہیں۔ ایک روایت میں نماز منقطع کر دینے کا حکم ہے، دوسری روایت میں تحری کرنے کا اور تیسری روایت میں کم کے اعتبار کرنے کا حکم ہے۔ امام ابو حنیفہ نے ان روایات میں اس طرح تطبیق کی ہے کہ یہ تینوں روایات تین مختلف قسم کے لوگوں کے لئے ہیں۔ اگر یہ شک اسے پہلی مرتبہ ہوا ہے تو نماز منقطع کرے، اگر اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے تو سوچ کر غالب گمان پر عمل کرے اور اگر سوچنے کے بعد بھی کوئی نتیجہ قائم نہ کر سکے تو شبہ والی تعداد میں سے کم پر عمل کرے۔ اس طرح امام ابو حنیفہ نے ان تینوں روایات میں تطبیق پیدا کر دی جو بظاہر متعارض نظر آرہی تھیں (مترجم) دیکھئے۔ مرغینانی، ابو الحسن علی بن ابی بکر، الهدایہ، کراچی، کارخانہ اسلامی کتب، ج ۱: ص ۱۴۰، ۱۴۱۔ باب سجود السہو۔

دلائل کا یہ تعارض علماء کی جولانگاہ ہوتا ہے۔ اسی میدان میں ان کے کمالات ان کی دقتِ فہم اور دلائل میں حسنِ انتخاب کا ملکہ کھل کر ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن یہی وہ میدان ہے۔ جہاں علماء کے دستر خوان کے خوشہ چینوں کے قدم ڈگمگاتے ہیں اور غلطیاں ظاہر ہوتی ہیں۔

اس موضوع پر تصانیف: الف۔ امام شافعی (٦٦) کی اختلاف الحدیث، امام شافعی پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔

ب۔ ابو قتیبہ کی تاویل مختلف الاحادیث (٦٧)

ج۔ امام طحاوی کی شکل الآثار (٦٨)

ناسخ و منسوخ

لغوی مفہوم: لغوی اعتبار سے اس کے دو معنی ہیں۔ ختم کر دینا۔ جیسے سورج کی روشنی نے سائے کو ختم کر دیا۔ (جبکہ سورج نصف النہار پر ہو) یعنی لغوی اعتبار سے ناسخ منسوخ کو ختم کر دیتا ہے۔ یا کسی دوسرے حکم کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔

اصطلاحی معنیٰ: شارع کی جانب سے کسی نئے حکم کے ذریعے سے پرانے حکم کو ختم کر دیا جائے۔

اہمیت و عظمت: ناسخ و منسوخ کی پہچان ایک بہت ہی اہم اور مشکل فن ہے۔ امام زہری فرماتے ہیں:

---

(٦٦) محمد بن ادریس الشافعی م ٢٠٤ھ

(٦٧) ابو محمد عبداللہ بن مسلم جو ابن قتیبہ م ٢٧٦ھ کے نام سے معروف ہیں کی یہ کتاب اختصار کے باوجود اپنے اندر جامعیت رکھتی ہے۔ جمادی الاول ١٣٢٦ھ تک یہ کتاب مخطوط شکل میں رہی اور اب محمد زہری النجار کی تعلیقات کے ساتھ مکتبہ کلیات الازہر نے قاہرہ سے شائع کیا ہے۔ امام ابن قتیبہ دینوری م ٢٧٦ھ کی یہ کتاب ان احادیث کی تخریج اور ان کے معنی و مفاہیم کی تعیین پر مشتمل ہے۔ جو بظاہر ایک دوسرے سے مختلف نظر آتی ہیں۔ ٢٦٠ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو دار الکتاب العربی بیروت نے شائع کیا ہے (مترجم)

(٦٨) امام طحاوی محدثین فقہاء میں شمار ہوتے ہیں۔ ائمہ اسماء الرجال کے نزدیک آپ ثقہ و صدوق ہیں۔ آپ متعدد کتب کے مؤلف ہیں۔ آپ کی زندگی کی آخری کتاب مشکل الآثار ہے۔ (مترجم)

"حدیث میں ناسخ و منسوخ کی پہچان سے فقہاء مشکل میں گرفتار ہو گئے اور عاجز ہو گئے۔"

امام شافعیؒ اس فن میں کمال درجہ مہارت اور ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے ابن وارہ سے جو مصر سے آئے تھے۔ دریافت کیا۔ "تو نے امام شافعی کی کتب لکھی ہیں" انہوں نے عرض کیا۔ "نہیں"۔ آپ نے فرمایا: "امام شافعی سے شرف تلمذ سے قبل مجمل و مفسر کی تمیز تھی نہ ناسخ حدیث اور منسوخ روایت کا علم ہوتا تھا۔"

ناسخ و منسوخ کی پہچان: ناسخ و منسوخ کی پہچان حسب ذیل ذرائع میں سے کسی ایک ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔

الف۔ نبی کریمؐ کی صراحت، حضرت بریدہؓ کی روایت جسے امام مسلم نے تخریج کیا۔

کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانھا تذکر الآخرۃ" (۶۹)

(میں نے تم کو قبور کی زیارت سے منع کیا تھا، اب حکم یہ ہے کہ قبرستان جایا کرو۔ کیونکہ قبور آخرۃ کو یاد دلاتی ہیں)

ب۔ صحابیؓ کے قول کے ذریعہ:۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں۔

"کان آخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء مما مست النار" (۷۰)

(حضرت جابر بن عبداللہ کا قول کہ نبی کریمؐ کا آخری عمل آگ پر پکی ہوئی چیز کو کھا کر وضوء نہ کرنا تھا)

ج۔ تاریخ کا علم: کسی ایک حدیث کے متعلق قرائن سے واضح ہو جائے کہ یہ مؤخر ہے۔ تو وہ ناسخ ہو گی۔ جیسے شداد بن اوس کی حدیث۔

"افطر الحاجم والمحجوم" (۷۱)

حاجم (حجامت بنانے والا) اور محجوم (حجامت بنوانے والا) روزہ نہ رکھے۔

کو ابن عباس کی روایت

---

(۶۹) مسلم، الجامع الصحیح، ج ۳: ص ۶۵ باب استیذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہٗ عزوجل فی زیارۃ قبر امہ، کتاب الجنائز۔

(۷۰) ابوداؤد، کتاب السنن، ج ۱: ص ۴۹۔ باب ترک الوضوء مما مست النار، کتاب الطہارۃ۔

(۷۱) ابوداؤد، کتاب السنن، ج ۲: ص ۳۰۹۔ باب فی الصائم یحتجم، کتاب الصوم۔

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم وھو محرم" (۲)

(نبی کریمؐ نے حالت احرام میں حجامت بنوائی)

نے منسوخ کیا۔ کیونکہ شداد کی حدیث کی بعض سندوں سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ زمانہ فتح مکہ کا عمل نقل کر رہے ہیں۔ جبکہ عبداللہ بن عباس حجۃ الوداع کا۔

د۔ اجماع امت : جیسے حدیث

" من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ۔ (۳)

(جو شراب پیئے اس کو کوڑے مارو اور جو چوتھی مرتبہ اعادہ کرے اسے قتل کردو۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اجماع امت نے اس کے نسخ کی طرف دلالت کی ہے۔ اجماع اگرچہ ناسخ و منسوخ نہیں ہو سکتا، لیکن کسی ناسخ کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے۔

مصنفات :

ا۔ ابوبکر محمد بن موسیٰ الحازمی کی۔ الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار۔

ب۔ امام احمد کی الناسخ والمنسوخ۔

ج۔ ابن جوزی کی "تجرید الأحادیث المنسوخۃ۔

---

(۲) مسلم، الجامع الصحیح ج ۴: ص ۲۲۔ باب جواز الحجامۃ للمحرم، کتاب الحج، مسلم میں ابن عباس کی سند سے صائم کا لفظ منقول نہیں ہے۔ (مترجم)

(۳) ترمذی، الجامع، ج ۱: ص ۲۰۹۔ باب ماجاء من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ۔ باب الحدود۔

الفصل الثالث

خبرِ مردود

البحث الاوّل :۔ ضعیف

البحث الثانی :۔ مردود بوجہ انقطاعِ سند

البحث الثالث :۔ راوی پرطعن کی بنا پر مردود

خبر مردود اور اسباب رد

تعریف خبر مردود کی تعریف یہ ہے کہ جس کی صداقت کو ترجیح نہ دی جا سکے اور یہ بات ان شرائط میں سے کسی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے ہوتی جو صحیح کی بحث میں بیان کی گئیں۔

اقسام و اسباب رد علماء جرح و تعدیل نے خبر مردود کو بہت سی اقسام میں منقسم کیا ہے (۴۷) ان میں سے بعض اقسام کو علیحدہ نام دیئے ہیں جبکہ بعض اقسام کو مخصوص نام دینے کی بجائے عام لقب ضعیف سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حدیث کو رد کرنے کے بہت سے اسباب ہیں جن میں دو بنیادی اسباب حسب ذیل ہیں۔

الف :- سند میں انقطاع

ب :- راوی پر طعن

ان میں سے ہر ایک کی متعدد انواع ہیں جن پر تفصیل سے مستقل بحث ہوگی۔ سب سے پہلے مردود کی عام نوع یعنی ضعیف پر کلام ہوگا۔

بحث اول

ضعیف

ضعیف کے معنیٰ

لغوی مفہوم قوی کی ضد ہے۔ ضعیف دو قسم کا ہوتا ہے ایک جسمانی ضعیف اور ایک معنوی۔ حدیث میں ضعف معنوی مراد ہوتا ہے۔

اصطلاحی معنیٰ ایسی روایت جو حسن کی شرائط میں سے کسی شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے حسن کے مرتبہ تک نہ پہنچ سکی ہو۔

بقول بیقونی ؒ

---

(۴۷) چالیس سے کچھ زائد ہیں (مؤلف)

وكل ما عن رتبة الحسن قصر   فهو ضعيف وهذا أقسام كثر

(جو بھی روایت حسن کے مرتبہ سے کم ہوگئی وہ ضعیف ہے اور اس کی کثیر اقسام ہیں)۔

مراتب۔ صحیح میں فرق مراتب کی طرح ضعیف میں فرق مراتب ملحوظ ہے جو درج ذیل ہے۔

الف :۔ ضعیف

ب :۔ ضعیف تر

ج :۔ واھی

د :۔ منکر

ح :۔ موضوع۔ ضعیف کا بدترین درجہ ہے۔

واھی ترین سند صحیح کی بحث میں صحیح ترین سند بیان کی جاچکی ہے۔ اسی طرح علماء نے ضعیف میں واھی ترین سند کو بھی بیان کیا ہے۔

امام حاکم نے اوھی الاسانید پر تفصیل سے بحث کی ہے اور اس کو مختلف صحابہ، مختلف جہات اور مختلف علاقوں کی طرف منسوب کیا ہے (۷۵)

الف :۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف منسوب کی جانے والی اسناد میں ضعیف ترین سند صدقہ بن موسیٰ الدقیقی عن فرقد السبخی عن مرۃ الطیب عن ابی بکرؓ (۷۶)

ب۔ شامیوں کی غلط ترین سند محمد بن قیس المصلوب عن عبید اللہ بن زحر عن علی بن یزید عن القاسم عن ابی امامۃ ہے (۷۷)

ج۔ عبداللہ بن عباس کی ضعیف ترین سند السدی الصغیر محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

" یہ سلسلۃ الکذب ہے نہ کہ سلسلۃ الذہب" (۷۸)

---

(۷۵) حاکم : معرفۃ علوم الحدیث۔ ص ۷۱، ۷۲

(۷۶) حوالہ بالا

(۷۷) حوالہ بالا (۷۸) سیوطی، تدریب : ج ۱ : ص ۱۸۱

مثال ۔ امام ترمذیؒ نے حکیم الاثرم عن ابی تیمیہ عن ابی ہریرۃؓ کی سند سے ایک روایت تخریج کی ہے آپؐ نے فرمایا۔

من اتی حائضًا او امرأۃ فی دبرھا أو کاھنًا فقد کفر بما انزل علی محمد (۷۹)

(جو کسی حائضہ سے جماع کرے، عورت سے بسبیل دبر جماع کرے یا جادو کرے، اس نے محمد رسول اللہؐ پر نازل ہونے والی وحی سے انکار کیا)

امام ترمذیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ مذکورہ سند کے سوا یہ حدیث کسی سند سے منقول نہیں ہے اور امام بخاریؒ نے اس سند کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ سند میں حکیم الأثرم ہے اور اس کو ائمہ جرح و تعدیل میں ضعیف قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

"اس سند میں ضعف ہے" (۸۰)

حکم ائمہ حدیث کے نزدیک احادیث موضوعہ کے سوا تمام ضعیف احادیث کو ضعف و نقص اسناد کی صراحت کی بغیر روایت کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ۔

الف:۔ روایت عقائد دینیہ جیسے صفات باری سے متعلق نہ ہو۔

ب:۔ احکام شرعیہ، حلال و حرام کا بیان کرنے والی نہ ہو۔

البتہ موضوع روایت کو نقل کرنا ناجائز ہے الا یہ کہ اس صراحت کے ساتھ یہ روایت موضوع ہے البتہ ضعیف احادیث کو وعظ و نصیحت، ترغیب و ترہیب کے مواقع اور قصص میں تخریج کیا جا سکتا ہے۔ ائمہ محدثین میں سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن مہدی اور احمد بن حنبلؒ ضعیف روایت اس کے بیان ضعف کے ساتھ نقل کرتے ہیں (۸۱)

---

(۷۹) ترمذی، الجامع: ج ۱: ص ۳۸، ۳۹، باب فی کراہیۃ اتیان الحائض ابواب الطہارۃ۔

(۸۰) ابن حجر نے "فیہ لین" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ دیکھئے۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، تقریب التہذیب (۵۲۳)، بیروت، دار المعرفۃ ۱۹۷۵ء ج ۱: ص ۱۹۵۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث ص ۴۱، ۴۲، ۴۳۔ خطیب بغدادی، ابوبکر بن احمد بن علی الکفایۃ فی علم الروایۃ حیدر آباد دکن، دائرہ المعارف ۱۳۵۷ھ ص ۱۲۳، باب التشدد فی احادیث الاحکام و التجوز فی فضائل الاعمال

لیکن اس سلسلہ میں واضح کر دینا ضروری ہے کہ اس قسم کی روایت کرتے ہوئے سند کو حذف کر کے یہ نہ کہنا چاہیئے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ نبی کریمؐ سے یہ روایت کیا گیا ہے یا نبی کریمؐ سے منسوب یہ قول ہم تک پہنچا ہے تاکہ ایسی حدیث کی نسبت بالیقین نبی کریمؐ کی طرف نہ ہو جس کا ضعف معلوم ہو۔

ضعیف حدیث پر عمل کرنے کا حکم بیان کرنے میں علماء کی آرا مختلف ہیں۔ اکثر علماء کے نزدیک فضائلِ اعمال میں تین شرائط کے ساتھ جن کی وضاحت ابن حجر نے کی، عمل کرنا جائز ہے

الف ۔ ضعف زیادہ شدید نہ ہو

ب ۔ حدیث معمول بھی اصول و کلیاتِ شرع کے خلاف نہ ہو۔

ج ۔ عمل کے وقت حدیث کے ثبوت کا اعتقاد نہ ہو بلکہ احتیاط کے طور پر اس پر عمل کرے۔

مصنفات

روایات ضعیفہ کے مجموعہ کی دو انواع ہیں ۔

الف ۔ وہ کتب جن میں ضعیف راویوں کی تفصیلات و اسباب ضعف کا بیان ہے ۔ مثلاً ابن حبان کی کتاب الضعفا اور ذہبی کی میزان الاعتدال (۸۱) ان حضرات نے ان احادیث کو بھی نقل کیا ہے جو ان راویوں سے مروی ہونے کی بنا پر ضعیف ہیں ۔

ب ۔ وہ کتب جو احادیثِ ضعیفہ مثلاً مراسیل، معلل و مدرج روایات پر مشتمل ہیں مثلاً ابو داؤد کی کتاب المراسیل اور دار قطنی کی کتاب العلل

---

(۸۱) ابو عبداللہ محمد بن عثمان ذہبی م ۷۴۸ھ جرح و تعدیل اور فن اسماء الرجال میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی کتاب میزان الاعتدال بنیادی طور پر اگرچہ ضعفاء پر مشتمل ہے لیکن ثقہ رواۃ کے تذکرے بھی بکثرت ملتے ہیں۔ رجال، نساء، کُنٰی کو علیحدہ علیحدہ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ ۶ جلدوں پر مشتمل اس کتاب کو مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل نے شائع کیا ہے ۔ اس میں ۱۱۰۵۳ رواۃ کے حالات ہیں ۔ (مترجم)

بحث ثانی

سند میں کسی انقطاع کی وجہ سے مردود

انقطاع کے معنیٰ انقطاع یا سقط سے مراد یہ ہے کہ سلسلہ سند میں ایک یا ایک سے زائد راوی ابتدا ء سند، وسط سند یا انتہائے سند سے ارادۃً یا غیر ارادی طور پر ساقط کر دیا جائے۔

اس سقوط کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ سقوطِ ظاہر سقوط کی یہ قسم معرفت کے اعتبار ائمہ محدثین اور علوم حدیث سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں مشترک ہے اور یہ سقوط راوی اور اس کے استاد کے درمیان زمانہ ایک نہ ہونے کی بنا پر یا کسی اور سبب سے ملاقات نہ ہونے کی وجہ سے ہو اور اسے استاد سے اجازت حدیث حاصل ہو نہ کوئی تحریری مجموعہ۔ یہی وجہ ہے کہ علم حدیث میں تحقیق کرنے والوں کے لیے راویوں کی تواریخ پیدائش و وفات، ان کی تعلیمی سرگرمیوں اور ان کے اسطارِ علمیہ کے بارہ میں پوری دسترس حاصل ہونا ضروری ہے۔

ائمہ علوم حدیث نے سقوطِ ظاہری کو چار مختلف ناموں سے موسوم کیا ہے

الف۔ معلق

ب۔ مرسل

ج۔ معضل

د۔ منقطع

۲۔ سقوط خفی سقوط خفی کسی راوی کا وہ حذف ہے کہ جس کو صرف ائمہ حدیث، علم حدیث، اسنادِ حدیث اور اس کی علتوں پر نظرِ عمیق رکھنے والے پہچان سکیں۔ ایسے سقوط کو دو عنوانوں سے معنون کیا گیا ہے۔

الف۔ مدلس

ب۔ مرسل خفی

اوراق آئندہ میں درج بالا چھ اقسام پر حسب ترتیب مذکور سے بحث کی جائے گی۔

معلق

لغوی مفہوم :۔ علق کا اسم مفعول ہے جس کے معنیٰ ہیں کسی چیز کو کسی دوسری چیز باندھنا یا مرتبط کر دینا۔ اس سند کو معلق اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ سند صرف اوپر کی جانب سے متصل ہوتی ہے اور نیچے کی طرف سے منقطع ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شے چھت سے لٹکی ہوئی ہو۔

اصطلاحی معنیٰ :۔ جس سند کی ابتداء سے ایک یا مسلسل ایک سے زائد راوی ذکر نہ کئے جائیں۔

مثال :۔

الف ۔ مثلاً راوی اپنے سے نبی کریمؐ تک مکمل سند حذف کر دے اور یہ بیان کرے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا

ب :۔ راوی صحابی یا تابعی تک کی سند کو حذف کر کے روایت نقل کرے(۸۲) جیسے امام بخاریؒ ترجمۃ الباب میں ران کے ستر ہونے پر ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس میں صحابی تک کی سند کا ذکر نہیں۔

" وقال ابو موسیٰ غطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رکبتیہ حین دخل عثمان(۸۳)

(ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے جب حضرت عثمانؓ آئے تو اپنا گھٹنہ ڈھک لیا)

یہ روایت معلق ہے کیونکہ امام بخاریؒ نے ابو موسیٰ اشعریؓ تک جو کہ صحابی ہیں، سند ذکر نہیں کی۔

حکم :۔ حدیث معلق مردود حدیث ہے کیونکہ حدیث مقبول کی شرائط میں اتصالِ سند ایک ضروری شرط ہے اور معلق میں ایک یا زائد راوی کو حذف کر دیا جاتا ہے اور راوی محذوف نہیں محذوف کا حال بھی مخفی رہتا ہے

صحیحین کی معلقات کا حکم معلق کے مردود ہونے کا حکم عمومی ہے البتہ ایسی معلق روایات جو کسی ایسی کتاب میں تخریج کی گئی ہو جس میں حدیث کی صحت کا انتظام

---

(۸۱) ابن حجر ۔ شرح نخبۃ الفکر : ص ۱۰۶

(۸۲) بخاری ۔ امام ، الجامع الصحیح ج ۱ : ص ۵۳ باب ما یذکر فی الفخذ ، کتاب الصلوٰۃ

(۸۳) ائمہ حدیث نے بخاری کے معلقات پر تحقیقات کی ہیں اور اس موضوع پر تالیفات مرتب کی ہیں۔ ان تالیفات میں بخاری کی ان روایات کو سندِ متصل کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ابن حجر کی کتاب تغلیق التعلیق امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ (مؤلف)

کیا گیا ہو جیسے صحیحین میں اس کا حکم کچھ مختلف ہے جو صحیح کی بحث میں تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔ یہاں صرف اس کی طرف اشارہ کر دینا مناسب ہے۔

الف۔ اگر روایت یقین یعنی صیغہ معروف کے ساتھ نقل کی گئی ہو تو وہ روایت صحیح شمار ہو گی۔

ب۔ ایسی روایت جو غیر یقینی کیفیات کے ساتھ مثلاً صیغہ مجہول کے ذریعے نقل کی جائے تو ایسی حدیث کا صحیح ہونا یقینی نہیں بلکہ وہ حدیث صحیح، حسن یا ضعیف بھی ہو سکتی ہے البتہ کتاب صحیح میں منقول ہونے کی بنا پر اس کا موضوع ہونا ممکن نہیں۔ صحیح کو غیر صحیح سے ممتاز کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی سند پر تحقیق کی جائے اور بعد از تحقیق جس درجہ کی حدیث ثابت ہو، اس کو وہ نام دیدیا جائے۔(۸۳)

المرسل

لغوی مفہوم:۔ مرسل، ارسل سے اسم مفعول ہے جس کے معنیٰ ہیں آزاد ہونا۔ یعنی مرسل سند و راوی کی قید سے آزاد روایت ہے۔

اصطلاحی معنیٰ:۔ سند کے اخیر سے تابعی کے بعد راوی مذکور نہ ہوں۔ محدثین کے نزدیک مرسل کی صورت یہ ہے کہ کوئی تابعی چھوٹا یا بڑا صحابی کا نام لیے بغیر نبی کریمؐ سے منسوب کوئی قول، عمل یا تقریر نقل کرے۔

مثال:۔ امام مسلمؒ نے کتاب البیوع میں ایک روایت محمد بن رافع عن حجین عن لیث عن عقیل عن ابن شہاب عن سعید بن المسیب تخریج ہے

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیٰ عن المزابنہ"

(نبی کریمؐ نے مزابنہ(۸۵) سے منع فرمایا ہے)

اس روایت میں سعید بن المسیب جو کبار تابعین میں شمار ہوتے ہیں، صحابی کا نام ذکر کئے بغیر نبی کریمؐ سے روایت نقل کر رہے ہیں۔ راوی کے سقوط کی ادنیٰ مقدار یہ ہے کہ تابعی ایک راوی یعنی صحابی

---

(۸۴) مسلم۔ الجامع الصحیح ج ۵ ص ۱۳: باب تحریم بیع الرطب ھا تمر الا فی العرایا۔ کتاب البیوع

(۸۵) درخت میں لگے ہوئے تازہ پھل کو خشک کھجور کے عوض فروخت کرنا یہ بالاجماع حرام ہے۔ دیکھئے عثمانی، محمد تقی مولانا۔ تکملہ فتح الملہم، کراچی۔ مکتبہ دار العلوم۔ ۱۴۰۵ھ ج ۱: ص ۳۰۰ (مترجم)

کا ذکر نہ کرے اگرچہ احتمال اس بات کا بھی ہے کہ اس صحابی راوی کے علاوہ کسی تابعی کو بھی ترک کیا ہو۔ (۸۶)

فقہاء و اصولیین کے نزدیک مرسل

مرسل کی جو تعریف و توضیح گذری ہے وہ مسلک محدثین کے مطابق ہے جبکہ فقہاء۔ و اصولیین کے نزدیک مرسل کا مفہوم زیادہ عام ہے وہ یہ کہ ہر منقطع مرسل ہے وہ انقطاع سند کے کسی بھی حصہ میں ہو خطیب بغدادی کا بھی یہی مسلک ہے ۔

حکم :۔ مرسل بھی منقطع کی طرح روایتِ ضعیف مردود ہے کیونکہ سند کا اتصال جو حدیث کے مقبول ہونے کے لیے بنیادی شرط ہے، مفقود ہے۔ راوی محذوف کا حال مخفی ہے اور یہ امکان بھی موجود ہے کہ راوی محذوف غیر صحابی ہو۔

لیکن علماء محدثین و فقہاء کے درمیان مرسل کے حکم اور اسے بطور دلیل قبول کرنے میں آراء کا اختلاف ہے کیونکہ عموماً راوی محذوف کے صحابی ہونے کا احتمال غالب ہے اور صحابہ تمام عادل ہیں ان کا مخفی ہونا روایت کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ مرسل کے حکم میں یہ اختلاف اجمالاً تین اقوال میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

الف۔ ضعیف مردود محدثین کی اکثریت اور بہت سے فقہاء و اصولیین کے نزدیک اس بنا پر کہ راوی کا حال معلوم نہیں اور اس احتمال پر کہ راوی مجہول غیر صحابی ہو سکتا ہے۔ اس کو ضعیف مردود قرار دیا ہے۔

ب۔ صحیح و مقبول امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، مشہور قول کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ اور علماء کے ایک طبقہ کے نزدیک مرسل روایت صحیح اور حجت ہے بشرطیکہ راوی تابعی ثقہ ہو۔ غیر ثقہ تابعی کی مرسل روایت حجت نہیں کیونکہ ثقہ تابعی راوی کسی ثقہ راوی کے واسطہ کے بغیر نبی کریمؐ سے کوئی قول منسوب نہیں کر سکتا۔

---

(۸۶) ایسا اس صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ راوی صغار تابعین میں سے ہو، کثیر صحابہ کی روایت اور ان سے شرفِ تلمذ ثابت نہ ہو اور عموماً وہ کسی کبارِ تابعین میں کسی کے واسطہ سے روایت کرتے ہوں۔ (مترجم)

ج ۔ مشروط مقبول امام شافعیؒ اور بعض اہلِ علم کے نزدیک یہ روایت مشروط طور پر مقبول ہے وہ شرائط چار ہیں جن میں سے تین کا تعلق راوی سے اور ایک کا روایت سے ہے۔

۱۔ راوی کبارِ تابعین میں سے ہو۔

۲۔ اس کے شیوخ جن کا وہ ذکر کرتا ہو، ثقہ ہوں۔

۳۔ علم حدیث کے حفاظ نے اس کی مخالفت نہ کی ہو۔

۴۔ حسب ذیل میں سے کوئی شرط روایت میں پائی جاتی ہو۔

الف ۔ کسی اور سند سے وہ روایت مسند نقل کی گئی ہو۔

ب ۔ مرسل اوّل کے علاوہ کسی اور سند سے مرسلاً روایت کرے۔

ج ۔ وہ کسی صحابی کے قول کے موافق ہو۔

د ۔ اکثر اہلِ علم نے اس کے مقتضا کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (۸۷)

جب مذکورہ چاروں شرطیں پائی جائیں تو ایک مرسل روایت اور اس کی تائید کرنے والی دوسری مرسل حدیث تخریج کرنا صحیح ہے حتّٰی کہ اگر وہ دونوں کسی خبر واحد صحیح کی مخالفت کر رہی ہوں اور اگر ان کو جمع کرنا ممکن نہ ہو تو تعددِ طرق کی وجہ سے مرسل روایت کو ترجیح حاصل ہوگی۔

صحابیؓ کا مرسل کوئی صحابیؓ نبی کریمؐ سے کوئی ایسی روایت نقل کرے۔ جس کے متعلق یقین ہو کہ کم عمری قبولِ اسلام میں تاخیر یا بیان کردہ واقعہ کے وقت غیر حاضری کی بنا پر اس تک یہ روایت کسی صحابی کے واسطہ سے پہنچی ہوگی لیکن وہ اس صحابیؓ کا نام لیے بغیر نبی کریمؐ نقل کرے تو یہ روایت صحابی کا مرسل کہلائے گی جیسے عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن زبیر کی روایات۔

مرسل صحابی کا حکم : صحیح اور مشہور قول کے مطابق جس کو ائمہ حدیث کی اکثریت نے اختیار کیا صحابی کی مرسل صحیح ہے اور اس سے استدلال جائز ہے کیونکہ اس بات کا امکان نہیں کہ صحابی کسی تابعی

---

(۸۷) شافعی، محمد بن ادریس ۔ الرسالہ (۱۲۶۴ تا ۱۲۶۹) مصر، مصطفیٰ البابی ۱۳۰۹ھ ص ۴۶۱، ۴۶۲۔
تدوین و تحقیق: احمد محمد شاکر

سے روایت نقل کریں اگر ایسی بات ہوتی ہے تو وہ اس کی صراحت کرتے ہیں۔ جب وہ اس بات کی صراحت نہیں کرتے اور نبی کریمؐ سے منسوب کوئی روایت نقل کرتے ہیں تو ظاہر یہی ہوتا ہے کہ انہوں نے کسی صحابی سے سُنی ہوگی اور ان کا نام حذف کر دیا جو سند کی ثقاہت کے لئے نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ صحابہ سارے کے سارے عدل و صدوق ہیں۔

ایک ضعیف و مردود قول کے مطابق صحابی کا مرسل بھی عام مرسل کی طرح ہے۔

مصنفات :

الف ۔ ابو داؤد کی المراسیل

ب ۔ ابن ابی حاتم کی المراسیل (۸۸)

ج ۔ ابو سعید خلیل بن کیکلد العلائی کی جامع التحصیل لاحکام المراسیل (۸۹)

معضل

لغوی مفہوم : ۔ اعضل سے اسم مفعول ہے یعنی تھکا دینا، عاجز کر دینا، مشکل میں ڈالنا۔

اصطلاحی معنیٰ : جس سند سے دو یا دو سے زائد راوی مسلسل ساقط ہو جائیں۔

مثال : امام حاکم نے قعنبی عن مالک تک اپنی سند سے ابو ہریرۃؓ کی ایک روایت نقل کی ہے۔ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا۔

---

(۸۸) ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس رازی ۳۲۷ھ مرسل روایات کا مجموعہ ہے۔ مرسل راوی کے حروفِ تہجی کے اعتبار سے اس کتاب کو مرتب کیا گیا ہے ۴۷۶ رواۃ سے مختلف مرسل روایات نقل کی گئی ہیں۔ اس کتاب کو جو ۲۲۱ صفحات پر مشتمل ہے دار الکتب العلمیہ، بیروت نے ۱۹۸۳ میں احمد عصام الکاتب کی تعلیقات کے ساتھ شائع کیا ہے۔ (مترجم)

(۸۹) صلاح الدین ابو سعید خلیل بن کیکلد علائی م ۷۶۱ھ کی یہ کتاب حمدی عبدالمجید سلفی کی تحقیقات و تعلیقات کے بعد ۱۴ مخطوطات کی مدد سے وزارۃ اوقاف بغداد نے ۱۹۷۸ میں شائع کی ہے۔ فاضل مؤلف کو حافظ ذہبی اور ابن تیمیہ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ مؤلف نے کتاب میں مرسل، منقطع اور معضل کے لغوی و اصطلاحی معنی اور پھر مرسل کے احکام پر استیعاب کے ساتھ اقوال نقل کئے ہیں۔ (مترجم)

" للمملوك طعامهٗ وكسوتهٗ بالمعروف ولا يكلف العمل الامايطيق "

(غلام کا کھانا اور لباس اچھا ہونا ضروری ہے اور اس کو اسی کام کا پابند بنایا جائے جس کو وہ سرانجام دے سکے)

امام حاکم اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ مالک سے معضل ہے اور امام مالک نے موطا میں بھی اس کو معضل ہی نقل کیا ہے (۹۰)

یہ روایت معضل اس بنا پر ہے کہ مالک اور ابو ہریرۃ رضؓ دو وسائط ذکر نہیں کئے گئے۔ اس کی اصل سند اس طرح ہے۔ عن مالک عن محمد بن عجلان عن ابیہ عن ابی ہریرۃ رضؓ (۹۱)

حکم۔ ائمہ حدیث اور علماء جرح و تعدیل کا اتفاق ہے کہ۔

معضل حدیث ضعیف ہے۔ حجت ہونے میں مرسل اور منقطع سے بھی کم درجہ کی ہے (۹۲)

معضل اور معلق میں فرق

معلق کی تعریف میں گذر چکا ہے کہ سند کی ابتداء سے ایک یا ایک سے زائد مسلسل راوی ساقط ہوں جبکہ معضل میں دو یا دو سے زائد رواۃ کا حذف ضروری ہے لیکن چاہے سند کی ابتداء میں ہو، وسط میں ہو یا انتہا میں۔ لہٰذا اگر کسی سند کی ابتداء سے دو مسلسل راوی محذوف ہوں تو وہ معضل ہے معلق نہیں اور اگر ابتداء سند سے صرف ایک روای ساقط ہے تو وہ معلق ہے معضل نہیں۔

معضل روایات پر مشتمل مؤلفات

سیوطی کے مطابق معضل۔ منقطع اور مرسل روایات پر حسب ذیل دو کتب مشتمل ہیں (۹۳)

---

(۹۰) معرفۃ علوم الحدیث ص ۴۶

(۹۱) حوالہ بالا

(۹۲) خطیب۔ الکفایہ ص ۴۶۔ سیوطی۔ تدریب ج ۱: ص ۲۹۵

(۹۳) سیوطی۔ تدریب ج ۱: ص ۲۱۴

منقطع

لغوی معنیٰ : انقطاع سے اسم فاعل ہے اور اتصال کی ضد ہے۔

اصطلاحی معنیٰ : جس کی سند کسی بھی وجہِ انقطاع کے باعث متصل نہ ہو۔

وضاحت یعنی ہر وہ سند جو کسی بھی مقام سے منقطع ہو، سند کے اول حصہ سے وسط سے یا انتہائے سند سے۔ اس تعریف کی بنیاد پر اس میں مرسل، معلق اور معضل سب داخل ہو گئے لیکن علم اصطلاح کے متاخرین علماء نے منقطع کی تخصیص کی ہے اور اسے دوسری اقسام سے ممتاز کیا ہے۔ منقطع کے یہ معنیٰ متقدمین کے ہاں بھی اکثر مستعمل تھے۔ اسی بنا پر امام نووی فرماتے ہیں:

"اکثر و بیشتر اس لفظ کا استعمال اس سند میں ہوتا ہے جہاں تبع تابعی، تابعی کو ترک کر کے براہِ راست صحابیؓ سے روایت نقل کرے مثلاً مالک عن ابن عمرؓ" (۹۴)

متاخرین کے نزدیک تعریف علماء متاخرین نے منقطع کی تعریف یہ کی ہے کہ سند کا ہر وہ انقطاع جو مرسل، معضل اور معلق میں سے کسی کی بنیاد نہ بنتا ہو چنانچہ انقطاع کی ان تین صورتوں کے علاوہ جو بھی انقطاع ہو گا، منقطع کی تعریف میں داخل ہو گا۔

الف ۔ اول سند سے کوئی راوی محذوف ہو۔

ب ۔ آخر سند سے کوئی راوی ساقط ہو۔

ج ۔ سند کے کسی بھی حصہ سے کوئی سے دو راوی مسلسل محذوف ہوں (۹۵)

پھر یہ انقطاع سند میں کسی ایک مقام پر بھی ہو سکتا ہے اور ایک سے زائد مختلف مقامات پر بھی

مثال :۔ حاکم کی روایت جسے امام نے عبدالرزاق عن ثوری عن ابی اسحٰق عن زید بن یثیع عن حذیفہ مرفوعاً نقل کیا ہے۔

"ان ولیتموھا ابابکر فقوی امین" (۹۶)

---

(۹۴) ۔ سیوطی، تدریب: ج ۱: ص ۲۰۸ (۹۵) ابن حجر، شرح شرح نخبۃ الفکر۔ ص ۱۱۴

(۹۶) حاکم، معرفۃ علوم الحدیث۔ ص ۳۶

(اگر اس کا والی ابو بکرؓ کو بنادو تو وہ قوی اور امین ہیں)

اس سند کے وسط میں ابو اسحٰق اور ثوری کے درمیان شریک ساقط ہیں کیونکہ ثوری نے ابو اسحٰق سے براہ راست سماع نہیں کیا البتہ شریک ابو اسحٰق کے شاگرد ہیں اور یہ انقطاع مرسل معلق اور معضل کی شرائط کو پورا نہیں کرتا۔ لہذا یہ سند منقطع ہے۔

حکم :- علماء کا اس بات پر اتفاق کہ راوی محذوف کا حال معلوم نہ ہونے کی بنا پر یہ روایت ضعیف ہے۔

مدلَّس

لغوی مفہوم : تدلیس سے اسم مفعول ہے اور تدلیس خریدار سے سامان کے عیب چھپانے کو کہتے ہیں۔ تدلیس کی اصل دلس ہے اور دلس کے معنٰی تاریکی یا تاریکی کی آمیزش کے ہوتے ہیں۔ حدیث مدلَّس میں کیونکہ مدلِّس حدیث کے عالم سے چھپانے کی کوشش کرتا ہے جس سے حدیث کا معاملہ تاریکی میں جانے لگتا ہے اس لئے اس کی حدیث کو مدلَّس کہا جاتا ہے (۹۷)

اصطلاحی معنٰی ۔ سند کے عیب کو چھپانا اور اس کے حسن کو ظاہر کرنا۔

اقسام تدلیس :- تدلیس کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں

الف : اسناد کی تدلیس

ب :- شیوخ کی تدلیس

اسناد کی تدلیس

تدلیس اسناد کی تعریف میں علماء کی مختلف آراء نقل کی گئی ہیں۔ ان میں سے صحیح و ادق ترین تعریف ابو احمد بن عمرو بزاز اور ابو الحسن ابن قطان کی نقل کی جاتی ہے۔

" راوی اپنے ایسے شیخ سے جس سے اس کا سماع ثابت ہو، ایسی روایت نقل کرے جو اس سے نہ سنی ہو اور اس بات کی صراحت نہ کرے کہ یہ روایت میں نے اپنے شیخ سے نہیں سنی "۔ (۹۸)

---

(۹۷) القاموس - ج ۲ : ص ۲۲۴

وضاحت :- اس تعریف کے معنیٰ یہ ہیں کہ کوئی راوی اپنے کسی شیخ سے جس سے اس نے احادیث نقل کی ہیں ایسے الفاظ سے نقل کرے جو براہِ راست سماع کو صراحتہً ثابت کرتے ہوں مثلاً لفظ عن یا قال کے ساتھ اور یہ روایت اس نے کسی اور سے سنی ہو۔ ایسی روایت مدلس عموماً سمعت یا حدثنی کے لفظ سے نقل نہیں کرتے تاکہ اس لفظ کی بنا پر وہ جھوٹا ثابت نہ ہو۔ پھر راوی جس کا ذکر نہیں کیا گیا کی تعداد ایک یا ایک سے زائد ہو سکتی ہے۔

مدلس اسنادی اور ارسال خفی میں فرق

ابوالحسن بن القطان مدلس اسنادی کی مذکورہ تعریف بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"ارسال خفی اور مدلس میں فرق یہ ہے کہ ارسال اس شیخ سے روایت کرنے کو کہتے ہیں جس سے اس نے سماع نہ کیا ہو"۔ (۹۹)

اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ مدلس اور مرسل خفی اپنے شیخ کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب کرتے ہیں جو اس نے ان سے نہیں سنی۔ فرق یہ ہے کہ تدلیس کرنے والے نے اس شیخ سے احادیث سنی ہوں گی جبکہ ارسال کرنے والے کو اس شیخ سے شرف تلمذ حاصل نہ ہو گا صرف معاصرت یا ملاقات ثابت ہو گی۔

مثال - امام حاکم نے ایک روایت علی بن خشرم تک کی سند سے ایک روایت نقل کی جس میں ابن خشرم فرماتے ہیں کہ" ہمارے سامنے ابن عیینہ نے زہری سے ایک روایت نقل کی۔ ابن عیینہ سے پوچھا گیا کیا زہری سے تم نے یہ بات سنی۔ فرمایا زہری سے سنی نہ اس سے جس نے زہری سے سُنی۔ اس سوال جواب کے بعد وہ اس سند کو متصل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرزاق نے معمر سے اور معمر نے زہری سے نقل کی" (۱۰۰) اس مثال میں ابن عیینہ نے اپنے اور زہری کے درمیان دو راوی ساقط کر دیئے۔

---

(۹۸) سخاوی، شمس الدین، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث، قاہرہ وکالۃ النخلۃ ۱۹۳۷ء جزو ۲ : ص ۸۴

(۹۹) حوالہ بالا (۱۰۰) معرفۃ العلوم الحدیث

تدلیس تسویہ:- یہ درحقیقت تدلیس اسنادی کی قسم ہے۔

تعریف تعریف اس کی یہ ہے کہ کوئی راوی اپنے شیخ سے روایت کرے اور پھر دو ثقہ راویوں کے درمیان واسطہ بننے والے ضعیف راوی کو درمیان سے ساقط کر دے جبکہ ان دو ثقہ راویوں کی آپس میں ملاقات ثابت ہو۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک راوی اپنے ثقہ شیخ سے روایت نقل کرے وہ شیخ کسی ضعیف راوی اور ضعیف راوی ثقہ راوی سے روایت کر رہا ہو اور ان دو ثقہ راویوں کی آپس میں ملاقات ثابت ہو۔ چنانچہ تدلیس کرنے والا راوی اپنے ثقہ شیخ سے روایت نقل کرے اور درمیان سے ضعیف راوی کو حذف کر کے دوسرے ثقہ راوی کا نام کسی غیر یقینی لفظ سے نقل کرے۔ اس طرح وہ سند کو ثقاہت کے اعتبار سے برابر کر دے۔

تدلیس کی یہ قسم قبیح ترین قسم ہے کیونکہ ثقہ اول تدلیس میں مشہور نہ ہوں گے اور سند کا علم رکھنے والا شخص بھی جب روایت کو دیکھے گا ایک ثقہ دوسرے ثقہ سے نقل کر رہے ہیں تو وہ دھوکہ میں آکر روایت کی صحت کا حکم لگا دے گا۔

تدلیس تسویہ کرنے والے مشہور راوی

۱۔ بقیہ بن ولید ابو مسہر فرماتے ہیں کہ احادیث بقیہ تدلیس سے پاک نہیں ہیں اس لیے ان سے بچ کر رہو۔ (۱۰۱)

۲۔ ولید بن مسلم امام ابن ابی حاتم نے کتاب العلل میں اپنے والد سے اسحٰق بن راھویہ کی ایک حدیث عن بقیہ عن ابی وہب اسدی عن نافع عن ابن عمر ایک روایت نقل کی ہے۔

"لا تحمدوا اسلام المرء حتّٰی تعرفوا عقدۃ رأیہ" (۱۰۲)

(کسی کے اسلام کی تعریف نہ کرو یہاں تک کہ اس کی رائے کو اچھی طرح نہ جان لو)

ابن ابی حاتم اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اپنے والد کا قول نقل کرتے ہیں۔

اس حدیث میں ایک ایسی بات ہے جسے کم لوگ سمجھتے ہیں وہ یہ کہ عبداللہ بن عمرو (ثقہ) اسحٰق

---

(۱۰۱) ابن حجر عسقلانی۔ احمد بن علی۔ تہذیب التہذیب (۸۷۸) حیدرآباد دکن، دائرۃ المعارف ج ۱: ص ۴۷۶

(۱۰۲) ابن ابی حاتم۔ ابو محمد عبدالرحمٰن الرازی۔ علل الحدیث قاہرہ المطبعۃ السلفیہ ۱۳۴۴ھ ج ۲: ص ۱۵۴

ابی خروۃ (ضعیف) سے اور وہ نافع (ثقہ) عن ابن عمرؓ عن النبیؐ نقل کرتے ہیں۔ عبید اللہ بن عمرو کی کنیت ابو وہب ہے اور آپ قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتے ہیں۔ بقیہ نے آپ کا نام لینے کی بجائے آپ کی کنیت ابو وہب اور نسبت اسدی کو ذکر کیا تاکہ قاری کا ذہن عبید اللہ کی طرف منتقل نہ ہو اور اسحٰق بن ابی خروۃ کے ترک کا اسے علم نہ ہو (۱۰۳)

تدلیس شیوخ :- شیوخ کی تدلیس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی راوی اپنے شیخ سے کوئی روایت نقل کرے جو اس نے اس سے سنی ہو لیکن وہ شیخ کا نام لینے کے بجائے اس کی غیر معروف کنیت، نسبت یا کوئی وصف نقل کرے تاکہ وہ پہچانا نہ جائے۔ (۱۰۴)

مثال :- امام جرح و تعدیل ابوبکر بن مجاہد کا قول

"ہم سے عبد اللہ بن ابی عبد اللہ نے حدیث بیان کی" اور اس سے مراد ان کی ابوبکر بن ابی داؤد سجستانی ہوں۔

تدلیس کا حکم علماء کے نزدیک شدید ناپسندیدہ ہے، اکثر علماء نے اس کی مذمت کی ہے اور سب سے شدید مذمت شعبہ نے مختلف اقوال میں کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"تدلیس جھوٹ کا بھائی"

تدلیس تسویہ اس سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہے، عراقی فرماتے ہیں۔

"جو جان بوجھ کر ایسا کرے اس کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی"

تدلیس شیوخ کی کراہت نسبتاً خفیف ہے کیونکہ تدلیس کرنے والے نے کسی راوی کو ساقط نہیں کیا۔ البتہ کراہت اس بنا پر آئی کہ اس نے جس سے روایت نقل کی اسے چھپایا اور سامع پر اس کی سند کی پہچان مشکل کر دی۔ اس کی کراہت ایسا کرنے والے کی غرض سے بدل جاتی ہے۔

تدلیس کے اسباب

تدلیسِ شیخ کرنے کے عموماً حسبِ ذیل چار اسباب ہوتے ہیں۔

---

(۱۰۳) شرح الفیۃ عراقی ج ۱: ص ۱۹۔ سیوطی، تدریب ج ۱: ص ۲۲۵

(۱۰۴) ابن الصلاح ۔ علوم الحدیث ص ۶۷

۱۔ شیخ کا ضعیف یا غیر ثقہ ہونا۔

۲۔ شیخ کی وفات تک اس سے کثیر جماعت نے استفادہ کیا ہو لیکن ہم عصر ہونے کے باوجود راوی مستفید نہ ہوا ہو۔

۳۔ شیخ کی عمر راوی کی عمر سے کم ہو۔

۴۔ راوی نے اس قدر کثرت سے ان سے روایات نقل کی ہوں کہ کسی ایک صورت میں وہ ان کے نام کے ذکر کو ضروری نہ سمجھتا ہو۔

تدلیس اسنادی کے اسباب حسبِ ذیل ہیں

۱۔ سند کے بلند ہونے کا وہم پیدا کرنا۔

۲۔ ایسے شیخ سے جن سے کثرت سے سماع کیا ہو، ایک یا چند احادیث کا فوت ہو جانا۔

۳، ۴، ۵، تدلیس شیوخ کے پہلے اسباب۔

تدلیس کرنے والے کے مذموم ہونے کے اسباب

۱۔ ایسے شخص سے سماع کا وہم پیدا کر رہا ہے، جس سے اس نے سماع نہیں کیا۔

۲۔ یقین کو چھوڑ کر شک کی راہ اختیار کرنے والا ہے

۳۔ وہ جانتا ہے کہ جس راوی کو ترک کیا گیا ہے اس کا ذکر کرنا مناسب نہیں۔ (۱۰۵)

تدلیس کرنے والے کی روایت کا حکم علماء حدیث نے مدلس کی روایت قبول کرنے میں علماء کے مختلف اقوال نقل کئے ہیں جن میں مشہور ترین ذکر کئے جاتے ہیں۔

الف :۔ مدلس کی روایت ناقابل قبول ہے اگرچہ وہ سماع کو بیان کر دے کیونکہ تدلیس کے ذریعہ اس کا کردار مجروح ہو گیا ہے (یہ قول معتبر نہیں ہے)

ب :۔ تفصیل

۱۔ اگر مدلس لفظ "سمعت"، یا اسی قسم کے کسی دوسرے لفظ سے صراحتہً سماع ثابت نہیں کر رہا ہے تو

---

(۱۰۵) خطیب بغدادی۔ الکفایہ ص ۳۸۵

اس کی روایت معتبر نہیں ہے۔ (۱۰۶)

تدلیس کی علامت:۔ تدلیس کی علامت جس سے تدلیس پہچانی جائے دو ہیں۔

۱۔ خود مدلّس اس بات کی خبر دیتا ہے جیسے ابن عیینہ کی مثال میں گزر چکا۔

۲۔ کسی ایسے امام کی طرف تحقیق وجستجو کے بعد صراحت جو اس فن میں دقتِ نظر رکھتے ہیں۔

مصنفات

تدلیس اور مدلّس میں کثیر تصانیف مرتب کی گئی ہیں جن میں چند حسب ذیل ہیں۔

الف۔ خطیب بغدادی کی تین تصانیف جن میں سے ایک مدلسین کے ناموں پر مشتمل ہے۔

"البتیین لأسماء المدلسین" جبکہ دوسری دو تدلیس کی مختلف انواع کے بیان پر مشتمل ہیں

ب۔ برہان الدین بن حلبی کی کتاب "البتیین لأسماء المدلسین"

ج۔ ابن حجر کی کتاب تعریف اھل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس۔

المرسل الخفی

لغوی مفہوم:۔ ارسال سے اسم مفعول ہے بمعنٰی چھوڑ دینا۔ مرسل بھی سند کو متصل کئے بغیر چھوڑ دینا ہے اور خفی واضح کی ضد ہے۔ مرسل کی یہ نوع اس قدر غیر واضح ہوتی ہے کہ تحقیق کے بغیر اس کا علم نہیں ہوتا۔

اصطلاحی معنٰی:۔ راوی ایسے الفاظ سے روایت نقل کرے جو کہ سماع کا بھی احتمال رکھتے ہوں اور عدمِ سماع کا بھی جیسے "قال" جبکہ مروی عنہ (شیخ) سے اس کا ہم زمانہ ہونا ثابت ہو یا اس سے ملاقات کا ثبوت ملتا ہو اور وہ روایت اس نے شیخ سے سنی ہو۔

مثال:۔ ابن ماجہ نے عمر بن عبدالعزیز عن عقبہ بن عامر نبی کریم کا ایک قول نقل کیا ہے "رحم اللہ حارس الحرس" (۱۰۷)

---

(۱۰۶) ابن الصلاح۔ علوم الحدیث: ص ۷۵

(۱۰۷) ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، کتاب السنن، بیروت، دار احیاء التراث العربی ج ۲: ص ۹۲۵، باب فضل الحرس، کتاب الجہاد۔ حدیث نمبر ۲۷۶۹ تعلیق۔ محمد فواد عبدالباقی

(اللہ تعالیٰ (جہاد کے) گھوڑے کے نگہبان پر رحم کرے)
امام مزی کے مطابق عمر نے عقبہ سے ملاقات نہیں کی۔

ارسال خفی کی علامت

ا۔ ائمہ جرح و تعدیل میں سے کسی کی صراحت کہ اس راوی کا مروی عنہ سے ملاقات یا سماع ثابت نہیں۔

ب۔ ارسال کرنے والا راوی خود اس بات کی خبر دے اس نے مروی عنہ سے ملاقات یا سماع نہیں کیا۔

ج۔ مرسل روایت کسی دوسری سند سے بھی منقول ہو جس میں اس راوی اور اس کے شیخ کے درمیان کوئی اور واسطہ مذکور ہو۔ اس تیسری صورت میں علماء کا اختلاف ہے کیونکہ یہ "المزید فی متصل الاسانید" کی قسم سے بھی ہو سکتی ہے (جس کا ذکر آگے آئے گا)

حکم :۔ مرسل روایت منقطع کی طرح ضعیف ہے اور جب انقطاع ظاہر ہو جائے تو اس کا حکم بھی منقطع کی طرح ہو گا۔

خطیب بغدادی کی کتاب "کتاب التفصیل لمبہم المراسیل"

معنعن اور مؤنن

تمہید :۔ روایتِ مردود کی چھ اقسام جن کے مردود ہونے کا سبب سند میں کوئی انقطاع تھا، گذر چکی ہیں لیکن معنعن اور مؤنن میں اختلاف ہے کہ آیا یہ منقطع کی اقسام ہیں یا متصل کی۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں سند میں انقطاع کی بنا پر مردود انواع کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے۔

معنعن

لغوی مفہوم :۔ عنعن سے اسم مفعول ہے یعنی کسی کا "عن عن" کہنا۔
اصطلاحی معنی :۔ کسی راوی کا یہ کہنا کہ فلاں عن فلاں

مثال :- ابن ماجہ نے عثمان بن ابی شیبہ عن معاویہ بن ہشام عن سفیان عن اسامہ عن زید عن عثمان بن عروۃ عن عروۃ عن عائشہ ایک روایت نقل کی ہے۔

" قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علیٰ میامن الصفوف" (۱۰۸)

(نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے برابر صفوں پر درود بھیجتے ہیں)

معنعن متصل ہے یا منقطع

اس بارہ میں علماء کے دو اقوال ہیں۔

الف۔ کہا گیا ہے کہ یہ منقطع ہے جب تک کہ اس کا اتصال نہ بیان کیا جائے۔

ب۔ صحیح قول جس پر عمل بھی ہے اور جو علماء حدیث، فقہ اور اصول فقہ کی اکثریت کی رائے بھی ہے وہ یہ کہ معنعن بعض شرائط کے ساتھ متصل قرار دی جا سکتی ہے۔ ان شرائط میں سے دو پر علماء کا اتفاق ہے جبکہ دیگر شرائط میں اختلاف ہے۔ بہرحال جن اول دو شرائط پر علماء کا اتفاق ہے۔ ان کا موجود ہونا ضروری ہے۔ جبکہ امام مسلمؒ کا مسلک یہ ہے کہ انہی دو پر اکتفا کیا جائے۔

۱۔ معنعن کرنے والا راوی مدلس نہ ہو۔

۲۔ معنعن کرنے والے راوی کی مروی عنہ سے ملاقات کا امکان موجود ہو۔

۳۔ امام بخاری ابن المدینی اور بعض محققین کے نزدیک ملاقات کا ثبوت ضروری ہے۔

۴۔ ابوالمظفر سمعانی کے نزدیک طویل صحبت ضروری ہے۔

۵۔ ابو عمرو دانی کے نزدیک راوی کا مروی عنہ سے روایت کرنا مشہور ہو۔

مؤنّن

لغوی مفہوم :- اَنَّن سے اسم مفعول ہے یعنی انّ انّ کہنا۔

---

(۱۰۸) ابن ماجہ، سنن ج ۱: ص ۳۲۱ باب فضل میمنۃ الصف حدیث نمبر ۱۰۰۵ کتاب الصلوۃ

اصطلاحی معنیٰ : راوی کا یہ کہنا " حدثنا فلان أن فلان قال "۔

حکم :- الف - امام احمد کے نزدیک یہ اس وقت منقطع ہے جب تک کہ اس کا اتصال نہ بیان کیا جائے

ب - عن کی طرح ہے اور عن میں جو شرائط مذکور ہیں - ان شرائط کے ساتھ متصل ہے ۔

بحث ثالث

راوی میں کسی طعن کی بنا پر مردود

طعن راوی سے مراد ہے کہ اس کو ہدف تنقید بنایا جائے اور اس کے تقویٰ و تدین، اس کی عدالت، اس کی قوتِ ضبط و حافظہ اور عقل و خرد کو زیر بحث لایا جائے۔

طعنِ راوی کے اسباب

راوی پر طعن کے دس اسباب ہیں جن میں سے پانچ کا تعلق راوی کے کردار سے اور پانچ کا تعلق اس کی قوتِ حافظہ سے ہے

کردار سے متعلق

۱۔ کذب (جھوٹ)

۲۔ جھوٹ کی تہمت (الزام)

۳۔ فسق (گنہگار ہونا)

۴۔ بدعۃ (بدعت کا مرتکب ہونا)

۵۔ جہالت

قوتِ حافظہ سے متعلق

۱۔ اغلاط کی کثرت

۲۔ حافظہ کا خراب ہونا

۳۔ غفلت کا پایا جانا

۴۔ وہم کی کثرت

۵۔ ثقہ راویوں کی مخالفت

حسبِ بالا اسباب کی بنا پر مردود قرار دی جانے والی حدیث کی انواع پر یکے بعد دیگرے بحث کی جائے گی اور اس بحث کی ابتدا طعن کے سب سے بڑے سبب سے کی جائے گی۔

موضوع

جب کسی راوی پر نبی کریمؐ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے کا ثبوت مل جائے تو اس کی روایات کو موضوع کہا جاتا ہے۔

لغوی مفہوم: وضع سے اسم مفعول ہے یعنی کسی چیز کو پست کر دینا اور اس نوع کی پستی کی وجہ سے اس کا نام موضوع رکھا گیا ہے۔

اصطلاحی معنی: "ایک ایسا جھوٹ جسے گھڑ کر نبی کریمؐ کی طرف منسوب کر دیا جائے۔

مقام و مرتبہ: انواعِ ضعف کی سب سے بری اور قبیح ترین قسم ہے حتیٰ کہ بعض علماء حدیث نے اس ضعیف کی اقسام میں شمار کرنے کی بجائے ایک مستقل قسم شمار کیا ہے۔

حکم: ائمہ حدیث کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب کسی راوی کو حدیث کے موضوع ہونے کا علم ہو جائے تو اس کے لیے روایت نقل کرنا کسی بھی حال میں حلال نہیں اِلاّ یہ کہ وہ حدیث بیان کرنے کے بعد تصریح کر دے کہ یہ موضوع ہے۔ کیونکہ رسول اللہ علیہ وسلم کا فرمان امام مسلمؒ نے نقل کیا: "من حدث عنی بحدیث یریٰ انہ کذب فھو أحد الکذابین۔

(جو مجھ سے ایسی حدیث بیان کرے جس کے بارہ میں وہ یہ سمجھتا کہ وہ جھوٹ ہے وہ جھوٹوں میں ایک جھوٹا ہے)

حدیثیں وضع کرنے والوں کا طریقہ

الف۔ واضعینِ حدیث اپنے وضع کردہ کسی کلام کو سند کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں اور اسے نبی کریمؐ سے منسوب کرتے ہیں۔

ب۔ کسی فلسفی کے قول کو سنداً نبی کریمؐ سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔

درج ذیل امور کے ذریعہ روایت موضوع کو پہچانا جا سکتا ہے۔

---

(۱۰۹) مسلم۔ مقدمہ مسلم۔ ج ۱: ص ۷۔ باب فی التحذیر من الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الف ۔ واضع کا اقرار حدیث وضع کرنے والا خود اقرار کرے کہ اس نے حدیث وضع کی ہے جیسے ابو عصمہ نوح بن مریم نے قرآن کریم کی سورتوں کے علیحدہ علیحدہ فضائل پر ابنِ عباس سے منسوب احادیث کی وضع کا اقرار کیا ہے ۔

ب ۔ مشابہ اقرار جیسے کوئی راوی کسی شیخ سے کوئی حدیث نقل کرے، جب اس سے اس شیخ کی تاریخ ولادت پوچھی جائے تو وہ ایسی تاریخ بتلائے جو یہ ثابت کرتی ہو کہ اس شیخ کی وفات اس کی ولادت سے قبل ہو گئی تھی اور حدیث کی کوئی اور سند اس کے پاس نہ ہو ۔

ج ۔ دلالت قرینہ (راوی) قرینہ کی دلالت سے بھی وضع حدیث کا علم ہوتا ہے مثلاً کوئی رافضی راوی فضائل اہل بیت میں کوئی روایت نقل کرے ۔

د ۔ دلالت قرینہ (روایت) حدیث کے الفاظ معیار بلاغت سے گرے ہوئے ہوں ۔ عقل کے خلاف ہوں یا نص قرآنی کی مخالفت کر رہے ہوں ۔

مقاصد و اصناف وضع

الف ۔ تقرب الی اللہ نیک کاموں میں ترغیب اور بُرے کاموں سے نفرت پیدا کرنے کے لیے احادیث وضع کی جاتی ہیں ۔ اس قسم کی احادیث وضع کرنے والے لوگ اہلِ زہد و تقویٰ کہلاتے ہیں ۔ واضعین حدیث کی یہ جماعت برائی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے کیونکہ عام لوگ ان کی وضع کردہ روایات کو ثقہ سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں ۔

اس جماعت میں میسرۃ بن عبدربہ کا نام نمایاں ہے ۔ ابن حبانؒ نے ان کو ضعفاء میں شمار کیا ہے ۔ ابن مہدی فرماتے ہیں کہ " میں نے میسرۃ سے پوچھا کہ تو نے مخصوص سورتوں کی تلاوت پر بعض خاص فضیلتوں پر مشتمل روایات کس سے سنی ہیں "؟ تو میسرہ نے جواب دیا ۔ " میں نے لوگوں کو ترغیب دلانے کے لئے خود وضع کی ہیں " (۱۱۰)

ب ۔ اپنے مذہب کا پرچار اپنے مسلک و فرقہ کی تائید میں وضع حدیث کا سلسلہ خصوصاً دور فتن اور مختلف سیاسی فرقوں مثلاً خوارج اور شیعہ کے ظہور کے بعد شروع

---

(۱۱۰) سیوطی ۔ تدریب ج ۱ : ص ۲۸۳

ہوا۔ مثلاً یہ روایت :

"علی خیر البشر من شك فیه فقد کفر"

(علیؓ خیر البشر ہیں جس نے اس میں شک کیا، اس نے کفر کیا)

ج۔ دین کی مخالفت زنادقہ کی ایک جماعت جو علی الاعلان دین کی مخالفت پر قدرت نہیں رکھتی نے یہ خبیث طریقہ اختیار کیا کہ اسلام میں اعتراض اور شکوک و شبہات پیدا کرنے والی روایات وضع کیں۔ ان لوگوں میں محمد بن سعید شامی جسے زندیقیت کی بنا پر پھانسی دی گئی کا نام بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس شخص نے حمید عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روایت وضع کی۔

"انا خاتم النبیین لا نبی بعدی الا ان یشاء اللہ" (۱۱۱)

(میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا مگر جسے اللہ چاہے)

علم حدیث میں دقت نظر رکھنے والوں اور صحیح و موضوع کے امتیاز کو بیان کرنے والوں نے احادیث موضوعہ کی تفصیلات کو بحمد اللہ کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔

حکام وقت کی رضا جوئی بعض ضعیف الایمان لوگوں نے محض حاکم وقت کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ایسی احادیث وضع کیں جو حکام کے دینی انحراف کی تائید کرتی ہوں۔ مثلاً غیاث بن ابراہیم نخعی کوفی کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ امیر المومنین خلیفہ مہدی کے پاس گیا۔ خلیفہ اس وقت کبوتر کے ساتھ کھیل رہے تھے، غیاث نے سند متصل کے ساتھ نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا۔

"لا سبق الا فی نصل او خف او حافر (۱۱۲)

(مسابقت نہیں مگر تیر اندازی، اونٹ اور گھڑ دوڑ میں) "او جناح (یا پرندہ میں) کا اضافہ کر کے حدیث سنا دی اور یہ لفظ محض مہدی کی خوشنودی کی خاطر بڑھایا۔ مگر مہدی نے یہ سنتے ہی کبوتر کو ذبح

---

(۱۱۱) حوالہ بالا

(۱۱۲) غیاث بن ابراہیم کے متعلق رازی نے ائمہ جرح و تعدیل کی رائے نقل کی ہے کہ وہ کذاب ہے اور اپنے پاس سے احادیث وضع کرتا ہے۔ ابن ابی حاتم رازی۔ ابو محمد بن عبد الرحمن۔ الجرح والتعدیل بیروت۔ دار احیاء، ج ۷، ص ۵۷

کرنے کا حکم دے دیدیا اور یہ کہا کہ اس نے یہ حدیث صرف میرے لئے وضع کی ہے۔

ھ۔ طلب رزق واقتصاد جیسے بعض قصہ گو حضرات کسب معاش کی خاطر لوگوں کو واقعات و قصص وضع کر کے سناتے ہیں چنانچہ ایسے حیران کن اور عجیب قصص سن کر لوگ ان کو عطایا دیا کرتے جیسے ابوسعید مدائنی۔

ز۔ شہرت کا قصد بعض ایسے عجیب و غریب اقوال وضع کئے جاتے ہیں جو شیوخ الحدیث میں سے کسی سے منقول نہیں ہوتے۔ ایسے اقوال اپنی غرابت سند اور سننے میں نئے ہونے کی وجہ سے مقبول ہو جاتے ہیں جیسے ابن ابی وحید اور حماد نصیبی۔ (۱۱۳)

وضع حدیث میں کرامیۃ کا مذہب

اہل بدعت کا ایک فرقہ جو کرامیۃ کے نام سے معروف ہے اس بات کا قائل ہے کہ ترغیب یا ترہیب کے موقع پر احادیث کو وضع کرنا جائز ہے۔ وہ استدلال کرتے ہیں کہ حدیث من کذب علیّ متعمدا میں لیضل الناس کے لفظ کے اضافہ سے لیکن یہ اضافہ حفاظ حدیث کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ بعض کرامیہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نبی کریمؐ کے لئے (فائدہ کے لئے) جھوٹ بولتے ہیں نہ کہ نقصان کیلئے۔ یہ انتہائی ضعیف استدلال ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اسلام کی ترویج کے لئے جھوٹوں کی ضرورت نہیں۔

یہ نظریہ اجماع امت کے خلاف ہے حتیٰ کہ ابو محمد جوینی نے واضع حدیث پر کفر کا فتوی لگایا ہے۔

بعض مفسرین کی غلطی بعض مفسرین نے اپنی تفاسیر میں وضع کی صراحت کے بغیر بعض موضوع روایات کو نقل کر کے غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ خاص طور پر اُبی بن کعب کی وہ روایات جو علیحدہ علیحدہ سورتوں کی فضیلت بیان کرتی ہیں۔

ان مفسرین میں حسب ذیل مفسرین شامل ہیں۔

الف۔ ثعلبی

---

(۱۱۳) ایضاً ج ۱: ص ۲۸۶

ب ۔ واحدی

ج ۔ زمخشری

ذ ۔ بیضاوی

ھ ۔ شوکانی

مشہور مصنفات

الف :- ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات ۔ یہ اس موضوع پر قدیم ترین کتاب ہے لیکن احادیث پر پر وضع کا حکم لگانے میں مؤلف نے تساہل سے کام لیا ہے جس پر علماء حدیث نے ان پر تنقید کی ہے ۔

ب ۔ سیوطی کی اللآلئ المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة ابن الجوزی کی کتاب کا اختصار ہے اس پر تنقید ہے اور ان موضوع روایات کو نقل کیا گیا ہے جن کو ابن الجوزی نے ترک کیا ہے ۔

ج :- ابن عراق کنانی کی تنزیہ الشریعة المرفوعة عن الأحادیث الشنیعة الموضوعة سابقہ دونوں کتب کی تلخیص ہے اور اس موضوع پر سب سے جامع کتاب ہے ۔[114]

المتروک [115]

اگر راوی پر بسبب طعن جھوٹ کا الزام ہو جو کہ طعنِ راوی کا دوسرا سبب ہے تو اس کی روایت کو متروک کہا جائے گا ۔

لغوی مفہوم :- ترک سے اسم مفعول ہے ۔ کلام عرب میں ایسے انڈے کو جس میں چوزہ نکل چکا ہو "تریکہ" یعنی بے فائدہ کہا جاتا ہے (116)

---

(114) ان کتب کے علاوہ امام بخاریؒ کی کتاب الضعفاء الصغیر کتاب الضعفاء المتروکین اس موضوع پر اساسی مصدر کی حیثیت رکھتی ہیں ۔ امام بخاریؒ نے ضعفاء الصغیر میں رواۃ کا اور ضعفا المتروکین میں رواۃ کا تذکرہ جمع کیا ہے ۔ شوکانی نے فوائد المجموعہ فی بیان احادیث الموضوعہ کے نام سے ملا علی قاری نے المعضوعات الکبیر کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے (مترجم)

(115) حدیث کی یہ قسم پہلی مرتبہ ابن حجر نے شرح نخبة الفکر میں بیان کی ہے اس سے قبل ابن صلاح اور نووی نے یہ قسم بیان نہیں کی تھی ۔

اصطلاحی معنیٰ :۔ جس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس پر جھوٹ کا الزام لگایا گیا ہو۔

الزام کے اسباب کسی راوی پر جھوٹ کا الزام کے دو اسباب ہیں۔

الف ۔ راویِ متہم (جس پر الزام لگایا گیا ہے) ایک سند کے سوا کسی سند سے روایت نقل نہ کر رہا ہو اور قواعد معلومہ (۱۱۷) کی مخالفت کرتا ہو۔

ب ۔ عام عادت میں اس کا جھوٹا ہونا معروف ہو اگرچہ حدیث کی نقل میں اس کا جھوٹ ثابت نہ ہو۔

مثال :۔ عمرو بن شمر جعفی کوفی شیعہ، جابر عن ابی طفیل عن علی اور عمار ایک نقل روایت نقل کرتے ہیں

"کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقنت فی الفجر ویکبر یوم عرفۃ من صلوٰۃ الغداۃ و یقطع صلوٰۃ العصر آخر ایام التشریق" (۱۱۸)

(نبی کریم فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے اور یوم عرفہ کی فجر سے ایام تشریق کے اختتامی دن عصر کی نماز تک تکبیر پڑھتے)

امام نسائی دارقطنی و دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ عمرو بن شمر متروک الحدیث ہے (۱۱۹)

مرتبہ :۔ ضعیف روایات میں قباحت کے اعتبار سے روایات کی ترتیب حسب ذیل ہے۔

موضوع۔

متروک

منکر

معلل

مدرج

مقلوب

مضطرب

---

(۱۱۶) القاموس ج ۳ :ص ۳۰۶

(۱۱۷) قواعد معلومہ سے مراد عمومی اصول ہیں جنہیں علماء نے نصوص صحیحہ سے مستنبط کیا جیسے یہ اصول کہ میں اصل برأتِ ذمہ ہے (۱۱۸) حدیث (۱۱۹) میزان الاعتدال ج ۳ : ص ۲۶۸

ابن حجر نے بھی یہی ترتیب بیان کی ہے ۔ (۱۲۰)

منکر

راوی میں طعن کے تیسرے، چوتھے اور پانچویں سبب یعنی اغلاط کی کثرت غفلت کی زیادتی ۔ فسق کے ظہور میں سے کوئی ایک سبب پایا جاتا ہو اس کی حدیث کو منکر کہا جاتا ہے

لغوی مفہوم :۔ انکار کا اسم مفعول جو اقرار کی ضد ہے ۔

اصطلاحی معنیٰ : علماء حدیث نے منکر کی مختلف تعریفیں کی ہیں جن میں مشہور ترین دو ہیں ۔

۱۔ ایسی روایت جس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس نے کسی بڑی غلطی کا ارتکاب کیا ہو، غفلت سے کام لیا ہو یا اس کا فسق ظاہر ہو گیا ہو ۔ یہ تعریف ابن حجرؒ نے بیان کی ہے اور دیگر علماء نے اس کی تائید کی ہے ۔ (۱۲۱)

بیقونی نے اس تعریف کو منظوم کیا ہے ۔

ومنکر الفرد به راو غدا　　　تعدیله لا یحمل التفردا

۲۔ ضعیف راوی ایسی روایت نقل کرے جس میں ثقہ کی مخالفت ہو ۔ اس تعریف کو ابن حجر نے راجح قرار دیا ہے ۔ اس میں ضعیف راوی کی طرف سے ثقہ راوی کی مخالفت کا جزو اضافی ہے ۔

شاذ و منکر میں فرق

الف ۔ شاذ وہ روایت جو راوی مقبول روایت کرے لیکن اپنے سے قوی کی مخالفت کرے جبکہ منکر ضعیف راوی کی وہ روایت ہے جو ثقہ راوی کی مخالفت کر رہی ہو ۔ معلوم ہوا کہ ثقہ کی مخالفت میں دونوں مشترک ہیں البتہ شاذ روایت مقبول اور منکر روایت ضعیف ہے ۔ ابن حجر فرماتے ہیں ۔

"جن لوگوں نے ان کو برابر قرار دیا ہے، انہوں نے غفلت کا ارتکاب کیا ہے" (۱۲۲)

---

(۱۲۰) تدریب ج ۱ : ص ۲۹۵ شرح نخبۃ الفکر ص ۴۶

(۱۲۱) ابن حجر شرح نخبۃ الفکر ص ۱۲۱

(۱۲۲) ایضاً ص ۱۳۰ ۔ ابن صلاح نے شاذ و منکر کو برابر قرار دیا ہے دیکھئے ابن الصلاح ۔ علوم الحدیث ص ۸۱

مثال: پہلی تعریف کے مطابق مثال۔

نسائی اور ابن ماجہ نے ابو زکیر یحییٰ بن محمد بن قیس عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشہ نبی کریمؐ کا ایک قول نقل کیا ہے۔

"کلوا البلح بالتمر فان ابن آدم اذا أكله غضب الشيطان" (۱۲۳)

(سبز کھجوریں، تر کھجوروں کے ساتھ کھاؤ کیونکہ جب ابن آدم یہ اس طرح کھاتا ہے تو شیطان کو غصہ آتا ہے)

امام نسائی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔ ابو زکیر اس کو تنہا نقل کر رہے ہیں۔

ابو زکیر شیخ صالح ہیں امام مسلم نے متابعات میں آپ کی روایات نقل کی ہیں۔ لیکن آپ ایسے مقام پر نہیں ہیں آپ کے تفرد پر مدار کر لیا جائے (۱۲۴)

دوسری تعریف کے مطابق مثال:

ابن ابی حاتم نے حبیب بن حبیب زیات عن ابی اسحٰق عن عیزار بن حریث عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روایت نقل کی۔

"من أقام الصلوة وآتى الزكوة وحج البيت وصام وقرى الضيف دخل الجنة"

(جس نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی، حج بیت اللہ کیا، روزہ رکھا اور مہمان کی خدمت کی وہ جنت میں داخل ہوگا)

ابو حاتم فرماتے ہیں کہ یہ روایت منکر ہے کیونکہ حبیب کے سوا دوسرے ثقات نے ابو اسحٰق سے موقوفاً نقل کیا ہے۔ اور وہ روایت مشہور ہے۔

مقام و مرتبہ منکر کی مذکورہ دونوں تعریفوں سے واضح ہوا کہ منکر انتہائی ضعیف روایات میں سے ہے کیونکہ اس روایت کا راوی کثرت اغلاط، کثرت غفلت یا فسق میں مبتلا ہونے کے علاوہ ثقہ کی مخالفت کے ساتھ روایت نقل کرتا ہے۔ اسی بنا پر یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ

---

(۱۲۳) ابن ماجہ، سنن ج ۲: ص ۱۱۰۵ باب اکل البلح بالتمر۔ حدیث نمبر ۳۳۳۰ کتاب الاطعمہ

(۱۲۴) سیوطی، تدریب، ج ۱: ص ۲۴۰

متروک کے بعد شدتِ ضعف میں منکر کا درجہ ہے۔

معروف (۱۲۵)

لغوی مفہوم :- عرف سے اسم مفعول ہے۔

اصطلاحی معنیٰ۔ کوئی ثقہ راوی کسی ضعیف راوی کے مخالف روایت نقل کرے۔ اس معنیٰ کے اعتبار سے معروف منکر کی راجح تعریف کے مطابق منکر کے مقابل ہے اور معروف کی راجح تعریف ابن حجر کی بیان کردہ ہے۔

مثال۔ منکر کی دوسری تعریف میں جو روایت نقل کی گئی ہے کیونکہ ابن ابی حاتم نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اسے "معروف" قرار دیا ہے۔

معلل

راوی میں وجہِ طعن کا چھٹا سبب یعنی "وہم" ہو تو اس کی روایت معلل کہلائے گی۔

لغوی مفہوم :- اعل سے اسم مفعول، صرفی قواعد کی رو سے "معل" ہے۔ اور کلام عرب میں لغتِ فصیح ہے لیکن علمائے حدیث معلل کو جس مفہوم میں استعمال کرتے ہیں وہ استعمال لغوی اعتبار سے خلافِ مشہور ہے (۱۲۶)۔ بعض علماء حدیث نے اس کو "معلول" سے تعبیر کیا ہے - یہ لفظ لغتِ عربی کے رو سے ضعیف اور غیر راجح ہے (۱۲۷)

اصطلاحی معنیٰ :- وہ روایت کہ جس میں ایسی علت محسوس ہو جائے جو صحت روایت پر اثرانداز ہوتی ہو جبکہ بظاہر وہ روایت اس علت سے پاک ہو۔

---

(۱۲۵) انواع مردود میں معروف کو اس بنا پر ذکر کیا گیا ہے کہ یہ منکر کی ضد ہے جبکہ معروف احادیث مقبول کی اقسام میں سے ہے اور اسے حجت مانا جاتا ہے۔ (مؤلف)

(۱۲۶) کیونکہ معلل "علل" سے اسم مفعول بمعنیٰ بہلانا۔

(۱۲۷) کیونکہ رباعی کا اسم مفعول، "مفعول" کے وزن پر نہیں ہوتا۔ دیکھئے، ابن الصلاح۔ کتاب مذکور ص ۸۹

علت کے معنیٰ ایسا مخفی اور معمولی سبب کہ جو حدیث کی صحت میں حارج ہوتا ہو۔ علت کی اس تعریف سے مترشح ہوتا ہے کہ علت کے لئے علمائے حدیث کے نزدیک دو شرائط ہیں۔

الف :۔ غیر اہم اور مخفی

ب :۔ جو صحت روایت پر اثر انداز ہو۔

مذکورہ دونوں شرائط میں سے اگر کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو یعنی علت ظاہر ہو یا وہ صحتِ حدیث پر اثر انداز نہ ہو تو اس کو اصطلاحاً علت نہیں کہا جائے گا۔

علت کے ایک اور معنیٰ علت کے مذکورہ معنیٰ محدثین کے اصطلاحی معنیٰ کے مطابق ہیں لیکن بعض اوقات کسی بھی ایسے طعن کو علت کہہ دیا جاتا ہے جو حدیث میں پایا جارہا ہو۔ اگرچہ وہ طعن مخفی اور صحت میں حارج نہ ہو۔

الف :۔ راوی کے جھوٹا، غافل یا ضعیف الحفظ ہونے کی علت حتیٰ کہ امام ترمذی نے نسخ کو بھی علت میں شمار کیا ہے۔

ب :۔ کسی ثقہ کی ایسی مخالفت جو صحت پر اثر انداز نہ ہو مثلاً کسی ایسی روایت کو مرسلاً نقل کرنا جس کو ثقہ راوی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہو۔

انہی دو علتوں کی بنا پر بعض محدثین صحیح کی ایک قسم "صحیح معلل" قرار دی ہے۔

معرفتِ علتِ حدیث حدیث کی علت کی پہچان علوم حدیث میں سب سے زیادہ جلیل القدر اور دقیق علم ہے کیونکہ ایسی علت جو مخفی بھی ہو اور مؤثر بھی سوائے ان لوگوں پر کہ جو علم حدیث میں اعلیٰ مہارت رکھتے ہیں، کسی پر منکشف نہیں ہو سکتی۔ یہ انکشاف صرف امتیازی قوت حافظہ حدیث پر دقت نظر اور فہم سلیم رکھنے والوں کو حاصل ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے سوائے معدودے چند ائمہ حدیث کے اس میدان میں کوئی نہیں اترا۔ ان میں امام ابن المدینی امام بخاری، امام احمد، ابی حاتم اور دارقطنی جیسے اکابر شامل ہیں۔

وجہ تعلیل صرف وہ سند کسی روایت کو معلل بناتی ہے جو بظاہر صحت کی تمام شروط اپنے اندر رکھتی ہو کیونکہ ضعیف روایت میں علتوں پر حجت کی ضرورت نہیں کہ ضعیف روایت مردود ناقابل عمل ہے۔

علت کی پہچان :۔ علت کی پہچان میں حسب ذیل امور سے مدد لی جاسکتی ہے ۔

الف :۔ راوی کا تنہا روایت کرنا ۔

ب :۔ اپنے سے علاوہ کسی کی مخالفت کرنا ۔

ج :۔ دیگر قرائن جن کو گذشتہ دو (الف ۔ ب) کے ساتھ منسلک کیا جاسکتا ہو ۔

امورِ مذکورہ اس فن میں مہارت رکھنے والے کو اس وہم کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں جو راوی سے کسی مستند حدیث کو مرسل یا مرفوع کو موقوف روایت کرنے یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں خلط کرنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے ۔

اور وہ اپنے گمان غالب کی روشنی میں حدیث پر عدمِ صحت کا حکم عائد کرتا ہے ۔

معرفت روایت معلل کسی معلل روایت کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث کی تمام اسانید جمع کی جائیں راویوں کے اختلاف کو مدنظر رکھا جائے، ان کے زہد و تقویٰ اور قوتِ حافظہ کا موازنہ کیا جائے اور پھر روایت پر معلول ہونے کا حکم صادر کیا جائے ۔

وقوع علت اکثر و بیشتر علت سند میں پائی جاتی ہے جیسے روایت کو موقوف یا مرسل نقل کر کے معلول کر دیا جائے ۔

بعض اوقات متن میں بھی علت واقع ہوتی ہے مثلاً نماز میں بسم اللہ پڑھنے کی نفی میں ایک روایت نقل کی گئی ہے ۔

اسناد کی علت کا متن پر اثر سند میں پائی جانے والی علت سے متنِ حدیث کی صحت بھی متاثر ہوتی ہے یا نہیں ؟

الف :۔ کبھی سند کی علت سے متن کی صحت پر بھی اسی طرح متاثر ہوتی ہے جس طرح مرسل کی صحت مشکوک ہوتی ہے ۔

ب :۔ کسی وقت سند کی علت، سند تک محدود رہتی ہے اور متن کی صحت متاثر نہیں ہوتی مثلاً یعلیٰ بن عبید عن ثوری عن عمرو بن دینار عن ابن عمرؓ مرفوعاً ایک روایت منقول ہے ۔

" البیعان بالخیار " (۱۲۸)

---

(۱۲۸) مسلم ۔ الجامع الصحیح ج ۵: ص ۹ باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین ۔ کتاب البیوع

یعلیٰ نے سفیان ثوری کے بارہ میں یہ وہم کیا ہے کہ اس نے عبداللہ بن دینار کے بجائے عمرو بن دینار کا نام لیا ہے بایں ہمہ اس حدیث کا متن صحیح ہے۔

اگرچہ اس کی سند میں ایک علت خطا کی پائی جاتی ہے کیونکہ عمرو بن دینار اور عبداللہ بن دینار دونوں ثقہ ہیں اور ثقہ کو ثقہ سے بدلنے میں حدیث کی صحت متاثر نہیں ہوتی۔ اگرچہ بیان سند میں خطا کا ارتکاب کیا گیا ہے۔

مصنفات:

الف :- ابن مدینی کی کتاب العلل

ب :- ابن ابی حاتم کی علل الحدیث (۱۲۹)

ج :- احمد بن حنبل کی العلل و معرفۃ الرجال

د :- ترمذی کی العلل الصغیر والعلل الکبیر

ھ :- دارقطنی کی العلل الواردۃ فی الاحادیث النبوۃ

اس موضوع پر سب جامع کتاب دارقطنی کی ہے۔

ثقات کی مخالفت

اگر ثقات کی مخالفت طعنِ راوی کا سبب جو کہ ساتواں سبب ہے تو اس کے نتیجہ میں پانچ اقسام معرضِ وجود میں آتی ہیں۔

(۱۲۹) ابن ابی حاتم، ابومحمد عبدالرحمٰن الرازی م ۳۲۷ھ جرح و تعدیل اور معرفت اسناد میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ علل الحدیث پر آپ کی کتاب بنیادی اور اساسی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں آپ نے عبادات، آداب اور معاملات کی ۲۸۴۰ روایات نقل کی ہیں۔ آپ نے یہ کتاب ۲۱۵ھ میں تالیف کی۔ دو جلدوں پر مشتمل اس کتاب کو مطبعہ سلفیہ قاہرہ نے ۱۳۴۳ھ میں شائع کیا۔ (مترجم)

۱۔ مدرج

۲۔ مقلوب

۳۔ سند متصل میں اضافہ

۴۔ مضطرب

۵۔ مصحف

۱۔ اگر ثقات کی مخالفت اسناد میں تغیر یا موقوف کو مرفوع سے ملا دینے کی صورت میں ظاہر ہو تو اس کو مدرج کہتے ہیں۔

۲۔ اگر مخالفت تقدیم و تاخیر کی صورت میں نظر آتی ہو تو اس کو مقلوب کہیں گے۔

۳۔ اگر راوی کے اضافہ سے مخالفت کی گئی تو اسے سند متصل میں اضافہ کا نام دیں گے۔

۴۔ اگر مخالفت کا ظہور کسی راوی کو دوسرے راوی کے بدلنے یا متن میں ایک دوسرے کی مخالفت کی صورت میں جبکہ کسی ایک راوی یا متن کو ترجیح دینے کی کوئی شکل نہ ہو تو اسے مضطرب کا عنوان دیا جائیگا۔

۵۔ اور سیاقِ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے روایت کے کسی حصہ کے الفاظ میں تبدیلی کے ذریعہ ثقات کی مخالفت کی جائے تو یہ مخالفت مصحف کے نام سے پکاری جائے گی۔ (۱۳۰)

اقسام مذکورہ پر یکے بعد دیگرے تفصیل سے بحث کی جائے گی۔

مدرج

لغوی مفہوم :۔ ادرج سے اسم مفعول ہے یعنی کسی چیز کا کسی چیز میں ضم ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ :۔ ہر وہ روایت جو سند ذکر کئے بغیر نقل کی جائے، یا اس کے متن کے اخیر میں بلافصل کچھ الفاظ کا اضافہ کر دیا جائے۔

اقسام :۔ مدرج کی دو قسمیں ہیں

۱۔ مدرج الاسناد

---

(۱۳۰) ابن حجر، شرح نخبۃ الفکر مع شرح ص ۱۴۰

۲ - مدرج المتن -

مدرج الاسناد

تعریف - سند کے بغیر جو روایت نقل کی جائے

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی راوی سند بیان کرنی شروع کرے اور درمیان میں کوئی کلام اس طرح شروع کر دے کہ سننے والا یہ سمجھے کہ یہ کلام سند مذکور کا متن ہے جو اسی سند سے منقول ہے اور پھر اسی سے متصل روایت کے اصل الفاظ نقل کر دے۔

مثال - ثابت بن موسیٰ صوفی کا قصہ جو انہوں نے خود روایت کیا۔

"من کثرت صلاتۂ باللیل حسن و جہۂ بالنہار"

(جو رات کو کثرت سے نماز پڑھتا ہے دن کو اس کا چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے)

اصل واقعہ اس طرح ہے کہ ثابت بن موسیٰ قاضی شریک بن عبداللہ کی مجلس میں گئے۔ قاضی شریک اس وقت اپنے تلامذہ کو احادیث املا کرا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے۔

حدثنا الأعمش عن ابی سفیان عن جابر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اتنا کہہ کر قاضی خاموش ہوئے تاکہ تلامذہ اسے لکھ لیں۔ اسی اثنا میں قاضی نے ثابت کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

"من کثرت صلوتۂ باللیل حسن وجہہ بالنہار" (۱۳۱)

قاضی کی مراد ثابت کا زہد و تقویٰ بیان کرنا تھا مگر ثابت یہ سمجھے کہ یہ سند کا متن ہے جسے قاضی نے تلاوت کیا تھا۔

مدرج المتن متن میں ایسے الفاظ کا بلا فصل اضافہ کہ جو متن کا حصہ نہ ہوں اس کی تین اقسام ہیں۔

الف :- ادراج (اضافہ) حدیث سے قبل ہو، ایسا بہت کم ہوتا ہے کیونکہ عموماً ادراج وسطِ حدیث میں ہوتا ہے۔

---

(۱۳۱) ابن ماجہ، سنن ج ۱: ص ۴۲۲ - باب قیام اللیل حدیث نمبر ۱۳۳۳ - کتاب الصلوٰۃ

ب - ادراج وسطِ حدیث میں ہو، یہ صورتِ اوّل سے زیادہ قلیل الوقوع ہے۔

ج - ادراج آخر متن میں ہو، یہ ادراج کی غالب صورت ہے۔

امثلہ

ابتدائے حدیث میں ادراج کی مثال اس کا سبب عموماً یہ ہوتا ہے کہ راوی حدیث کے استدلال میں کوئی کلام متن حدیث سے قبل کرتا ہے اور سامع یہ سمجھتا ہے کہ یہ بھی متن حدیث کا حصہ ہے۔ مثلاً خطیب نے ابو قطن اور شبابہ کی روایت عن شعبہ عن محمد بن زیاد عن ابی ہریرہ نبی کریمؐ کا قول نقل کیا ہے۔

"قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم اسبغوا الوضوء ویل للأعقاب من النار"

اسبغوا الوضوء کا قول ابو ہریرۃؓ کے کلام کا مدرج ہے کیونکہ بخاریؒ نے اسے عن آدم عن شعبہ عن محمد بن زیاد عن ابی ہریرۃؓ اس طرح سے نقل کیا۔

قال اسبغوا الوضوء فان ابا القاسم صلی الله علیہ وسلم قال ویل للاعقاب من النار (۱۳۲)

(وضو مکمل کرو کیونکہ ابو القاسم نبی کریمؐ نے فرمایا ہے ہلاکت ہے ان ایڑیوں کے لئے جو خشکی کے باعث جہنم میں جائیں)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد خطیب فرماتے ہیں کہ یہ ابو قطن اور شبابہ کا وہم ہے جس کو ذکر کیا گیا ہے جبکہ راویوں کی ایک بڑی جماعت نے "آدم" کی روایت کے مطابق حدیث نقل کی ہے۔ (۱۳۳)

وسط حدیث میں ادراج کی مثال حضرت عائشہؓ کی روایت جسے بخاریؒ نے بدء الوحی میں نقل

---

(۱۳۲) ویل للاعقاب کے الفاظ ابو ہریرۃؓ کے علاوہ امام بخاریؒ نے عبد اللہ بن عمرو العاص سے بھی نقل کئے ہیں، جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ نبی کریمؐ نے بلند آواز سے ویل للاعقاب مِن النار کے الفاظ دو یا تین مرتبہ کہے۔ دیکھئے بخاری، امام الجامع الصحیح ج ۱ ص ۲۸، باب غسل الرجلین ولا یمسح علی القدمین کتاب الوضوء (مترجم)

(۱۳۳) سیوطی، تدریب ج ۱: ص ۲۷۰

کیا ہے۔

"وکان (النبی صلی اللہ علیہ وسلم) یخلو بغار حراء فیتحنث فیہ وھو التعبد اللیالی ذوات العدد" (۱۳۴)

(نبی کریمؐ غار حراء میں راتوں کو عبادت کرتے تھے)

تحنث کی وضاحت کے طور پر "وھو التعبد" کا لفظ زہری کا اپنا مدرج ہے۔

آخر حدیث میں ادراج :- ابوہریرہؓ کی روایت

"للعبد المملوک الصالح اجران، والذی نفسی بیدہ لولا الجہاد والحج و برّ امّی لأجبت ان اموات و انا مملوک" (۱۳۵)

(نیک غلام کے لئے دوگنا اجر ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھے جہاد، حج اور اپنی والدہ کے ساتھ حُسنِ سلوک کا خیال نہ ہوتا تو میں حالتِ غلامی میں مرنا پسند کرتا)

اس روایت میں والذی نفسی بیدہ ۔۔ الخ تمام کلام ابوہریرہؓ کا ہے کیونکہ نبیؐ کریم سے یہ ممکن نہیں کہ آپؐ نے غلامی کی تمنا کی ہوگی اور آپؐ کی والدہ ماجدہ اس وقت موجود نہ تھیں جبکہ آپؐ ان کے ذمہ دار بنتے۔

ادراج کے مقاصد

۱۔ کسی حکم شرعی کا بیان

۲۔ کسی حکم شرعی کو حدیث ختم کرنے سے قبل مستنبط کرنا۔

۳۔ حدیث میں موجود کسی نئے لفظ کی تشریح کرنا۔

ادراج کی پہچان :- حسب ذیل امور کے ذریعے ادراج کو پہچانا جا سکتا ہے۔

الف۔ کسی دوسری روایت میں اسے علیحدہ ذکر کیا گیا ہو۔

---

(۱۳۴) بخاری، امام۔ الجامع الصحیح ج ۱: ص ۲۔ باب کیف کان بدء الوحی الی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۳۵) بخاری، امام، الجامع الصحیح ج ۱: ص ۳۴۶۔ باب العبد اذا احسن عبادۃ ربہ عزوجل و نصح سیدہ کتاب العتق

ب ۔ بعض گہری نظر رکھنے والے ائمہ حدیث کی تصریح ۔

ج ۔ راوی کا اپنا اقرار کہ اس نے ادراج کیا ہے ۔

د ۔ کلام ایسا ہونا کہ جسے نبی کریمؐ کی طرف منسوب کرنا محال ہو ۔

حکم ۔ علماء، محدثین و فقہاء، و دیگر کا ادراج کی حرمت پر اجماع ہے لیکن صرف متن کی ایک نئی وضاحت کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے ۔ جیسا زہری اور دیگر ائمہ نے کیا ہے ۔

مصنفات

الف ۔ خطیب بغدادی کی الفصل للوصل المدرج فی النقل ۔

ب ۔ ابن حجر کی تقریب النہج بترتیب المدرج ۔ یہ کتاب خطیب کی کتاب کی تلخیص ہے ۔

مقلوب

لغوی مفہوم :۔ قلب سے اسم مفعول ہے ۔ چہرے کی طرف سے کسی چیز کو چہرہ کے بل پلٹ دینا ۔

اصطلاحی معنیٰ :۔ سند حدیث یا متن میں کسی لفظ کو تقدیم و تاخیر کے ذریعہ بدل دینا ۔

اقسام ۔ مقلوب کو دو بڑی قسموں میں منقسم کیا جا سکتا ہے ۔

۱ ۔ مقلوب السند سند میں تبدیلی پیدا کرنا ۔ اس کی دو صورتیں ہیں ۔

الف :۔ کوئی راوی کسی راوی کے اپنے اور والد کے نام میں تقدیم تاخیر کر دے مثلاً کعب بن مرہ کے بجائے مرہ بن کعب روایت کرے ۔

ب ۔ جدت پیدا کرنے کے لئے ایک نام سے دوسرے نام کو بدل دیا جائے مثلاً "سالم" کی کسی مشہور حدیث کو "نافع" سے منسوب کر دے ۔ حماد بن عمرو نصیبی عموماً ایسا کیا کرتے تھے مثلاً ایک روایت حماد نے اعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃؓ مرفوعاً نقل کی ۔

"اذا لقیتم المشرکین فی طریق فلا تبدءوھم بالسلام"

(جب راستہ میں کسی مشرک سے ملو تو سلام میں ابتداء نہ کرو)

حماد نے اس حدیث کو بدل کر اعمش سے نقل کیا ہے حالانکہ مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث اسمٰعیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرۃؓ مروی ہے ۔ امام مسلمؒ نے اس کو اسی طرح تخریج کیا ہے ۔ قلب کی اس نوع

سے راوی پر سرقۂ حدیث کا اطلاق ہوتا ہے۔

۲۔ مقلوب المتن:۔ متن میں کوئی تبدیلی واقع ہو جائے، اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔

الف۔ راوی متن حدیث کے مقدم حصہ کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دے۔

مثال:۔ ابوہریرہ کی روایت سبعة یظلہم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ، کو امام مسلم نے ان الفاظ کے ساتھ تخریج کیا ہے۔

"ورجل تصدق بصدقۃٍ فاخفاھا حتّٰی لا تعلم یمینہٗ ما تنفق شمالہٗ"۔

اس روایت کو راویوں نے بدل دیا اصل الفاظ کی ترتیب اس طرح ہے۔

"حتّٰی لا تعلم شمالہٗ ما تنفق یمینہٗ" (۱۳۶)

ب:۔ ایک متن کو دوسری سند کے ساتھ اور سند کو کسی دوسرے متن کے ساتھ نقل کیا جائے ایسا عموماً امتحان لینے کے ارادہ سے کیا جاتا ہے جیسا کہ اہل بغداد نے امام بخاریؒ کا امتحان لینے کے لئے سو احادیث دوسری سو سندوں کے ساتھ ان کے سامنے تلاوت کیں اور اور اس طرح ان کے حافظہ کا امتحان لیا۔ امام بخاریؒ نے تمام اسناد و متون ٹھیک کر دیئے اور ایک غلطی بھی نہ کی۔

قلب کے مختلف اسباب ہیں جن کی بنا پر روایت کو تبدیل کرتے ہیں۔

اسباب قلب الف: روایتِ حدیث میں جدت و امتیاز پیدا کرنا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان کی طرف راغب ہوں۔

ب:۔ محدث کے حافظہ اور ضبط کا امتحان لینا۔

ج:۔ غیر ارادی طور پر غلطی سرزد ہو جائے۔

حکم: الف۔ اگر قلب جدت پیدا کرنے کے لئے ہو تو یہ ناجائز ہے کیونکہ یہ تغیر فی الحدیث ہے جو

---

(۱۳۶) بخاری، الجامع الصحیح ج ا ص ۹۱۔ باب من جلس فی المسجد ینتظر الصّلوٰۃ وفضل المساجد کتاب الاذان

(۱۳۷) مسلم، امام، الجامع الصحیح ج ۷: ص ۱۲۔ باب فضل اخفاء الصّدقہ، کتاب الزکوٰۃ

خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی۔ تاریخ بغداد (۲۲۴) المدینہ المنورۃ۔ المکتبۃ السلفیہ ج ۲: ص ۲۰

واضعین حدیث کا عمل ہے ۔

ب :۔ اگر امتحان کی غرض سے ہو تو جائز ہے کیونکہ یہ محدث کی قوتِ حافظہ کا امتحان ہوتا ہے البتہ مجلس کے اختتام سے قبل اس کو درست کرنا ضروری ہے ۔

ج :۔ اور اگر خطاءً ایسا ہوا ہو تو راوی معذور ہے لیکن اگر ایسا کثرت سے ہوتا ہے تو یہ راوی کے خلل ذہنی کی علامت ہے جو اسے ضعیف بنا دیتا ہے ۔

مصنفات خطیب بغدادی کی کتاب رافع الارتیاب فی المقلوب من الأسماء والألقاب کتاب کے نام سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ یہ مقلوب فی السند پر ہے ۔

المزید فی متصل الاسانید

(سند متصل میں اضافہ)

لغوی مفہوم ۔ المزید زیادہ سے اسم مفعول ہے ، متصل منقطع کی ضد ہے اور اسانید اسناد کی جمع ہے

اصطلاحی معنی ۔ کسی راوی کا کسی ایسی سند میں اضافہ جو بظاہر متصل ہو ۔

مثال ۔ ابن مبارک نے سفیان عن عبد الرحمٰن بن یزید عن بسر بن عبید اللہ عن ابی ادریس عن واثلہ عن ابی مرشد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا (۱۳۸)

(قبروں پر مت بیٹھو اور ان کی طرف نماز نہ پڑھو)

اس مثال میں دو مقامات پر اضافہ ہے ۔

۱ ۔ سفیان ۲ ۔ ابو ادریس ، اور دونوں مقامات پر زیادتی ایک وہم کا نتیجہ ہے ۔ سفیان کی زیادتی ابن المبارک کے تلامذہ کی ہے کیونکہ بہت سے ثقہ راویوں نے ابن مبارک عن عبد الرحمٰن حدیث نقل کی ہے اور ان میں سے بعض نے سماع کی صراحت بھی کی ہے ۔

---

(۱۳۸) مسلم ۔ الجامع الصحیح ج ۲ : ص ۶۶ باب النہی عن الجلوس علی القبر ، کتاب الجنائز دونوں نے ابو ادریس کے ذکر اور حذف کے ساتھ روایت تخریج کی ہے (مؤلف)

ابو ادریس کی زیادتی ابن مبارک کا وہم ہے کیونکہ بہت سے ثقات نے عبدالرحمٰن بن یزید سے روایات نقل کی ہیں اور ابو ادریس کا نام نہیں لیا اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے بسر کا واثلہ سے براہِ راست سماع ثابت کیا ہے۔

اضافہ کے رد کی شرائط سند میں اضافہ کو رد کرنے اور اسے راوی کا وہم سمجھنے کی دو شرطیں ہیں۔

الف۔ جس راوی نے اضافہ نہیں کیا وہ اس راوی سے زیادہ حافظ ہو جس نے اضافہ کیا ہے۔

ب۔ زیادتی کی جگہ میں (اضافہ نہ کرنے والے کی جانب سے) سماع کی تصریح ہو۔

اگر یہ دونوں شرائط یا ان میں سے ایک مفقود ہو تو زیادتی قابلِ اعتبار و قبول ہوگی اور اس زیادتی کے بغیر روایت منقطع ہوگی لیکن یہ انقطاع خفی ہوگا اس لئے روایت کو مرسل خفی کہا جائے گا۔

زیادتی پر اعتراضات سند میں اس قسم کے اضافہ پر عموماً دو اعتراضات کئے جاتے ہیں۔

ا۔ اگر وہ اسناد جو اضافہ سے خالی ہیں اضافہ کی جگہ میں عن کے ساتھ بیان ہو تو اس روایت کو منقطع کہا جائے گا۔

ب۔ اور اگر سماع کی صراحت ہو تو احتمال اس بات کا موجود ہے کہ اس راوی نے پہلے یہ روایت کسی اور سے سنی ہو اور پھر براہِ راست اس راوی سے۔

ان دونوں اعتراضات کا جواب اس انداز سے دیا جا سکتا ہے۔

اعتراض اول تو ایسا ہی ہے جیسا کہ معترض نے کہا۔

اعتراض ثانی کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ احتمال ممکن ہے لیکن علمائے حدیث زیادتی پر وہم کا حکم اسی وقت لگاتے ہیں جب کوئی قرینہ اس زیادتی کی تائید کر رہا ہو۔

مصنفات:۔ خطیب بغدادی کی تمییز المزید فی متصل الأسانید

مضطرب

لغوی مفہوم۔ اضطراب سے اسم فاعل ہے۔ یعنی کسی معاملہ میں خلل یا اس کے کسی نظام میں فساد پیدا ہو جانا

اس کی اصل اضطرابِ موج ہے جبکہ موجوں کی حرکت اور ضربیں زیادہ بڑھ جائیں ۔

اصطلاحی معنیٰ ۔ ایسی روایت جو ایسے مختلف طرق و الفاظ سے منقول ہو جو قوت کے اعتبار سے برابر ہوں ۔

وضاحت یعنی ایسی روایت جو اسقدر مختلف انداز و طرق سے مروی ہے کہ ان کے درمیان تطبیق ممکن نہ ہو اور وہ تمام روائتیں قوتِ سند کے اعتبار سے برابر ہوں کہ کسی وجہ ترجیح کی بنا پر ان میں سے کسی ایک کو راجح قرار دینا ممکن نہ ہو ۔

وجودِ اضطراب مضطرب کی تعریف اور وضاحت میں گذر چکا ہے کہ حدیث کو مضطرب اسی وقت کہا جائے گا جب اس میں دو شرائط پائی جاتی ہوں ۔

الف :۔ حدیث میں الفاظ اس قدر مختلف ہو کہ ان میں تطبیق ممکن نہ ہو

ب :۔ قوت و سند کے اعتبار سے تمام روایات برابر ہوں کہ اس بنا پر ان میں سے کس کو ترجیح نہ دی جاسکتی ہو ۔

اگر روایات میں سے کسی ایک روایت کو کسی بنا پر ترجیح دی جاسکتی ہو یا ان کے درمیان تطبیق پیدا کی جاسکتی ہو تو اس روایت سے اضطراب کی صفت ختم ہو جاتی ہے چنانچہ ترجیح کی صورت میں راجح روایت پر اور تطبیق کی صورت میں تمام روایات پر عمل ہو گا ۔

اقسام :۔ موقع اضطراب کے اعتبار سے مضطرب کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ۔

الف :۔ مضطرب السند ۔ کثیر الوقوع ۔

ب :۔ مضطرب المتن

مضطرب المتن کی مثال حضرت ابو بکر کی حدیث

یا رسول اللہ اراک شبت قال شیبتنی ھود و اخوتھا (۱۳۹)

(اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں ۔ آپ نے فرمایا مجھے ھود اور اس قسم کی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے)

---

(۱۳۹) ترمذی، الجامع ج۲، ص ۱۸۵ ابواب التفسیر سورۃ الواقعہ

دار قطنی فرماتے ہیں کہ یہ روایت مضطرب ہے کیونکہ اسے ابو اسحٰق کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا اور ابو اسحٰق پر اس سند میں شدید اختلاف کیا گیا ہے اور اسے تقریباً دس مختلف طرق سے نقل کیا ہے بعض نے اسے مرسل، بعض نے موصول، روایت کیا۔ کسی نے اسے مسند ابی بکرؓ قرار دیا ہے کسی نے مسند سعد اور بعض نے مسند عائشہؓ قرار دیا۔ یہ تمام راوی ثقہ ہیں، ان میں سے کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جاسکتی اور نہ ہی تطبیق ممکن ہے۔

مضطرب المتن

مثال :۔ امام ترمذی نے شریک عن ابی حمزہ عن شعبی حاطم بنت قیس سے ایک روایت نقل کی ہے

" سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن الزکوٰۃ فقال ان فی المال لحقًّا سوی الزکوٰۃ"۔ (۱۴۰)

(آپؐ سے زکوٰۃ کے بارہ میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے)

اس روایت کو ابن ماجہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔" لیس فی المال حق سوی الزکوٰۃ"۔ (۱۴۱)

(مال میں زکوٰۃ کے سوا کوئی حق نہیں)

عراقی فرماتے ہیں کہ یہ ایسا اضطراب ہے کہ جس کی تاویل ممکن نہیں۔

وقوع اضطراب کی صورتیں

الف : بعض اوقات اضطراب کسی ایک راوی سے بھی منقول ہوتا ہے کہ حدیث مختلف الفاظ سے منقول ہو۔

ب ۔ بعض اوقات اضطراب کسی جماعت سے بھی منقول ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک مختلف الفاظ میں حدیث نقل کرے اور دوسرے کی مخالفت کرے۔

---

(۱۴۰) ترمذی، الجامع ج ۱: ص ۱۱۲ باب ماجاء ان فی المال حقا سوی الزکوٰۃ۔ ابواب الزکوٰۃ

(۱۴۱) ابن ماجہ، سنن ج ۱: ص ۵۷۰ باب ما ادی زکوٰتہ، بکنز۔ حدیث نمبر ۱۷۷۹، کتاب الزکوٰۃ

مضطرب کا سبب ضعف مضطرب کے ضعیف ہونے کا سبب یہ ہے کہ اضطراب راوی کے عدم ضبط کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

مصنفات: ابن حجر کی المقترب فی بیان المضطرب۔

مصحف

لغوی مفہوم:۔ تصحیف سے اسم مفعول ہے یعنی صحیفہ میں غلطی کرنا۔ صحفی بھی اسی سے ماخوذ ہے یعنی وہ شخص جو صحیفہ کی تلاوت میں غلطی کرتا ہو۔ (۱۴۲) اور قرأت میں اپنی غلطی کی بنا پر صحیفہ کے بعض الفاظ بدل دیتا ہو۔

اصطلاحی معنیٰ۔ حدیث کے کلمات کو ایسے کلمات سے تبدیل کرنا کہ جو ثقہ راویوں سے لفظاً یا معناً منقول نہ ہوں۔

اہمیت و عظمت یہ بڑا اہم اور دقیق فن ہے اور اس کی اہمیت اس وقت واضح ہوتی ہے کہ جب ان غلطیوں کا انکشاف کیا جائے جو رواۃ سے وقوع پذیر ہوئیں۔

اس اہم کام کی ذمہ داری ماہر حفاظِ حدیث ہی اُٹھا سکتے ہیں جیسے دارقطنی۔

تقسیمات۔ علمائے حدیث نے مصحف کو تین اعتبارات سے تقسیمات میں منقسم کیا ہے۔

ا۔ **باعتبار موقع**۔ اعتبار موقع کی رو سے مصحف کی دو قسمیں ہیں۔

الف۔ اسناد میں تصحیف:۔ مثال۔ شعبہ عن العوام بن مراجم کی حدیث ہے جس کی سند میں ابن معین نے تصحیف کی اور کہا " عن العوام بن مزاحم "

ب۔ متن میں تصحیف مثال۔ زید بن ثابت کی حدیث۔

" ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجر فی المسجد۔

---

(۱۴۲) القاموس ج ۳: ص ۱۱۴

ابن لھیعہ نے اس کے متن میں تصحیف کر کے یوں نقل کیا ۔

" ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم فی المسجد "

۲۔ تصحیف باعتبار منشاء ۔ منشاء کے اعتبار سے بھی تصحیف کی دو اقسام ہیں ۔

الف ۔ نظر کی تصحیف (کثیر الوقوع) یعنی قاری پر راوی کا خط دیکھنے میں خط کی شکستگی یا نقطوں کے نہ ہونے کی وجہ سے مشتبہ ہو جائے ۔

مثال ۔ " من صام رمضان و أتبعہ ستا من شوال "۔ (۱۴۳)

(جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ شوال کے رکھے ۔ ۔ ۔)

ابو بکر صولی نے اس میں تصحیف کی اور اسے اس طرح نقل کیا ۔

" من صام رمضان و أتبعہ شیئا من شوال " ۔ ۔

(جس نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر شوال میں کچھ چیز پیچھے لگائی)

ب ۔ سماعت کی تصحیف قوت سامعہ کی کمزوری یا بعد کی بنا پر بعض متشابہ یا ہم وزن الفاظ سامع پر مشتبہ ہو جائیں ۔

مثال ۔ عاصم احول کی حدیث کو تصحیف کر کے بعض لوگ واصل الاحدب کی حدیث کہتے ہیں ۔

۳ ۔ تصحیف باعتبار الفاظ یا معنیٰ ۔ اس اعتبار سے بھی تصحیف کی دو اقسام ہیں ۔

الف ۔ لفظ میں تصحیف (کثیر الوقوع) جیسا کہ گذشتہ مثال میں گذر چکا ہے ۔

ب ۔ معنیٰ میں تصحیف ۔ راوی روایت مصحف کے الفاظ کو برقرار رکھتے ہوئے ان الفاظ کی اپنے انداز میں تفسیر کرے کہ جس سے اندازہ ہوتا ہو کہ جو معنیٰ اس نے اخذ کئے ہیں دراصل مراد الفاظ نہیں ہیں

مثال ۔ ابو موسیٰ العنزی کا قول ۔

نحن قوم لنا شرف نحن من عنزة صلی الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہم عنزہ قبیلہ سے تعلق رکھنے والی قوم کو یہ شرف حاصل ہے کہ نبی کریم ؐ نے ہمارے لئے

---

(۱۴۳) ابن ابی حاتم ۔ علل الحدیث ج ۱ : ص ۲۵۳ ۔ حدیث نمبر ۷۴۴

دُعا کی ہے) اس کا اشارہ اس حدیث کی جانب ہے ۔

" ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی الی عنزۃ "

(آپؐ عنزہ کی طرف نماز پڑھی)

عنزہ سے اس نے اپنا قبیلہ مراد لیا حالانکہ یہاں عنزہ سے مراد سترہ یعنی وہ لکڑی ہے جو نمازی کے سامنے نصب کی جاتی ہے ۔

حافظ ابن حجر کی تقسیم ۔ حافظ ابن حجر نے تصحیف کو ایک اور اعتبار سے دو اقسام میں تقسیم کیا ہے

۱۔ **مصحف** ۔ جبکہ تغیر ایسا ہو جو صرف نقطوں تک محدود اور لفظ کا اصل خط برقرار ہو۔

۲۔ **المحرف** ۔ حرف کی شکل بدل دی جائے لیکن صورۃ خط باقی رہے ۔

تصحیف کا راوی پر اثر

الف۔ تصحیف اگر راوی سے نادر الوقوع ہو تو وہ اس کے ضبط پر اثر انداز نہیں ہوتی کیونکہ معمولی تصحیف اور خطا سے کوئی نہیں بچ سکتا ۔

ب ۔ لیکن اگر تصحیف کثیر الوقوع ہو تو وہ اس کے ضبط پر اثر انداز ہوتی ہے اور اس کی کمزوری پر دلالت کرتی ہے جبکہ راوی کی یہ صفت نہ ہونی چاہیئے ۔

تصحیف کے وقوع کے اسباب

عام طور پر تصحیف کا وقوع راوی سے اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ شیخ کے سامنے تلاوت کے بغیر کتب و مجموعات سے احادیث اخذ کرے یہی وجہ ہے کہ ائمہ نے محض کتب سے احادیث کے اخذ کو منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ۔

" لا یوخذ الحدیث من صحفی (صحفی شخص سے حدیث نہ لی جائے) یعنی ایسے شخص سے حدیث نہ لی جائے جس نے صرف کتابوں سے حدیثیں حاصل کی ہوں اور اساد پر تلاوت نہ کی ہوں ۔

مصنفات۔

الف۔ دارقطنی کی التصحیف

ب۔ خطابی کی اصلاح خطاء المحدثین

ج۔ ابو احمد عسکری کی تصحیفات المحدثین

شاذ و محفوظ

لغوی معنیٰ "شذ"، سے اسمِ فاعل ہے یعنی تنہا ہونا اور شاذ کے معنیٰ جو اکثریت سے علیحدگی اختیار کرے۔

اصطلاحی مفہوم کوئی قابلِ قبول راوی اپنے سے بہتر راوی کی روایت کی مخالف کوئی حدیث نقل کرے۔

وضاحت مقبول (قابلِ قبول) وہ راوی عادل ہے کہ جو پوری قوتِ حافظہ کا مالک ہو یا وہ عادل راوی جس کی قوتِ حافظہ میں کمزوری پائی جاتی ہو اپنے سے اولیٰ (بہتر) کا مفہوم یہ ہے کہ جو اس کے مقابلہ میں قوتِ حافظہ کی زیادتی عدد کی کثرت یا کسی بھی وجہ ترجیح کی بنا پر راجح ہو شاذ کی تعریف میں ائمہ جرح و تعدیل کا اختلاف ہے لیکن جو تعریف ابن حجر نے پسند کی ہے وہ اصلاحی مفہوم کے ضمن میں گذر چکی ہے۔(۱۴۴)

مقامات شذوذ۔ شذوذ (انفرادیت) کے وقوع کے دو مقامات ہیں

۱۔ سند میں ۲۔ متن میں

سند میں شذوذ کی مثال امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عیینہ عن عمرو بن دینار عن عوسجہ عن ابن عباس ایک روایت نقل کی ہے۔

"ان رجلاً توفّی و علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم و لم یدع وارثاً الّا مولیٰ ھو اعتقہ"۔(۱۴۵)

---

(۱۴۴) ابن حجر۔ شرح الفکر ص ۸۷

(نبی کریمؐ کے زمانہ میں ایک شخص وفات پا گیا۔ اس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا سوائے اس مولیٰ کے جس نے اسے آزاد کیا تھا۔) ابن جریج وغیرہ نے اس حدیث کو متصل کرنے میں ابن عیینہ کی تائید کی ہے لیکن ان لوگوں نے حماد بن زید کی مخالفت کی ہے کیونکہ حماد نے عمرو بن دینار عن عوسجہ روایت نقل کی ہے اور ابن عباسؓ کا ذکر نہیں کیا۔ اس بنا پر ابو حاتم فرماتے ہیں کہ اگرچہ حماد اہل عدالت و ضبط میں سے ہیں لیکن کثیرت تعداد کی بنا پر ابن عیینہ کی روایت راجح و محفوظ کہلائے گی۔

متن میں شذوذ کی مثال امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے عبدالواحد بن زیاد عن اعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃؓ ایک روایت مرفوع نقل کی ہے۔

"اذا صلی احدکم الفجر فلیضطجع عن یمینہ" (۱۴۶)

(جب تم میں سے کوئی فجر کی نماز پڑھ لے تو وہ اپنی دائیں کروٹ لیٹ جائے)

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ عبدالواحد نے راویان حدیث کی ایک کثیر تعداد کی مخالفت کی ہے جن کے مطابق یہ استراحت نبی کریمؐ کا عمل نقل کیا گیا ہے نہ کہ قول۔ اعمش کے ثقہ تلامذہ میں عبدالواحد نے روایت اس طرح نقل کرنے میں تفرد اختیار کیا ہے۔

محفوظ شاذ کے مقابلہ میں محفوظ ہے جس کے معنی ہیں
"کوئی زیادہ ثقہ راوی کم ثقہ راوی کے مخالف روایت کرے"

مثال۔ وہ دونوں روایات جو شاذ میں گذریں۔

راوی کا مجہول ہونا

لغوی معنی۔ مجہول جہل کا اسم مفعول ہے اور جہل علم کی ضد ہے۔ جہالت راوی کا مفہوم راوی کا

---

(۱۴۵) ابن ماجہ، سنن ج ۲ ص ۹۱۵ باب من لا وارث لہٗ حدیث نمبر ۲۷۳۱۔ کتاب الفرائض

ترمذی۔ جامع الترمذی ج ۲: ص ۱۴ باب فی میراث المولیٰ الاسفل، ابواب الفرائض

امام ترمذی نے مولیٰ کی جگہ عبدہٗ کا لفظ نقل کیا ہے (مترجم)

(۱۴۶) ترمذی، الجامع ج ۱: ص ۸۱۔ باب ما جاء فی الاضطجاع بعد رکعتی الفجر، ابواب الصلوٰۃ

اصطلاحی مفہوم:۔ راوی کا بالذات یا اس کے احوال کا غیر معروف ہونا.

اسبابِ جہالت

کسی راوی کی جہالت (غیر معروف ہونے) کے تین اسباب ہیں

الف۔ راوی کا کثیر الصفات ہونا راوی اپنے نام، کنیت، لقب، صفت، صنعت وحرفت یا نسب میں سے کسی ایک چیز کے ساتھ مشہور ہو ایسے راوی کا کسی غرض کی بنا پر غیر مشہور نام اس طرح لینا کہ جس سے یہ تاثر ہو کہ یہ کوئی دوسرا راوی ہے جس کی وجہ سے راوی کی حالت مجہول (نامعلوم) ہو جاتی ہے۔

ب۔ قلیل الروایت ہونا اس سے روایت نقل کرنے والے اس کے قلیل الروایت ہونے کی وجہ سے تعداد میں کم ہوں حتیٰ کہ بعض اوقات صرف ایک راوی ہو۔

ج۔ نام کی صراحت نہ ہونا اختصار کی وجہ سے یا کسی اور سبب کی بنا پر اس کے نام کی صراحت نہ ہو اور اس کے کسی غیر معروف نام کو ذکر کیا جائے۔

مثالیں:۔

الف۔ کثیر الصفات کی مثال محمد بن سائب بن بشر کلبی ایک راوی ہیں جنہیں بعض لوگ دادا سے منسوب کر کے محمد بن بشر کہتے ہیں۔ بعض ان کو حماد بن سائب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ کسی نے ان کی کنیت ابو نضر بتائی ہے کسی نے ابو سعید اور بعض ابو ہشام کہتے ہیں ناموں کی اس کثرت کی بنا پر شبہ ہوتا ہے کہ یہ رواۃ کی ایک جماعت ہے حالانکہ یہ ایک ہی شخص ہیں۔

ب۔ قلیل الروایت کی مثال ابو شعر دارمی تابعین میں سے ہیں ان سے حماد بن سلمہ کے سوا کسی نے روایت نقل نہیں کی۔

ج۔ نام کی صراحت نہ ہونے کی مثال راوی مروی عنہ کا نام لینے کے بجائے یوں کہے کہ مجھے فلاں نے، شیخ نے یا کسی آدمی نے خبر دی۔

مجہول کی تعریف: "جس کی ذات یا احوال نہ پہچانے جاتے ہوں"

وضاحت ایسا راوی کہ جس کی ذات غیر معروف ہو یا ذات معروف ہو لیکن اس کا حال مخفی ہو یعنی اس کی صفتِ عدالت وضبط وغیرہ کے بارے میں قطعی علم نہ ہو۔

مجہول کی اقسام

مجہول کو تین اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

۱۔ مجہول العین ایسا راوی جس کا نام لیا جائے لیکن اس سے روایت کرنے والا صرف ایک راوی ہو۔

حکم۔ ایسی روایت صرف راوی کے ثقہ ہونے کی صورت میں قبول کی جائے گی۔

توثیق راوی:۔ راوی کی دو امور میں سے کسی ایک کے ذریعہ سے توثیق کی جا سکتی ہے۔

الف:۔ جو شخص اس سے روایت نقل کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور شخص اس کی توثیق کرے۔

ب۔ اور اگر وہی شخص توثیق کرے تو وہ ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہونا چاہیئے۔ ایسے راوی کی حدیث ضعیف کہلائے گی۔ اس کا کوئی علیحدہ نام نہیں ہے۔

۲۔ مجہول الحال (اسے مستور بھی کہتے ہیں)

تعریف:۔ جس سے دو یا زائد راوی روایت کریں لیکن اس کی توثیق نہ کریں۔

حکم۔ جمہور کے صحیح قول کے مطابق اس کی روایت مردود ہے۔ اس کی حدیث بھی ضعیف شمار ہو گی اور اس کا بھی کوئی مستقل نام نہ ہو گا۔

۳۔ مبہم اگرچہ علماء حدیث نے مبہم کو ایک علیحدہ نام دیا ہے لیکن چونکہ اس کی حقیقت جہالت کی بنا پر مشتبہ ہو گئی۔ اس بنا پر اسے انواع مجہول میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

تعریف:۔ روایت حدیث میں جس کے نام کی صراحت نہ ہو۔

حکم۔ ایسے راوی کی روایت ناقابل قبول ہے حتیٰ کہ اس کے نام کی صراحت نہ ہو جائے یا کسی دوسری

سند سے اس کے نام کا علم نہ ہو جائے۔ اس روایت کے مردود ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس کی ذات مجہول ہو گئی اور ذات کے مجہول ہونے کی بنا پر اس کی صفات بھی غیر معروف ہو گئیں۔ لہٰذا اس کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

تعدیل کے لفظ سے روایت اگر راوی نام لئے بغیر ان الفاظ کے ساتھ روایت نقل کرے کہ مجھے ایک ثقہ نے بتایا تو بھی صحیح قول کے مطابق اس کی روایت معتبر نہیں ہے کیونکہ احتمال ہے کہ جو شخص اس کے نزدیک ثقہ ہے، دوسرے ائمہ کے نزدیک ثقہ نہ ہو۔ ایسے راوی کی روایت کا نام "مبہم" ہے۔ بیقونی نے اسے اس طرح منظوم کیا۔ " ومبھم ما فیہ راوٍ لم یسم "

اسباب جہالت پر مصنفات

الف۔ کثیر الصفت۔ خطیب بغدادی کی کتاب "موضح اوھام الجمع والتفریق"

ب۔ قلیل الروایت۔ اس موضوع پر متعدد کتب تالیف کی گئی ہیں اور ان کا نام کتب الوحدان رکھا گیا ہے یعنی وہ کتب جو ایسے رواۃ کے احوال پر مشتمل ہیں جن سے صرف ایک راوی نے روایت کی۔ ان میں امام مسلم کی "الوحدان" شامل ہے۔

ج۔ مبہم۔ مبہمات میں بھی کثیر کتب تالیف کی گئی ہیں جن میں خطیب کی المبھم فی انباء المحکمۃ اور ولی الدین عراقی کی المستفاد من مبھمات المتن والاسناد" قابل ذکر ہیں۔

بدعت

لغوی معنی۔ بدع کا مصدر ہے یعنی ایجاد کرنا قاموس کے مطابق اس کا مترادف ابتدع ہے۔

اصطلاحی مفہوم۔ "دین کی تکمیل کے بعد اس میں کوئی نئی ایجاد یا جس نے نبی کریمؐ کے بعد نئے اعمال و افعال ایجاد کئے ہوں"۔

بدعت کی اقسام۔ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔

الف۔ بدعت مکفرہ جس کے سبب سے بدعت کرنے والا کافر ہو جائے یعنی ایسا کوئی نظریہ جو کفر کو لازم کر دینے والا ہو۔ معتبر قول کے مطابق ہر ایسے شخص کی روایت مردود ہوگی کہ جو عقائد دینیہ ضروریہ میں سے کسی ایسے امر کا انکار کرے تو جو تواتر سے ثابت ہو یا جو اس کے برعکس عقیدہ رکھے (۱۴۷)

ب۔ بدعت فسقہ جس کے سبب سے بدعت کا مرتکب فاسق ہو جائے، وہ ایسا شخص ہے کہ جس کی بدعت کفر کو قطعاً مقتضی نہ ہو

مرتکب بدعت کی روایت اگر بدعت مکفرہ ہو تو روایت مردود ہوگی اور اگر بدعت فسقہ ہو تو جمہور کے نزدیک دو شرائط کے ساتھ روایت قابل قبول ہے

۱۔ راوی بدعت کی اشاعت کرنے والا نہ ہو۔

۲۔ روایت بدعت کو رواج دینے والی نہ ہو۔

مرتکب بدعت (مبتدع) کی روایت کا کوئی خاص نام نہیں ہے۔ یہ انواع مردود میں داخل ہے اور شرائط مذکورہ کے بغیر قابل قبول نہیں۔

سوءِ حفظ

تعریف راوی کے حافظہ کی یہ کیفیت ہو جس کی صحیح باتیں غلطیوں سے زیادہ نہ ہوں۔

اقسام:۔ سوءِ حفظ کی دو قسمیں ہیں۔

الف۔ حافظہ کی خرابی اس کے اندر اوائل حیات سے ہی پائی جاتی ہو اور اس کے تمام حالات میں وہ موجود ہوتی ہو۔ بعض ائمہ حدیث کے نزدیک اس کی روایت شاذ کہلائے گی۔

ب۔ سوءِ حفظ اس پر کبر سنی، ضعف بصارت یا کتب کے فقدان کی بنا پر طاری ہو گئی ہو جو صحیح و غلط میں امتیاز سے مانع ہو۔ ایسے شخص کو "مختلط" کہا جاتا ہے۔

---

(۱۴۷) ابن حجر۔ شرح نخبۃ الفکر ص ۱۲۲

حکم۔ الف ۔ اوّل الذکر کی روایت مردود ہے ۔

ب ۔ مختلط کی روایت میں حسب ذیل تفصیل ہے ۔

۱۔ ایسے شخص کی وہ تمام روایات قابل قبول ہیں جو اس کیفیت سے قبل اس نے نقل کی ہوں ۔

۲۔ جو اس کیفیت کے طاری ہونے کے بعد منقول ہوں وہ مردود ہیں ۔

۳۔ ایسی روایات جن کے بارہ میں یہ علم نہ ہوسکے کہ یہ اس کیفیت سے قبل کی ہیں یا بعد کی، توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ حتمی علم ہو جائے ۔

الفصل الرابع

خبر مردود

مقبول و مردود کے درمیان مشترک

سند کی انتہا کے لحاظ سے تقسیم

مقبول کی انتہا کے لحاظ سے تقسیم

بحث اوّل :۔ سند کی انتہا کے لحاظ سے تقسیم

بحث ثانی :۔ مقبول و مردود کے درمیان مشترک
کی مختلف انواع

بحث اوّل

انتہائے سند کے اعتبار سے تقسیم

خبر کی کسی کے طرف منسوب کئے جانے (انتہائے سند) کے اعتبار سے چار اقسام ہیں۔

۱۔ حدیث قدسی

۲۔ حدیث مرفوع

۳۔ موقوف

۴۔ مقطوع

اوراق آئندہ میں ان اقسام پر بالترتیب تفصیل کے ساتھ بحث کی جائے گی۔

حدیثِ قدسی

لغوی مفہوم ۔ قدسی، قدس سے منسوب ہے یعنی پاک اور متبرک[۱۴۸] ۔ یعنی وہ روایت جو ذاتِ قدس۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف منسوب ہو۔

اصطلاحی معنیٰ ۔ وہ روایت جو نبی کریمؐ سے ہم تک اس طرح منقول ہو کہ نبی کریمؐ نے اللہ رب العزت کی طرف اسے منسوب کیا ہو۔

قرآن کریم اور حدیث قدسی میں فرق حدیثِ قدسی اور الفاظِ قرآن کریم میں متعدد فرق ہیں جن میں سے چند مشہور حسب ذیل ہیں۔

الف :۔ قرآن کریم کے الفاظ اور معنیٰ دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوتے ہیں جب کہ حدیثِ قدسی کے معنیٰ اللہ کی طرف سے اور الفاظ نبی کریم کی جانب سے ہوتے ہیں۔

ب ۔ قرآن کریم کی تلاوت محض عبادت ہے لیکن حدیثِ قدسی کی تلاوت محض عبادت نہیں۔

---

(۱۴۸)۔ القاموس ج ۱ : ص ۲۲۸

ج ۔ قرآن کریم کے ثبوت میں تواتر شرط ہے جبکہ حدیث قدسی میں تواتر شرط نہیں۔

احادیثِ قدسیہ کی تعداد نبی کریمؐ کی دوسری احادیث کی نسبت، احادیثِ قدسیہ کی تعداد کم ہے۔ ان کی تعداد دو سو سے زائد ہے۔

مثال ۔ امام مسلمؒ صحیح مسلم میں ابوذر غفاریؓ سے نبی کریمؐ کا ایک ارشاد نقل کرتے ہیں جس کو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔

"یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرماً فلا تظالموا ..." (۱۳۹)

(اے میرے بندو میں نے اپنے اُوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اس کو حرام کیا ہے پس تم آپس میں ظلم نہ کرو)

حدیث قدسی کو نقل کرنے کا طریقہ :۔ حدیثِ قدسی کو نقل کرنے کے دو طریقے ہیں۔

الف ۔ راوی یوں کہے کہ نبی کریمؐ نے اپنے پروردگار سے روایت کرتے ہوئے فرمایا۔

ب ۔ نبی کریمؐ "قال اللہ تعالیٰ" کے الفاظ کے ساتھ اسے اللہ رب العزت سے منسوب کریں۔

مؤلفات عبدالرؤف مناوی کی کتاب الاتحافات السنیة بالاحادیث القدسیة اس کتاب میں مؤلف نے ۲۷۲ احادیثِ قدسیہ جمع کی ہیں۔

مرفوع

لغوی مفہوم "رفع" سے اسم مفعول ہے جو "وضع" کی ضد ہے گویا اس کا نام مرفوع نبی کریمؐ کی رفعتِ شان کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔

اصطلاحی معنیٰ ۔ ہر وہ روایت جو نبی کریمؐ کا کوئی قول، فعل یا تقریر نقل کرتی ہو۔

---

(۱۳۹) مسلم، الجامع الصحیح ج ۸ : ص ۱۶، ۱۷، باب تحریم الظلم، کتاب البر والصلۃ والآداب۔

وضاحت ہر وہ روایت جو نبی کریمؐ سے منسوب ہو خواہ وہ آپ کا کوئی قول ہو، فعل ہو، تقریر ہو یا کوئی صفت اور منسوب کرنے والا راوی صحابی ہوں یا صحابی سے کم تر روایت خواہ سند متصل کے ساتھ منقول ہو یا منقطع کے ساتھ۔

چنانچہ مرفوع کی تعریف میں موصول، مرسل متصل اور منقطع سب داخل ہو گئے۔ مرفوع کی تعریف میں یہ صحیح ترین اور مشہور ترین قول ہے۔ اگرچہ اس ضمن میں بہت سے اور اقوال بھی ہیں۔

اقسام - مرفوع کی تعریف سے اس کی حسب ذیل اقسام مترشح ہوتی ہیں۔

۱- مرفوع قولی

۲- مرفوع فعلی

۳- مرفوع تقریری

۴- مرفوع وصفی

مثالیں -

مرفوع قولی کی مثال جیسے کوئی صحابی یا کوئی اور راوی یہ کہے کہ۔

"نبی کریمؐ نے فرمایا کہ . . . "

مرفوع فعلی کی مثال - کوئی صحابی یا راوی یہ کہے کہ۔

"نبی کریمؐ" نے ایسا کیا . . . . "

مرفوع تقریری کی مثال کہ کوئی صحابی یا راوی نبی کریم کے سامنے کیے گئے کسی فعل کو نقل کرے اور اس پر آپؐ کا انکار نقل نہ کرے۔

مرفوع وصفی کی مثال یہ ہے کہ راوی یہ بیان کرے کہ نبی کریم لوگوں میں سب سے زیادہ اخلاق والے تھے۔

موقوف

لغوی مفہوم - وقف کا اسم مفعول ہے گویا راوی حدیث نقل کرنے میں صحابیؓ پر رک گئے اور سلسلہ سند کو آگے جاری نہیں رکھا۔

اصطلاحی معنیٰ ۔ وہ روایت کہ جو کسی کا قول، فعل یا تقریر ہو۔

وضاحت ہر وہ روایت جو کسی ایک یا کئی صحابہ کی طرف منسوب یا وہ روایات کسی صحابی سے جمع کی گئی ہوں، خواہ وہ روایات قولی ہوں، فعلی ہوں یا تقریری اور سند خواہ متصل ہو یا منقطع۔

مثالیں :۔

الف ۔ موقوفِ قولی کی مثال ۔ راوی کا یہ قول کہ حضرت علیؓ نے فرمایا

"حدثوا الناس بما یعرفون أترید ون ان یکذب اللہ و رسولہ" (۱۵۰)

ب ۔ موقوفِ فعلی کی مثال ۔ امام بخاری کا یہ قول

" و أمّ ابن عباس و ھو متیمم " (۱۵۱)

(ابن عباسؓ نے اس حالت میں امامت کی کہ انہوں نے تیمم کیا ہوا تھا)

ج ۔ موقوفِ تقریری کی مثال ۔ کوئی تابعی راوی یہ روایت کرے کہ میں نے کسی صحابیؓ کے سامنے یہ عمل کیا اور انہوں نے انکار نہیں کیا۔

غیر صحابی کی موقوف موقوف کا لفظ غیر صحابی سے منسوب روایت پر بھی ہوتا ہے لیکن اس میں تابعی کے نام کی صراحت ضروری ہے مثلاً یہ کہا جائے کہ یہ حدیث فلاں راوی نے زہری یا عطاء پر موقوف کی ہے۔ (۱۵۲)

فقہاء خراسان کی اصطلاح فقہاء خراسان کی اصطلاح میں مرفوع کو خبر اور موقوف کو اثر کہا جاتا ہے۔ جبکہ محدثین کے نزدیک یہ دونوں اثر ہیں کیونکہ دونوں کو نقل کیا گیا ہے۔

موقوف لفظی ۔ الفاظ و شکل کے اعتبار سے موقوف کی بعض ایسی صورتیں بھی ہیں جو ظاہری اعتبار

---

(۱۵۰) بخاری ۔ الجامع الصحیح ج ۱: ص ۲۴ باب مَن خصّ بالعلم قوماً ۔ الخ کتاب العلم

(۱۵۱) بخاری ۔ امام ۔ الجامع الصحیح ج ۲ : ص ۴۹ باب الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیہ الماء ۔ کتاب التیمم

(۱۵۲) زہری اور عطاء دونوں تابعی ہیں۔

سے موقوف نظر آتی ہیں لیکن اگر دقتِ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقیقتاً "مرفوع ہیں، ایسی روایات کو علماء محدثین "مرفوع حکمی" کہتے ہیں یعنی یہ روایت باعتبار لفظ موقوف اور باعتبار حکم مرفوع ہے۔

مثالیں :-

۱- کسی ایسے صحابی کے جن کا اہلِ کتاب سے اخذ و تلمذ ثابت نہیں۔ ایسے اقوال جن میں اجتہاد ممکن ہے نہ وہ بیان لغت سے یا کسی نوزائد شرح سے متعلق ہو جیسے

الف - امورِ ماضیہ - بدءِ خلق کی خبریں -

ب - مستقبل کی خبریں مثلاً علاماتِ قیامت، فتنے اور روزِ قیامت کی خبریں

ج - ایسے اعمال کا بیان جن پر کسی مخصوص و متعین ثواب یا عذاب کو واضح کیا جائے۔

۲- صحابی کا ایسا عمل کہ جس میں اجتہاد کا احتمال نہ ہو جیسے حضرت علیؓ کا صلوٰۃ کسوف کی ہر رکعت میں دو رکوع سے زائد پڑھنا۔

۳- کوئی صحابیؓ یہ خبر دے کہ ہم لوگ یہ کیا یا کہا کرتے تھے یا ایسے کرنے، کہنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ ایسی صورت میں اگر وہ اس قول یا عمل زمانہ نبویؐ سے منسوب کرتے ہیں تو مرفوع ہے جیسے حضرت جابرؓ کا قول۔

کنا نعزل علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۱۵۳)

اور اگر اسے عصر نبوی سے منسوب نہیں کیا گیا تو وہ جمہورِ علماء کے نزدیک موقوف ہے۔ جیسے حضرت جابر کا قول۔

"کنا اذا اصعدنا کبرنا، و اذا نزلنا سبحنا" (۱۵۴)

(جب ہم اوپر چڑھتے تو تکبیر پڑھتے اور جب نیچے اترتے تو تسبیح پڑھتے)

یا کوئی صحابی یہ کہیں کہ ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا گیا یا ایسا کہنے سے روکا گیا، یا یہ کہ فلاں چیز سنت ہے مثلاً ایک صحابی کا قول ہے

---

(۱۵۳) بخاری، الجامع الصحیح ج ۲ : ص ۷۸۴، باب العزل کتاب النکاح

(۱۵۴) بخاری، امام، الجامع الصحیح ج ۱ : ص ۴۲۰ باب التسبیح اذا ھبط وادیا۔ کتاب الجہاد

"أُمِرَ بلال أن يشفع الأذان ويوتر الاقامة (١٥٥)

(بلال کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان میں کلمات، کو دو مرتبہ اور اقامت میں ایک مرتبہ کہیں)

اسی طرح امام عطیہ کا قول۔

"نهينا عن اتباع الجنائز ولم يعزم علينا" (١٥٦)

(ہمیں جنازہ کی اتباع سے روکا گیا نہ کبھی ہم سے اس کی توقع رکھی گئی)

ابو قلابہ کی انس بن مالک سے روایت

"من السنة اذا تزوج البكر على الثيب أقام عندها سبعاً (١٥٧)

(سنت میں سے ہے کہ جب ثیبہ کے بعد کسی باکرہ سے شادی کرے تو سات دن اس کے پاس رہے)۔

۴۔ تابعی راوی صحابیؓ کے ذکر کے ساتھ حسب ذیل چار کلمات میں سے کوئی ایک کلمہ کہے۔

یرفعہٗ (روایت کو مرفوع کرتے ہوئے) ینمیہ (اس کو بڑھاتے ہوئے) یبلغ بہ (اس کو پہنچاتے ہوئے) روایۃً (روایت کرتے ہوئے)

جیسے اعرج کی روایت

عن ابی هريرهؓ رواية تقاتلون قوماً صغار الأعين (١٥٨)

(ابوہریرہ سے روایتاً یہ درج ہے کہ ایک قوم ہوگی جو بچوں کی آنکھوں کے سامنے قتل کرے گی)

۵۔ صحابی کسی آیت کی ایسی تفسیر بیان کرے جو آیت کا شانِ نزول ہو۔

مثلاً حضرت جابرؓ کا قول

كانت اليهود تقول، من اتى امرأتهٗ من دبرها فى قبلها جاء الولد احول

---

(١٥٥) بخاری۔امام۔الجامع الصحیح ج ۱: ص ۸۵ باب بدء الاذان۔کتاب الاذان

(١٥٦) ایضاً ج ۱: ص ۱۷۰ باب اتباع النساء الجنازة، کتاب الجنائز

(١٥٧) بخاری، امام، الجامع الصحیح ج ۲: ص ۷۸۵، باب اذا تزوج البكر على الثيب، کتاب النکاح

(١٥٨) ایضاً ج ۴: ص ۱۵۶ باب قتال الترك۔ کتاب الجهاد

فانزل اللّٰہ تعالیٰ نساءکم حرث لکم .....الخ (۱۵۹)

(یہود کہا کرتے تھے کہ جو اپنی بیوی سے جماع کرنے پیچھے سے آتا ہے تو اس کا لڑکا احول (بھینگا) پیدا ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ عورتیں تمہاری کھیتی ہیں ....)

موقوف کی حیثیت موقوف کے متعلق محولہ بالا بحث وتفصیلات سے واضح ہوا کہ روایتِ موقوف صحیح، حسن اور ضعیف ہوسکتی ہے لیکن باوجود اس کی صحت کے پایہ ثبوت تک پہنچ جانے کے، کیا اسے حجت ماننا جائز ہے یا نہیں۔

دراصل موقوف کا حجت نہ ہونا اصل ہے کیونکہ یہ روایت اقوال یا افعالِ صحابہ پر مبنی ہوتی ہے لیکن اگر یہ ثابت ہوجائے کہ یہ روایت کسی ضعیف مرفوع حدیث کو تقویت دیتی ہے تو اس کا بھی حکم ایسا ہی ہے جیسا کہ مرسل میں گزرا۔ کیونکہ صحابہ کے احوال واوصاف سے ثابت ہے کہ ان کی زندگی سنت کے مطابق ہی ہوتی تھی۔ بایں ہمہ یہ روایت مرفوع کے حکم میں نہیں ہوسکتی البتہ مرفوعِ حکمی، مرفوع کی طرح حجت ہے۔

مقطوع

لغوی مفہوم۔ قطع سے اسم مفعول ہے۔ وصل (اتصال) کی ضد ہے۔

اصطلاحی معنی۔ کوئی بھی ایسا قول یا فعل جو تابعی[160] یا اس سے نیچے کسی سے منسوب ہو۔

ایسا کوئی قول یا فعل جو سندِ متصل کے ساتھ کسی تابعی یا تبع تابعی سے منسوب یا منقول ہو۔

وضاحت مقطوع کا مفہوم منقطع سے بالکل جدا ہے کیونکہ مقطوع ہونا متن کی اور منقطع ہونا سند کی صفت ہے یعنی حدیث مقطوع تابعی تک متصل ہوگی جبکہ منقطع کا مفہوم یہ ہے کہ اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے اور یہ بات متن سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔

---

(۱۵۹) مسلم، امام، الجامع الصحیح ج ۳ : ص ۱۵۶ باب جواز جماع امرأته فی قبلها من قدامها ومن وراءها من غیر تعرضٍ للدبر۔ کتاب النکاح

(۱۶۰) تابعی وہ شخص ہے جس نے حالت ایمان پر کسی صحابی کو دیکھا اور اسلام پر موت واقع ہوئی۔

مثالیں :-

الف۔ مقطوع قولی کی مثال حسن بصری بدعتی کی اقتداء میں نماز کے متعلق فرماتے ہیں ۔
"صلِّ وعلیہ بدعتہ" (۱۶۱)

(نماز پڑھو اس کی بدعت کا وبال اسی کے سر پر ہے)۔

ب۔ مقطوع فعلی کی مثال ابراہیم بن محمد بن منتشر کا قول
"کان مسروق یرخی الستر بینہ و بین اھلہ ویقبل علی صلوتہ ویخلیھم ودنیاھم" (۱۶۲)

(حضرت مسروق اپنے اور اپنے اہل وعیال کے درمیان پردہ ڈال دیتے اور نماز میں مشغول ہو جاتے خود خلوت اختیار کر لیتے اور ان کو دُنیا میں چھوڑ دیتے)

مقطوع کی حیثیت احکام شرعیہ میں مقطوع سے استدلال جائز نہیں اگرچہ قائل تک اس کی سند صحیح ثابت ہو جائے کیونکہ یہ کسی مسلمان کا قول یا فعل ہے لیکن اگر کوئی ایسا قرینہ ہو جو اس کے مرفوع ہونے پر دلالت کرتا ہو مثلاً تابعی کے ذکر کے ساتھ "یرفعہ" کا لفظ تو اس کا حکم "مرفوع مرسل" کی طرح ہو گا ۔

مقطوع و منقطع میں فرق امام شافعیؒ اور امام طبرانی نے "مقطوع" کی اصطلاح کو بعض مقامات پر منقطع کے لئے بھی استعمال کیا ہے لیکن یہ غیر راجح ہے کیونکہ منقطع وہ روایت ہے کہ جس کی سند متصل نہ ہو۔ امام شافعی کا یہ قول غالباً اصطلاحات کی توضیح وصراحت سے قبل کا ہے البتہ طبرانی کا قول اصطلاح کے مفہوم سے تجاوز کے مترادف ہے ۔

مؤلفات :-

---

(۱۶۱) بخاری، امام، الجامع الصحیح - ج ۱ : ص ۹۶ - باب امامۃ المفتون والمبتدع - کتاب الاذان

(۱۶۲) ابونعیم، احمد بن عبداللہ الاصبہانی - حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء (۱۶۴) بیروت - دارالکتاب ۱۹۸۰ء ج ۲ : ص ۹۶

الف ۔ مصنف ابن شیبہ (۱۶۳)

ب ۔ مصنف عبدالرزاق (۱۶۴)

ج ۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم کی تفاسیر

---

(۱۶۳) ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن شیبہ م ۲۳۵ھ کی یہ کتاب نبی کریمؐ کی احادیث، صحابہ کرام کے آثار، تابعین اور تبع تابعین کے فتاویٰ پر مشتمل ہے اور ابواب فقہیہ پر مرتب ہے۔ ہندوستان میں یہ کتاب ۱۵ جلدوں میں شائع ہوئی لیکن ناقص تھی، ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی نے ۱۹۸۷ میں اسے ۱۵ جلدوں میں شائع کیا ہے (مترجم)

(۱۶۴) ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی م ۲۱۱ کی کتاب بھی احادیث و آثار کا ایک وقیع مجموعہ ہے ۱۱ جلدوں میں مجلس علمی کراچی نے حبیب الرحمٰن اعظمی کی تعلیقات کے ساتھ ۱۹۷۰ میں شائع کیا ہے۔

بحث ثانی

مقبول و مردود کے درمیان مشترک روایت

مختلف انواع (۱۶۵)

مسند

لغوی مفہوم۔ اسند سے اسم مفعول ہے۔ کسی شے کا یا کسی قول کا کسی شخص سے منسوب ہونا۔
اصطلاحی معنی۔ وہ روایت مرفوع جس کی سند نبی کریمؐ تک متصل ہو (۱۶۶)

مثال امام بخاری نے عبداللہ بن یوسف عن مالک عن ابی زناد عن اعرج عن ابی ہریرہؓ کی سند سے ایک روایت تخریج کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔

"إذا شرب الکلب فی إناأحدکم فلیغسلہ سبعًا" (۱۶۷)

(جب تمہارے کسی برتن میں سے کتا پانی پی لے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھوؤ)

اس حدیث کی سند اول تا آخر متصل ہے اور نبی کریمؐ سے مرفوعاً منقول ہے۔

متصل

لغوی مفہوم۔ اتصل سے اسم فاعل ہے۔ انقطع کی ضد ہے اور اس نوع کو موصول کا نام بھی دیا جاتا ہے
اصطلاحی معنی۔ جس روایت کی سند متصل ہو، روایت مرفوع ہو یا موقوف

---

(۱۶۵) اس بحث میں سند کے اعتبار سے حدیث کی بعض انواع کو بیان کیا جائے گا۔

(۱۶۶) مسند کی دوسری تعریفات بھی ہیں لیکن منقولہ تعریف وہ ہے جسے حاکم اور ابن حجر نے راجح قرار دیا ہے۔

(۱۶۷) بخاری۔ امام۔ الجامع الصحیح ج ۱: ص ۲۹ باب اذا شرب الکلب فی إناء، کتاب الوضوء

مثالیں :۔

الف۔ متصل مرفوع کی مثال
مالک عن ابن شہاب عن سالم بن عبداللہ عن ابیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے کوئی روایت نقل کی جائے (کیونکہ اس کی سند میں از اوّل تا آخر کوئی انقطاع نہیں ہے۔

ب۔ متصل موقوف کی مثال
مالک عن نافع، ابن عمر کا کوئی قول نقل کریں (اس کی سند میں بھی کوئی انقطاع نہیں ہے لیکن یہ قولِ صحابیؓ ہے اس لئے موقوف ہے)

موقوفِ تابعی
کسی تابعی کا کوئی قول سند متصل کے ساتھ نقل کیا جائے تو اس کو مطلقاً متصل نہیں کہا جائے گا البتہ ائمہ رجال کے کلام میں تابعی کی صراحت و تقیید کے ساتھ اس کو موقوف کہنا مروّج ہے۔ مثلاً یہ صراحت لازم ہے کہ یہ روایت سعید بن المسیب، مالک یا زہری تک متصل ہے کیونکہ تابعی کی روایات "مقاطیع" کہلاتی ہیں اور ان کو متصل کہنا دو اضداد کو جمع کرنے کے مترادف ہے

زیاداتِ ثقات

معنٰی مرادی
زیادات، زیادہ کی جمع ہے۔ ثقات، ثقہ کی جمع ہے۔ ثقہ وہ راوی ہے جو عادل اور قوی الحافظہ ہو۔ زیادۃ ثقہ سے مراد کسی ثقہ راوی کے وہ اضافی الفاظ ہیں جو دوسرے ثقہ رواۃ سے منقول نہیں۔

اضافات کرنے والے مشہور راوی
بعض ثقہ رواۃ کے اپنے الفاظ کی اس زیادتی نے علماء کو اس کی تحقیق و تدقیق کی طرف متوجہ کیا چنانچہ تلاش و تحقیق کے بعد انہوں نے ایسے رواۃ کے نام جمع کر دیئے جن میں سے چند مشہور حسب ذیل ہیں۔

الف ۔ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن زیاد نیشاپوری

ب ۔ ابونعیم جرجانی۔

ج ۔ ابوالولید حسان بن قرشی۔

اضافہ کا محل

الف ۔ متنِ حدیث میں کسی جملہ یا کلمہ کا اضافہ

ب ۔ سند میں موقوف کو مرفوع یا مرسل کو متصل بنا دینا

حکم ۔ اگر ثقہ راوی کا اضافہ متن میں ہو تو اس کے متعلق ائمہ حدیث کی آرا مختلف ہیں

الف ۔ مطلقاً قابل قبول ہے ۔

ب ۔ مطلقاً مردود ہے ۔

ج ۔ بعض ائمہ نے اس راوی کی روایت کو رد کیا ہے کہ جس نے پہلی مرتبہ بغیر زیادتی کے روایت نقل کی اور بعد ازاں اس کے متن میں کسی کلمہ یا جملہ کا اضافہ کر دیا جبکہ بصورت دیگر روایت قابل قبول (۱۶۸)

ابن صلاح نے اس زیادتی کو قبول و رد کے اعتبار سے تین اقسام میں منقسم کیا ہے ۔ ابن صلاح کی اس تقسیم سے علامہ نووی نے بھی موافقت کی ہے ۔

الف ۔ ثقہ راوی کے اس اضافہ میں کسی دوسرے ثقہ راوی کی صراحتہً مخالفت نہیں ہوتی تو اس صورت میں وہ زیادتی قابل قبول ہے کیونکہ ایک ثقہ راوی نے کسی جملہ میں تفرد اختیار کیا ہے اور وہ اضافہ اس کی ثقاہت کی وجہ سے حجت ہے ۔

ب ۔ ثقہ کے اضافہ کردہ الفاظ اس کے ہم پلّہ دوسرے راوی یا اس سے زیادہ ثقہ روایت کے مخالف ہونے کی صورت میں اس کی روایت مردود ہو گی جیسا کہ شاذ کے بیان میں گذر چکا ہے ۔

ج ۔ اضافہ میں اپنے سے ثقہ روایت سے دو انواع میں سے کسی خاص نوع کی مخالفت ہو ۔

۱ ۔ کسی مطلق کو مقید کرنا ۔

۲ ۔ کسی عام کو مخصوص کرنا ۔

ابن صلاح اضافہ کے اس قسم کے حکم کے بارہ میں خاموش ہیں البتہ نووی ابن صلاح سے نقل کرتے ہیں کہ مؤخر الذکر قابل قبول ہے (۱۶۹)

---

(۱۶۸) ابن الصلاح ، علوم الحدیث ص ۸۵

خطیب بغدادی ۔ کفایہ ص ۴۲۴

(۱۶۹) تدریب مع تقریب ج ۱ ص ۲۴۷ ۔ امام شافعی و مالک کے نزدیک اس نوع کا قبول اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک رد اولیٰ ہے ۔

متن میں زیادتی کی مثالیں :-

الف - عدم مخالفت کی صورت میں مثال :- امام مسلمؒ نے علی بن مسہر عن اعمش عن ابی رزین و ابی صالح عن ابو ہریرۃؓ کی سند سے ولوغ کلب کی حدیث میں "فلیرقہ" (بہادے) کے الفاظ کا اضافہ نقل کیا ہے۔ (۱۷۰) اس لفظ کو اعمش کے کسی اور شاگرد نے روایت نہیں کیا بلکہ ان کی روایت مطابق متن حدیث اس طرح ہے۔

"اذا ولغ الكلب فى إناء أحدكم فليغسله سبع مرارٍ" (۱۷۱)

(جب کوئی کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھوؤ)

ایک لفظ کا یہ اضافہ ایسا ہے کہ جیسے کسی روایت میں علی بن مسہر نے تفرد اختیار کیا ہو اور کیونکہ علی ثقہ ہیں اس لئے اضافہ قابل قبول ہے۔

ب - مخالفت کے ساتھ اضافہ امام ابو داؤد، ترمذی وغیرہ نے موسی بن علی بن رباح عن ابیہ عن عقبہ بن عامرؓ ایک روایت نقل کی ہے جس میں حدیث

"يوم النحر و أيام التشريق عيد نا أهل الاسلام وهى أيام أكلٍ و شرب"

(قربانی اور ایام تشریق ہماری عیدیں جو کھانے پینے کے دن ہیں) میں "یوم عرفہ" کا بھی اضافہ کیا ہے (۱۷۲) جبکہ حدیث کی کسی دوسری سند سے یوم عرفہ کا لفظ منقول نہیں۔

ج - خاص نوع کی مخالفت کی مثال امام مسلم نے ابو مالک اشجعی عن ربعی عن حذیفہ ایک مرفوع روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں۔

"... وجعلت لنا الارض كلها مسجداً وجعلت تربتها لنا طهوراً" (۱۷۳)

---

(۱۷۰) مسلم - الجامع الصحیح ج ۱: ص ۱۶۱ باب حکم ولوغ الکلب - کتاب الطہارۃ -

(۱۷۱) بخاری - الجامع الصحیح ج ۱: ص ۲۹ - باب اذا شرب الکلب فی الاناء کتاب الوضوء - بخاری میں سبع مرار کی بجائے سبعاً کا لفظ درج ہے -

(۱۷۲) ترمذی - الجامع الصحیح ج ۱: ص ۱۳۶ باب ماجاء فی کراھیۃ صوم ایام التشریق - ابواب الصوم -

(۱۷۳) مسلم - الجامع الصحیح ج ۲: ص ۶۳، ۶۴ کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ

(.... اور تمام زمین کو ہمارے لئے مسجد بنایا گیا ہے اور اس کی مٹی کو پاک قرار دیا گیا ہے)

تربتھا کے لفظ میں ابو مالک نے تفرد اختیار کیا ہے جبکہ دیگر رواۃ نے اسے اس طرح نقل کیا ہے

" وجعلت لنا الارض مسجداً وطھوراً (۱۷۴)

سند میں اضافہ کا حکم

سند میں اضافہ دو بڑے مسائل پر منحصر ہے جو کثیر الوقوع ہیں۔ موصول کا مرسل سے تعارض اور موقوف کا مرفوع سے۔ اسناد میں زیادتی پر علماء نے مستقلاً مخصوص تحقیقات کی ہیں مثلاً "المزید فی متصل الاسانید"

اس زیادتی کے قبول و رد میں علماء کی چار مختلف آرا ہیں۔

الف۔ جمہور فقہاً اور اصولیین کے نزدیک جس نے حدیث کو موصول یا مرفوع کیا ہو اس کی روایت قابلِ قبول ہے۔

ب۔ اکثر ائمہ حدیث کے نزدیک جس روایت کو مرسل یا موقوف بیان کیا گیا وہ قابلِ قبول ہے۔

ج۔ بعض ائمہ حدیث کے نزدیک تفرد اختیار کرنے والے کا قول مردود اور اکثریت کی طرف سے روایت کردہ حدیث مقبول ہے۔

د۔ بعض دیگر ائمہ حدیث کے نزدیک مخالفت کی صورت میں زیادہ عمدہ قوت حافظہ کے مالک راوی کی روایت قابل قبول ہے۔

مثال - حدیث۔ لا نکاح الا بولیؔ (نکاح ولی کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا) اس روایت کو یونس بن ابی اسحٰق سبیعی، ان کے بیٹے اسرائیل اور قیس بن ربیع نے عن ابی اسحٰق یہ روایت سند متصل کے ساتھ نقل کی ہے اور سفیان ثوری، شعبہ بن حجاج نے ابو اسحٰق سے مرسلاً روایت کی ہے (۱۷۵)

---

(۱۷۴) حوالہ بالا

(۱۷۵) خطیب بغدادی۔ کتاب مذکور ص ۴۰۹

اعتبار، متابع، شاہد

تعریفات :-

الف ۔ اعتبار

لغوی مفہوم اعتبر کا مصدر ہے۔ اس کے معنیٰ مختلف امور میں ایسی دقتِ نظر کہ جس کے ذریعہ اس کے مشابہ دوسری چیزوں تک رسائی ہو۔

اصطلاحی معنیٰ اصطلاحًا اس کے معنیٰ یہ ہیں "کسی راوی کی تفرد کی صورت میں اس بات کی جستجو کہ اس کی تائید کسی اور راوی نے کی ہے یا نہیں ۔

ب ۔ متابع یا تابع

لغوی مفہوم ۔ تابع سے اسم فاعل ہے ۔ موافقت کرنا ۔

اصطلاحی معنیٰ وہ حدیث جو تفرد کے ساتھ روایت کی گئی کسی حدیث کے ساتھ لفظاً، معناً مشابہت رکھتی ہو ۔ جبکہ دونوں کے صحابی راوی ایک ہی ہوں ۔

ج شاہد

لغوی مفہوم شہادت کا اسم فاعل ہے ۔ اس روایت کو شاہد اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ گواہی دیتی ہے کہ حدیثِ فرد (تفرد کے ساتھ روایت کی گئی حدیث) کی کوئی اصل ہے اور یہ حدیث فرد کے لئے اسی طرح تقویت و تائید کا سبب بنتی ہے جیسے ایک شاہد مدعی کے لئے ۔

اصلاحی معنیٰ وہ حدیث جو حدیث فرد کے ساتھ لفظاً و معناً یا صرف معناً مشابہت رکھتی ہو جبکہ دونوں روایتوں کے صحابی راوی علیحدہ علیحدہ ہوں ۔

اعتبار کی حقیقت ۔ بعض اوقات یہ وہم پیدا ہو جاتا ہے کہ اعتبار، شاہد اور متابع کے بالمقابل

ایک قسم ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اعتبار ان دونوں تک پہنچنے کی ایک صورت ہے یعنی وہ متابع و شاہد کے فرق و امتیاز کو واضح کرنے کے لئے ایک طریقہ تحقیق ہے۔

تابع و شاہد کی دوسری تعریف

تابع و شاہد کی محولہ بالا تعریفات مشہور اور اکثر محدثین کے نزدیک راجح تعریفات ہیں لیکن ان کی دوسری تعریفات بھی ہیں۔

الف۔ **تابع**۔ حدیث فرد کے راویوں سے مشارکت لفظی حاصل ہو جائے چاہے صحابی مشترک ہوں یا مختلف۔

ب۔ **شاہد**۔ حدیثِ فرد کے راویوں سے مشارکتِ معنوی حاصل ہو جائے چاہے صحابی مشترک ہوں یا مختلف۔ علاوہ ازیں ان دونوں کے برعکس بھی اطلاق کیا جاتا ہے یعنی تابع کو شاہد اور شاہد کو تابع بنا دیا جاتا ہے۔ ابن حجر کے مطابق ان کا ایک دوسرے پر اطلاق قابل اعتراض نہیں (١٧٦) کیونکہ مقصود دونوں کا مشترک ہے وہ یہ کہ مختلف طرق و اسناد کے ذریعہ حدیث کو قوی کرنا۔

متابعت

لغوی مفہوم:۔ تابع کا مصدر ہے، بمعنی موافقت، اور متابعت موافقت کی اجازت ہے۔

اصطلاحی معنی:۔ روایتِ حدیث میں راوی اپنے سے علاوہ کسی راوی کے ساتھ مشارکت کرے"!

اقسام۔ متابعت کی دو قسمیں ہیں۔

الف۔ متابعت تامہ۔ راوی محدث سند کے اوّل حصہ میں مشارکت حاصل کرے۔

ب۔ متابعت قاصرہ۔ راوی محدث سے درمیانِ سند مشارکت حاصل کرے۔

مثالیں حافظ ابن حجر کی بیان کردہ ایک ہی مثال بیان کی جائے گی (١٧٧) جس میں متابعت تامہ ناقصہ اور شاہد کی حقیقت پائی جاتی ہے۔

---

(١٧٦) ابن حجر۔ شرح نخبۃ الفکر ص ٢٢٤

(١٧٧) ایضاً ص ٢٢٥

امام شافعیؒ نے کتاب الأم میں عبداللہ بن دینار عن ابن عمرؓ روایت نقل کی ہے۔ آپؓ نے فرمایا۔
"الشهر تسع وعشرون، فلا تصوموا حتّٰی تروا الهلال ولا تفطروا حتّٰی تروه فان غمّ عليكم فاكملوا العدة ثلاثين (۱۷۸)
(اصل مہینہ ۲۹ دن کا ہے پس چاند دیکھے بغیر روزہ رکھو نہ افطار کرو اور چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے پورے کرو)۔

امام شافعی کی اس روایت کو ائمہ حدیث نے ان کا تفرد سمجھا اور انکے تفردات میں اسے شمار کیا کیونکہ امام مالک کے تلامذہ نے اس روایت کو اسی سند کے ساتھ ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔
فان غم عليكم فاقدروا له (۱۷۹)
لیکن اعتبار (تحقیق) کے بعد امام شافعیؒ کے لیے متابعت تامہ و ناقصہ اور شاہد بھی پائے گئے۔

متابعہ تامہ کی مثال امام بخاریؒ نے عبداللہ بن مسلمۃ قعنبی کی روایت امام مالک کی سند سے تخریج کی ہے جس کے الفاظ ہیں
"فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين" (۱۸۰)

متابعہ قاصرہ کی مثال ابن خزیمہ نے عاصم بن محمد عن ابیہ محمد بن زید عن عبداللہ بن عمرؓ اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔
"فكملوا ثلاثين" (۱۸۱)

شاہد کی مثال امام نسائی نے محمد بن حنین عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔
"فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين (۱۸۲)

---

(۱۷۸) شافعی، محمد بن ادریس امام۔ الام۔ بیروت، دار المعرفۃ ۱۹۷۳: ج ۲: ص ۹۴
(۱۷۹) مالک بن انس، امام موطا مع شرح اوجز المسالک، سہارنپور۔ مکتبہ یحیویہ ج ۳: ص ۹
(۱۸۰) بخاری۔ الجامع الصحیح ج ۱: ص ۲۵۶ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(۱۸۱) ابن خزیمہ، ابوبکر محمد بن اسحٰق صحیح ابن خزیمہ۔ بیروت، مکتب الاسلامی ۱۹۸۰ ج ۳: ص ۲۰۲
(۱۸۲) نسائی۔ سنن النسائی۔ بیروت۔ دار احیاء ج ۴: ص ۱۳۳۔ مع حاشیہ

باب دوم

راویِ مقبول الرّوایت کی صفات
اور جرح و تعدیل کے مباحث

بحث اول :۔۔۔۔۔ راوی، اور شرائطِ قبولیّت

بحث ثانی :۔۔۔۔۔ جرح وتعدیل کی کتب سے
مستفاد اصول وکلیات

بحث ثالث :۔۔۔۔۔ جرح وتعدیل کے مراتب

بحثِ اوّل

راوی اور اُس کی قبولیّت کی شرائط

تمہید نبی کریمؐ سے ہم تک روایات راویوں اور محدّثین کے واسطہ سے پہنچی ہیں۔ چنانچہ یہ رواۃ و محدثین حدیث کی صحت و عدمِ صحت کی پہچان میں پہلی سیڑھی کی حیثیت رکھتے ہیں اسی بنا پر ائمہ و علماء حدیث نے راویوں کے احوال کی چھان بین کا اہتمام کیا اور ان سے روایت قبول کرنے کے لئے ایسی دقیق و محکم شرائط ضروری قرار دیں جو ان کے عمیق النظر، صحیح الفکر اور صائب الرائے ہونے پر دلالت کرتی ہوں۔

اقسام شرائط ۔ ائمہ محدثین کی متعین کردہ ان شرائط کو دو اقسام میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔

الف۔ راوی کے لئے شرائط

ب ۔ روایت و حدیث کے قبول کے لئے شرائط

راوی کے اندر وہ شرائط جن کو علماء محدثین نے واجب قرار دیا ہے اور وہ شرائط جن کو نقل روایت کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ اس معیار کو کوئی ملت نہیں پہنچ سکی۔ حتیٰ کہ ہمارے زمانہ میں بھی جو علم و تحقیق کے اعتبار سے ماضی کی نسبت زیادہ مؤقر سمجھا جاتا ہے، قبول روایت و خبر کے لئے وہ شرائط نہیں جو علماء اصولِ حدیث نے راوی کیلئے متعین کی ہیں بلکہ اس سے کم تر درجہ کی شرائط بھی نہیں پائی جاتیں۔ چنانچہ روایات و اخبار کی کثرت رسمی اطلاعات کے طرق کی ذمہ داری پر نقل کی جاتی ہیں کہ جن پر اعتماد کیا جاسکتا ہے نہ اُن کے صدق کا یقین اور یہ بات ان اطلاعات کے بیان کرنے والوں کے احوال نہ معلوم ہونے کی بنا پر ہے کیونکہ روایت میں کوئی نقص دراصل راوی کا نقص ہوتا ہے اور اسی بنا پر اکثر روایات و اخبار کی عدم صحت ظاہر ہو جاتی ہے۔

راوی کی شرائطِ قبولیت

ائمہ حدیث وفقہ کی اکثریت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ راوی میں دو شرائط اساسی و بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

الف۔ عدالت عدالت سے مراد یہ ہے کہ راوی مسلمان، بالغ، عاقل، اسباب فسق سے دور اور اخلاقی اقدار کا پابند ہو۔

ب۔ ضبط ضبط سے مراد یہ ہے کہ راوی ثقہ راویوں کا مخالف، سوءِ حفظ کا مالک، فحش غلطی کا مرتکب غافل اور کثیر الوہم نہ ہو۔

ثبوتِ عدالت

کسی راوی کی عدالت دو میں سے ایک امر سے ثابت ہوسکتی ہے۔

الف۔ کوئی دو عادل افراد اس کی عدالت کی صراحت کریں۔ یعنی علماء عادلین کی جماعت کے دو افراد یا کوئی ایک فرد اس کی عدالت کو واضح وصریح الفاظ میں بیان کریں۔

ب۔ طالبان علم کی کثیر تعداد نے اس راوی سے استفادہ کیا ہو اور راوی مشہور ہو۔ ایسے راوی کے لئے جس کی عدالت مشہور ومعروف ہو، کسی عادل کی صراحت ضروری نہیں جیسے فقہ وحدیث کے مشہور ائمہ امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ سفیانِ ثوری، سفیان بن عیینہ اور اوزاعی وغیرہ۔

ثبوتِ عدالت میں ابن عبدالبر کا مسلک

ابن عبدالبر کی رائے یہ ہے کہ کسی ایسے راوی کی جو اہلِ علم میں شمار ہوتا ہو، اخلاقی لحاظ سے کریم مشہور ہو، عدالت اس وقت ثابت ہوسکتی ہے جب تک اس پر کوئی جرح نہ کی گئی ہو۔ ابن عبدالبر نے اس حدیث کو دلیل بنایا ہے۔

یحمل ھذا العلم من کل خلفٍ عدولہ، ینفون عنہ تحریف الغالین و انتحال المبطلین، وتاویل الجاھلین (۱)

(اس علم کو حاصل کیا جائے گا ہر ایسے شخص سے بھی جو اپنی عدالت کو ثابت نہ کرسکا ہو۔ غلو کرنے

---

(۱) اس روایت کو ابن عدی نے الکامل میں روایت کیا ہے، عراقی کہتے ہیں کہ اس کے بہت سے طرق ہیں اور تمام ضعیف ہیں۔ ان میں سے کسی سے بھی اس حدیث کی صحت ثابت نہیں ہوئی۔ اگرچہ بعض علماء نے کثرتِ طرق کی بنا پر اس کو حسن قرار دیا ہے (مؤلف) دیکھئے سیوطی، جلال الدین۔ تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، بیروت، دار احیاء السنۃ النبویۃ ۱۹۷۹۔ ج ۱: ص ۳۰۲، ۳۰۳

والوں کی تحریف کی نفی کرتا ہو مبطلین کی راہ اور جاہلین کی تاویل میں حائل ہو)

ابن عبدالبر کے مطابق یہ بات علماء حدیث کی رائے کے خلاف ہے کیونکہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور حدیث صحیح ہو تو معنیٰ ہوں گے کہ علم غیر عادل کے پاس بھی ہوتا ہے ۔

ثبوتِ ضبط کسی راوی کے ضبط (قوتِ حافظہ) کی پہچان یہ ہے کہ وہ روایت نقل کرنے میں ثقہ و عادل اور متقی راویوں کی اکثر اوقات موافقت کرتا ہو ۔ اگر وہ زیادہ تر مخالفت کرتا ہو تو اس کے ضبط میں خلل ثابت ہو جائے گا اور وہ قابلِ استدلال نہ رہے گا لیکن اگر ثقہ رواۃ کی مخالفت نادر الوقوع ہو تو یہ مخالفت اسکے ضبط پر اثر انداز نہ ہوگی ۔

قبولیّتِ جرح و تعدیل

آیا جرح و تعدیل سبب کے بیان کے بغیر قابل قبول ہیں یا نہیں ؟

ائمہ رجال کے نزدیک اس کی دو صورتیں ہیں ۔

الف ۔ صحیح و مشہور رائے کے مطابق تعدیل بغیر بیان سبب کے قابل قبول ہے کیونکہ اسباب تعدیل اسقدر کثیر تعداد میں ہیں کہ ان کا حصر مشکل ہے کہ عدالت راوی ثابت کرنے والا شخص راوی کے ناکردہ گناہوں و جرائم کی اور کی جانے والی نیکیوں کی تفصیلات بیان کرے ۔

ب ۔ راوی پر کی جانے والی جرح اس وقت تک قابل قبول نہ ہوگی جب تک کہ اس کی تفصیلات نہ بیان کی جائیں کیونکہ اسباب جرح کا ذکر اس قدر مشکل امر نہیں ۔ دیگر یہ کہ ائمہ رجال کے نزدیک اسبابِ جرح مختلف ہیں ۔ ایک ہی سبب کسی کے نزدیک وجہ جرح ہے اور دیگر کے نزدیک محض اس سبب کی بنا پر راوی کو مجروح قرار نہیں دیا جا سکتا ۔

ابنِ صلاح فرماتے ہیں :۔

" جرح کا وجہ جرح بیان کئے بغیر ناقابلِ قبول ہونا اولیٰ بھی ہے اور فقہ و اصولِ فقہ میں مروج بھی " خطیب فرماتے ہیں کہ حفاظ و ناقدینِ حدیث ، بخاری و مسلم کا یہی مسلک ہے ۔ اسی بنا پر امام بخاری نے عکرمہ اور عمرو بن مرزوق جیسے رواۃ کو حجت مانا ہے جن پر امام بخاری کے علاوہ دوسرے لوگوں نے جرح کی ہے ۔ اسی طرح امام مسلم نے سوید بن سعید کے علاوہ ایسے بہت سے راویوں سے روایات اخذ

کی ہیں جن کا مجروح ہونا کسی خاص طبقہ میں معروف تھا اور یہی طریقہ امام ابوداؤدؒ کا ہے۔ ائمہ کا یہ عمل دلیل ہے۔ اس بات کی کہ ان کا نظریہ ہے کہ جرح وجہ جرح کی تفصیل کے بغیر معتبر نہیں۔ (۲)

جارحین ومعدلین کی تعداد

جرح یا تعدیل کرنے والوں کی تعداد کتنی ہونی چاہیئے؟ اس میں دو اقوال ہیں۔

الف ۔ صحیح قول کے مطابق کسی ایک امام جرح یا تعدیل سے راوی کا مجروح یا ثقہ ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

ب ۔ بعض ائمہ کا قول یہ ہے کہ کم از کم دو کا ہونا ضروری ہے۔

اجتماع جرح وتعدیل

کسی ایک راوی میں جرح وتعدیل جمع ہو جائیں وہ راوی ثقہ شمار ہو گا۔ یا مجروح؟

الف :۔ صحیح اور قابل حجت قول کے مطابق اگر جرح کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں تو وہ راوی مجروح ثابت ہو گا۔

ب ۔ ایک ضعیف اور ناقابل اعتبار قول کے مطابق اگر اس کی تعدیل کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے تو وہ ثقہ ہو گا بصورت دیگر مجروح۔

کسی ایک شخص کی تعدیل

کسی ایسے راوی کی روایت کے حکم میں کہ جس کی صرف ایک شخص نے تعدیل کی ہو اس سلسلہ میں دو امور ہیں۔

الف :۔ صحیح قول کے مطابق جس کے اکثر محدثین قائل ہیں۔ کسی ایک شخص کی تعدیل قابل اعتبار نہیں بعض کے قول کے مطابق تعدیل قابل اعتبار ہے۔

ب ۔ کسی حدیث کی موافقت میں کسی عالم کا فتویٰ یا اس پر اس کا عمل اس کی صحت کا حکم نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی یا اس کے رواۃ کی مخالفت میں کوئی حرج ہوتا ہے۔ بعض علماء کے قول کے مطابق عالم کا عمل یا فتویٰ صحت حدیث کی علامت ہے۔ آمدی اور دوسرے اصولیین نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے اس مسئلہ میں علماء کے ہاں طویل بحثیں ہیں۔

---

(۲) ابن الصلاح، ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن، علوم الحدیث، دمشق، دارالفکر ۱۹۸۴ء ص ۱۰۶، ۱۰۷ تدوین وتحقیق، عتر، نورالدین۔

فسق سے تائب شخص کی روایت

ایک شخص کی روایت جس نے فسق سے توبہ کر لی ہو، قابل قبول ہونے میں دو نوعیتیں ہیں ۔

الف ۔ فسق سے توبہ کرنے والے شخص کی روایت قابل قبول ہے ۔

ب ۔ نبی کریمؐ سے حدیث نقل کرنے میں کذب کا ارتکاب کرنے والے تائب کی روایت قابل قبول نہیں ۔

روایت حدیث پر اجر لینے والے کی روایت

ایسے شخص کی روایت کے قابل قبول ہونے میں مختلف اقوال ہیں جو روایت حدیث پر اجرت لیتا ہو ۔

الف :۔ امام احمد، اسحٰق، ابو حاتم اور دیگر ائمہ کے نزدیک اس کی روایت نا قابل قبول ہے ۔

ب :۔ ابونعیم فضل بن دکین اور بعض دیگر ائمہ کے نزدیک قابل قبول ہے

ج :۔ ابو اسحٰق شیرازی کے فتویٰ کے مطابق ایسے شخص کی روایت قابل قبول ہے جو درس حدیث میں مشغولیت کی بنا پر اپنے اہل وعیال کے لئے کسب معاش کا کوئی اور ذریعہ اختیار نہ کر سکتا ہو ۔

ثبوتِ غفلت اور کثرتِ سہو پر قبولِ روایت

حسب ذیل تین قسم کے راویوں سے حدیث نہیں لی جا سکتی ہے ۔

الف :۔ ایسا راوی جس کی بابت سماع یا درس کے وقت غفلت اور سستی ثابت ہو جائے یا یہ ثابت ہو جائے کہ وہ وقت سماع میں سو جاتا ہے یا اپنے اس شیخ سے جس سے اس نے سماع کیا ہے، نقل کرنے کی بجائے اصل سند سے روایت کرتا ہے ۔

ب ۔ ایسا راوی بھی قابل قبول نہیں جو قبولیتِ حدیث میں عجلت سے کام لیتا ہو اور کسی بھی روایت بلا تحقیق امر کہ یہ حدیث ہے یا نہیں، حدیث کے طور پر روایت کر دیتا ہو ۔

ج :۔ ایسا راوی جو اپنی روایت میں عموماً سہو کا شکار رہتا ہو ۔

روایت حدیث کے بعد نسیان

الف ۔ حدث ونسیان کی تعریف :۔ کسی شیخ کو یہ بات یاد نہ ہو کہ اس کے تلمیذ نے اس سے فلاں روایت اخذ کی ہے یا نہیں ۔

ب ۔ حکم ۔ اس کی دو صورتیں ہیں ۔

ا ۔ مردود ۔ ایسی روایت مردود ہو گی جس میں شیخ قطعی طور پر اس روایت کی نفی کر دے اور یہ کہے کہ میں

نے یہ روایت نہیں کی یا یہ کہے کہ وہ مجھ سے جھوٹ منسوب کر رہا ہے وغیرہ ایسی روایت مردود ہوگی۔

۲۔ **مقبول** :۔ اگر شیخ اس کی نفی میں متردد ہو اور قطعی طور پر نفی نہ کر رہا ہو۔ ایسی صورت میں وہ رِوایت مقبول ہوگی۔

ج۔ کیا ایسے رواۃ کی حدیث رد کی جائے گی ؟

نقل روایت اور نسیان کی صورت میں صرف اس الزام کی بنا پر راوی (روایت کرنے والے) یا مرْوی عنہ (جو نسیان کی بنا پر اس روایت سے انکار کر رہا ہے) کی دیگر احادیث رد نہیں کی جائیں گی کیونکہ دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے زیادہ مطعون نہیں ہے۔

مثال امام ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن عن سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرہؓ ایک روایت نقل کی ہے۔

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضیٰ بالیمین مع الشاھد" (۳)

(نبی کریمؐ گواہ کی موجودگی میں قسم پر فیصلہ کیا)

عبدالعزیز بن محمد دراوردی فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ روایت ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے سہیل سے نقل کی۔ میں نے ایک مرتبہ سہیل سے ملاقات کی اور اس روایت کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا، میں نے عرض کیا کہ ربیعہ نے میرے سامنے آپ سے یہ روایت نقل کی ہے چنانچہ اس کے بعد سہیل نے اس روایت کو یوں بیان کرنا شروع کر دیا۔

"حدثنی عبدالعزیز عن ربیعہ عنی أنی حدثتہٗ عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعًا بکذا"

(مجھ سے عبدالعزیز نے اور عبدالعزیز نے ربیعہ سے اور ربیعہ نے مجھ سے ابوہریرہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے)

مؤلفات ۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مشہور خطیب بغدادی کی کتاب "اخبار من حدث ونسی ہے"۔

---

(۳) ابوداؤد ۔ سلیمان بن اشعث۔ کتاب السنن ۔ بیروت دارالفکر ج ۳ ص ۳۰۹ باب القضا بالیمین والشاہد کتاب الاقضیہ۔

بحث ثانی

کُتبِ جرح وتعدیل کا ایک مختصر جائزہ

کسی روایت کی صحت یا اس کا ضعف جن امور پر مبنی ہے، راوی کی عدالت وضبط یا ان پر طعن و اعتراض ان میں بنیادی و اساسی امر ہے۔ اسی بنا پر علماء امت نے رواۃ کے حالات پر کتب مرتب کیں جن میں رواۃ کی عدالت اور ان کے ضبط کے متعلق علماء اجلاء اور معتمد علیہ ائمہ رجال کی آراء نقل کی ہیں۔ کسی راوی کے عادل ثابت کرنے کو "تعدیل" اور تعصب سے پاک ائمہ رجال کے بعض راویوں پر طعن و اعتراضات کو "جرح" کہتے ہیں۔ چنانچہ رواۃ کے حالات پر لکھی جانے والی تالیفات کو کتب جرح و تعدیل کہا جاتا ہے۔ کتب جرح و تعدیل کی متعدد انواع ہیں۔

۱۔ صرف ثقہ راویوں کے حالات پر مشتمل۔

۲۔ صرف ضعیف و مجروح راویوں پر مشتمل

۳۔ ضعیف و ثقہ راویوں کے حالات پر مشتمل

۴۔ کسی کتاب کے راویوں کی تخصیص کے بغیر راویانِ حدیث کے عمومی حالات۔

۵۔ ذخیرۂ کتب حدیث میں سے کسی خاص و معین کتاب کے رجال کے حالات۔

علماء جرح و تعدیل نے مذکورہ مختلف انواع کی کتب و تصانیف کی تالیف میں بلند پایہ عظیم الشان اور قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں اور دقتِ نظر کے ساتھ راویوں کی تعدیل اور ان پر جرح اساتذہ و تلامذہ کی جرح و تعدیل، اسفار علمیہ، شیوخ سے کسب فیض کا زمانہ، وہ زمانہ کہ جس میں انہوں نے ان شیوخ سے رجوع نہیں کیا، ان کے زمانہ میں امت کے حالات، ان تمام تفاصیل پر مشتمل ضخیم فہارس مرتب ہیں جن میں رواۃِ حدیث کے مفصل حالات اور سوانح کو نقل کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس خدمت پر جزائے عظیم عطا فرمائے۔ جرح و تعدیل پر مرتب چند کتب کے نام ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

۱- امام بخاری کی تاریخ کبیر - ثقہ وضعیف راویوں پر مشتمل (۴)

۲- ابن ابی حاتم کی الجرح والتعدیل، مذکورہ صدر کی طرح ثقہ وضعیف راویوں پر مشتمل (۵)

۳- ابن حبان کی "الثقات" صرف ثقہ راویوں پر مشتمل (۶)

۴- ابن عدی، "الکامل فی الضعفاء"۔ صرف ثقہ راویوں پر مشتمل (۷)

۵- عبدالغنی مقدسی کی "الکمال فی اسماء الرجال"، عام۔

۶- ذہبی کی میزان الاعتدال - صرف ضعفاء، مجروحین ومتروکین پر مشتمل (۸)

۷- ابن حجر کی تہذیب التہذیب - الکمال کا اختصار (۹)

---

(۴) محمد بن اسمٰعیل بخاری م ۲۵۶ھ علم حدیث میں جو جلالت شان رکھتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ آپ متون حدیث کے ساتھ اسناد پر بھی گہری دسترس رکھتے ہیں۔ التاریخ الکبیر کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے جس میں ۱۳۷۱۵ راویوں کے احوال لکھے ہیں۔ ان کی سندوں پر بحث کے علاوہ ان سے منقول بعض روایات کو بھی نقل کیا ہے (مترجم)

(۵) ابو محمد بن عبدالرحمن م ۳۲۷ھ جو ابن ابی حاتم کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ کی کتاب الجرح والتعدیل کو اس ضمن میں خصوصی وامتیازی حیثیت حاصل ہے۔ ایک جلد پر مشتمل اس کا مقدمہ ہے جو احکام جرح وتعدیل اور شرائط جارح ومعدل پر مشتمل ہے۔ (مترجم)

(۶) علماء جرح وتعدیل میں بعض ائمہ نے جرح وتعدیل سے قطع نظر ہر راوی کے حالات وکوائف بیان کئے ہیں۔ جبکہ بعض ائمہ صرف مجروحین اور بعض نے صرف ثقہ روایت کے تذکروں پر مشتمل کتب تالیف کی ہیں۔ ابن حبان کی الثقات بھی صرف ثقہ راویوں کے تذکرہ پر مشتمل ہے (مترجم)

(۷) عبدالرحمٰن بن خلاد م ۳۵۶ھ ابن عدی کے نام سے معروف ہیں۔ اپنی کتاب "الکامل" کو ابن عدی نے دو حصوں میں منقسم کیا ہے۔ حصہ اول مقدمہ پر مشتمل ہے جس میں ان ماہرین تنقید کے اسماء گرامی مذکور ہیں جن کی رائے علم جرح وتعدیل میں سند کا درجہ رکھتی ہے۔ دوسرے حصہ میں ان تمام رواۃ کو جمع کیا گیا ہے جن کو ائمہ جرح وتعدیل میں سے کسی نے کسی درجہ میں ضعیف قرار دیا ہو۔ دارالفکر بیروت نے آپ کی یہ کتاب شائع کی ہے (مترجم)

(۸) ذہبی کی کتاب کا تعارف گذشتہ اوراق میں گذر چکا ہے۔ دیکھئے کتاب ہذا ص

(۹) احمد بن علی بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ کی کتاب "تہذیب التہذیب" نے علم جرح وتعدیل اور اسماء الرجال کو اپنی انتہاؤں تک پہنچا دیا۔ آپ نے اس کتاب میں ۱۲۴۹۹ راویوں کی عدالت وثقاہت، جرح وطعن پر بحث کی ہے۔ دائرہ معارف حیدر آباد نے آپ کی یہ کتاب شائع کی ہے (مترجم)

بحث ثالث

جرح وتعدیل کے مراتب

ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب "الجرح والتعدیل" کو چار مراتب میں تقسیم کیا ہے اور ہر مرتبہ کا علیحدہ حکم بیان کیا ہے، پھر علماء محدثین نے ان میں دو کا اضافہ کیا۔ اسی طرح جرح وتعدیل کے حسب ذیل چھ مراتب ہو گئے۔

۱۔ مراتب تعدیل

۱۔ مرتبہ اولیٰ یہ ہے کہ توثیق مبالغہ کے صیغہ یا افعل کے وزن پر کی جائے مثلاً یہ کہا جائے کہ فلاں ثقاہت کی انتہاء پر ہے یا یہ کہا جائے کہ "اثبت الناس" (لوگوں میں سب سے صالح ثابت ہے) یہ اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔

۲۔ دوسرا مرتبہ ہے کہ صفات توثیق میں سے ایک کو مکرر یا دو صفات کا ذکر کیا جائے۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ فلاں ثقہ ثقہ ہے یا فلاں ثقہ وعدول ہے۔

۳۔ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ کسی ایسے صیغہ سے اس کا ثقہ ہونا بیان کیا جائے کہ جو مبالغہ پر دلالت نہ کرتا ہو مثلاً یہ کہا جائے کہ ثقہ ہے یا حجت (قابل اعتماد) ہے۔

۴۔ چوتھے مرتبہ پر وہ رجال حدیث ہیں جن کی توثیق ایسے الفاظ سے کی جائے جو ان کے ضبط (قوت حافظہ) کی طرف کوئی اشارہ نہ کرتے ہوں مثلاً صدوق یا محل صدق۔ یا ابن معین کے علاوہ کوئی امام اس کے متعلق "لاباس بہ" (کوئی مذائقہ نہیں) کے الفاظ کہے کیونکہ ابن معین یہ الفاظ ثقہ راوی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

۵۔ پانچواں مرتبہ ان رواۃ کا ہے جن کے لیے ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جو تعدیل و توثیق کرتے ہوں نہ ان پر جرح کرتے ہوں مثلاً یہ کہ فلاں شیخ (استاد) ہیں یا ان سے بہت سے تلامذہ نے روایات نقل کی ہیں۔

۶۔ ایسے الفاظ جو تعدیل کے ہونے کے باوجود مجروح کرنے کے قریب تر ہوں مثلاً فلاں حدیث کے معاملہ میں صالح ہے، یا اس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔

حکم مراتب :۔

الف ۔ پہلے تین مراتب پر فائز رجال قابل اعتماد ہیں اگرچہ ان میں سے بعض دوسروں سے قوی تر ہوں ۔

ب ۔ چوتھے اور پانچویں مرتبہ کے حضرات قابلِ حجت نہیں لیکن ان کی روایات کو لکھ کر آزمایا جائے (۱۰) بایں ہمہ پانچویں مرتبہ کے لوگ چوتھے مرتبہ سے کم تر ہیں ۔

ج ۔ چھٹے مرتبہ کے لوگ بھی نا قابلِ حجت ہیں ۔ ان کی روایات کو محض تائید کے لئے لکھا جائے گا نہ کہ آزمائش کے لئے کیونکہ یہ کتابت ان کے ضبط کو ظاہر کرے گی ۔

مراتب والفاظ جرح

الف ۔ وہ الفاظ جو تلیین (نرمی) پر دلالت کریں ۔ (یہ الفاظ سب سے ہلکی جرح کے شمار ہوتے ہیں) مثلاً کسی کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ لین الحدیث (حدیث میں نرم) یا یہ کہا جائے کہ فیہ مقال (اس کے بارہ میں کچھ کہا گیا ہے ۔

ب :۔ ایسے الفاظ جو اس کے نا قابلِ حجت ہونے پر دلالت کریں مثلاً لا یحتج بہ (وہ نا قابلِ حجت ہے) ضعیف یا منکر ہے ۔

ج ۔ ایسے الفاظ جو اس کی روایت کی کتابت کرنے کی نہی کرتے ہوں ۔ مثلاً لا یکتب حدیثہ

---

(۱۰) آزمانے سے مراد یہ ہے کہ اُن کی روایات کو ثقہ روایات کے مقابلہ میں رکھا جائے گا اگر وہ ان سے موافقت کرتی ہوں گی ، قابل اعتبار بصورت دیگر نہیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے راویوں کو جن کو " صدوق " کہا گیا ہے کی روایت قبول کرنے سے قبل آزمائش ضروری ہے اور ان راویوں کے متعلق بعض حضرات کا یہ کہنا کہ ان کی حدیث حسن ہے اور حسن قابل اعتبار ہے غلطی کا ارتکاب کیا ہے ۔ یہ ائمہ جرح وتعدیل کی اصطلاح ہے ۔ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں لفظ صدوق کو ایک خاص اصطلاح کے طور پر استعمال کیا ہے (مؤلف)

(اس کی حدیث نہ لکھی جائے)، لا تحل الروایة عنه (اس سے روایت جائز نہیں) ضعیف جدًا (بہت ضعیف) یا ایک مرتبہ واہٍ (غلطی کا ارتکاب کرنے والا) کا لفظ۔

د۔ ایسے الفاظ جو اس پر جھوٹ کا الزام لگتے ہوں مثلاً متّھم بالکذب، متّھم بالوضع۔ یسرق الحدیث (حدیث چرانے والا)، ساقط (ناقابل قبول) متروک (چھوڑا ہوا) یا لیس بثقة (ثقہ نہیں ہے)

ح۔ ایسے الفاظ جو اس کو جھوٹا ثابت کرتے ہوں مثلاً کذاب۔ دجال۔ وضاع (حدیثیں وضع کرنے والا) یکذب (جھوٹ بولنے کا عادی) یا یضع (حدیث بنلنے کا عادی)

ط۔ ایسے الفاظ جو صفت کذب میں مبالغہ پر دلالت کریں (یہ بدترین جرح ہے) مثلاً أکذب الناس (لوگوں میں سب سے جھوٹا) الیہ المنتھی الکذب (اس پر جھوٹ کی انتہا ہے) رکن الکذب (جھوٹ کا ستون)

احکام مراتب :-

الف۔ اول الذکر دو مراتب کے مجروح رجال کی احادیث مستقلاً قابلِ قبول نہ ہوں گی البتہ محض اعتبار کے لئے ان کی روایات کو لکھا جائے گا۔

بایں ہمہ مرتبہ ثانیہ مرتبہ اولی سے کم درجہ کا ہے۔

ب۔ مؤخر الذکر چار مراتب کے رجال کی روایات، قابل حجت ہیں نہ انہیں لکھا جائے گا اور نہ ہی وہ قابلِ اعتبار ہیں۔

الباب الثالث

روایت اور آدابِ و کیفیّتِ ضبط

فصل اوّل :____ کیفیت ضبط روایۃ ،
طرق تحمل حدیث

فصل ثانی :____ آدابِ روایت

الفصل الاوّل

بحث اوّل :—— کیفیت سماع حدیث، تحمل وصفتِ ضبط

بحث ثانی :—— طرق تحمل اور الفاظِ ادا

بحث ثالث :—— کتابت وضبط حدیث اور تصنیف وتالیف

بحث رابع :—— روایۃ حدیث کی صفات

بحث اوّل

کیفیّتِ سماعِ حدیث، تحمل وصفتِ ضبط

تمہید "سماعِ حدیث کی کیفیت" سے مراد وہ شرائط و احکام ہیں جو ایسے شخص میں ہونے ضروری یا بہتر ہیں جو شیوخ سے روایات اس نیت سے سنتا اور انہیں محفوظ کرتا ہے کہ وہ ان کو دوسروں تک پہنچائے گا۔ مثلاً راوی کے لئے واجب یا مستحب ہے کہ وہ عمر کی ایک خاص حد کو حاصل کر چکا ہو۔

تحمل سے مراد وہ طرق و کیفیات ہیں جن سے اس نے وہ روایات اپنے شیخ سے اخذ کی ہیں۔ "بیانِ ضبط" سے مراد ضبط و حفاظت روایات کی وہ کیفیات ہیں کہ جو راوی کو اس کا اہل بناتی ہیں کہ وہ اطمینان قلبی کے ساتھ روایات اپنے تلامذہ کے سامنے پڑھ سکے۔

علماءِ اصول حدیث، علوم حدیث کی اس نوع کی طرف بھی متوجہ ہیں اور انہوں نے دقیق و جامع قواعد، ضوابط اور شرائط وضع کئے ہیں اور مختلف طرقِ تحمل حدیث کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کے بعد ان کے مراتب بھی متعین کئے ہیں۔ ان مراتب میں بعض زیادہ قوی اور بعض نسبتاً کمزور ہیں۔ حدیثِ رسول ﷺ کی عظمت اور اور قدر و منزلت کو برقرار رکھنے اور اس علم کو ایک شخص (یا طبقہ) سے دوسرے شخص (یا طبقہ کی طرف) بطریقِ احسن اس طرح منتقل کرنے کے لئے ہیں کہ ہر مسلم اس بات کا یقین و اطمینان کرے کہ جس نہج پر اس تک حدیث پہنچی ہے وہ منہاج اپنے اندر انتہائی سلامتی اور دقتِ نظر رکھتا ہے۔

تحمل حدیث میں اسلام اور بلوغ بطورِ شرط علماء اصولِ حدیث کے صحیح قول کے مطابق تحمل حدیث کے لئے اسلام اور بلوغ شرط نہیں ہے البتہ اداءِ حدیث کے لیے شرط ہے۔ (۱) جیسا کہ شرائط راوی میں گذر چکا اسی بنا پر کسی راوی کی ایسی روایت جس کو اس نے قبل از اسلام یا قبل از بلوغ اخذ کیا ہو، مسلمان و بالغ ہونے پر

روایت کرے تو وہ روایت قابلِ قبول ہے البتہ وقتِ تحمل اس کے عدم اسلام وبلوغ کی صراحت ضروری ہے۔
ایک ضعیف قول کے مطابق تحمل حدیث کے وقت بھی اسلام وبلوغ شرط ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ محدثین نے صغارِ صحابہ، حضرت حسنؓ، عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ سے اس فرق کے بغیر روایات اخذ کی ہیں کہ وہ انہوں نے قبل از بلوغ اخذ کی تھیں یا بعد البلوغ۔

ابتداء سماعِ حدیث

الف - اہلِ شام کے قول کے مطابق سماعِ حدیث کی ابتدا تیس سال کی عمر میں مستحب ہے۔
ب - اہلِ کوفہ کے نزدیک بیس سال۔
ج - اہلِ بصرہ کے نزدیک دس سال۔
د - موجودہ دور میں سن بلوغ کو پہنچ جانا کافی ہے کیونکہ احادیث کتب میں منضبط ومرقوم ہیں۔

ابتداء سماع کے لیے حدِ عمر

الف - بعض علماء نے ابتداء سماع کے لیے عمر کی کم از کم حد پانچ سال رکھی ہے اور اس قول پر علماء حدیث کا عمل ہے۔
ب - بعض دیگر علماء کے نزدیک عمر کے بجائے فہم وادراک کی صلاحیت پر دارومدار ہے کیونکہ اگر فہمِ خطاب اور صحیح جواب کی صلاحیت موجود ہو تو سماع صحیح ہے بصورت دیگر نہیں۔

---

(۱) تحمل سے مراد ہے حدیث کا اپنے شیخ سے حاصل کرنا اور ادا سے مراد اس کو اپنے تلامذہ سے نقل کرنا (مؤلف)
اس کی مثال بخاری کی "حدیث ہرقل" ہے جس میں حضرت معاویہ ہرقل کے دربار کے سوالات وجوابات نقل کرتے ہیں۔
یہ واقعہ ان کے اسلام سے قبل کا ہے یعنی تحمل روایت کے وقت وہ مسلمان نہ تھے لیکن ادا کے وقت مسلمان تھے۔
دیکھئے بخاری، محمد بن اسمٰعیل - الجامع الصحیح، کراچی، اصح المطابع ج ۱: ص ۴، ۵ باب بدء الوحی

بحثِ ثانی

طرق تحمل اور صیغ ادار

تحمل حدیث (اخذِ حدیث) کے آٹھ طرق ہیں ۔

۱ ۔ سماع من لفظ الشیخ

۲ ۔ قرأۃ علی الشیخ

۳ ۔ اجازت

۴ ۔ مناولہ

۵ ۔ کتابت

۶ ۔ اعلام

۷ ۔ وصیت

۸ ۔ وجادہ

ان میں سے ہر ایک پر اختصار کے ساتھ بحث کے علاوہ ان کے الفاظِ ادا کو بیان کیا جائے گا ۔

۱ ۔ سماع من لفظِ شیخ (شیخ سے حدیث سننا) اس کی صورت یہ ہے کہ استاد تلاوت کرے اور شاگرد اُسے سُنے ۔ استاد خواہ حفظ تلاوت کرے یا کسی کتاب سے ۔ تلمیذ اسے سن کر خواہ لکھے یا صرف سُنے ۔ یہ تمام صورتیں "سماع من لفظ الشیخ" کہلاتی ہیں مرتبہ ۔ طرق تحمل حدیث میں اکثر علمار حدیث کے نزدیک سماع اعلیٰ ترین طریقہ ہے ۔

الفاظِ ادار :-

۱ ۔ ہر طرقِ تحمل کے لئے علیحدہ الفاظ کی وضع سے قبل راوی کے لئے جائز تھا کہ وہ سماعِ شیخ کی صورت میں ادا کے وقت سمعت (میں نے سُنا) حدثنی (مجھ سے فلاں نے بیان کیا) اخبرنی (مجھے فلاں نے

خبر دی) انباءنی (مجھے فلاں نے بتایا) یا ذکر لی (مجھ سے فلاں نے ذکر کیا) کے الفاظ سے روایت نقل کرے۔

۲۔ لیکن جب ہر قسم کے لئے علیحدہ الفاظ مخصوص کر دیئے گئے ہیں تو ادا، کی حسب ذیل صورتیں اختیار کی جانی چاہئیں۔

الف۔ سماع کی صورت میں سمعت یا حدثنی

ب۔ قرأۃ کی صورت میں اخبرنی

ج۔ اجازت کی صورت میں انباءنی

د۔ سماعِ مذاکرۃ[۲] کی صورت میں قال لی (مجھ سے فلاں نے کہا) یا ذکر لی

۲۔ قراۃ علی الشیخ (شیخ کے سامنے تلاوت کرنا) اکثر محدثین کے نزدیک اس کا نام "عرض" ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ تلمیذ تلاوت کرے اور شیخ اُسے سنے (۳) خواہ تلمیذ خود تلاوت کرے یا کوئی دوسرا شخص تلاوت کرے اور تلمیذ اسے سُنے، خواہ تلاوت حفظ کی جارہی ہو یا کسی کتاب سے اور خواہ شیخ قاری کو محض اپنے حفظ سے سن رہا ہو یا کتاب سامنے رکھی ہو یا اس شیخ کے علاوہ کوئی اور ثقہ راوی سماع کرے۔

حکم۔ ائمہ حدیث کے اجماع کے مطابق قراۃ علی الشیخ کی تمام صورتوں سے روایت قابل قبول ہے سوائے اس کے کہ چند متشددین کی طرف سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ یہ روایت ناقابلِ قبول ہے۔

مرتبہ۔ اس کے مرتبہ کے تعین میں تین مختلف اقوال ہیں۔

الف۔ **سماع کے برابر ہے** یہ قول امام بخاریؒ، امام مالکؒ اور حجاز و کوفہ کے علماء اجلاء سے منقول ہے۔

ب۔ **سماع سے کم تر ہے**۔ یہ قول ابو حنیفہؒ ابن ابی ذئب اور ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ کا ہے

---

(۲) دوران گفتگو، بغیر درسِ حدیث کسی حدیث کو کسی شیخ سے سنا (مؤلف)

(۳) قراۃ سے مراد شیخ کے سامنے صرف شیخ کی مرویات کو تلاوت کرے نہ کہ کسی بھی حدیث اور شیخ کے سامنے یہ تلاوت اس لئے ہوتی ہے کہ شیخ اس کو سن کر اس کی توثیق کر دے (مؤلف)

ج ۔ سماع سے اعلیٰ ۔ یہ قول ایک روایت کے مطابق امام ابوحنیفہؒ ۔ ابن ابی ذئب اور امام مالکؒ کا ہے

الفاظ اداء

۱۔ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ یہ کہا جائے " قرأت علیٰ فلاں " (میں نے فلاں کے سامنے قرأت کی) یا قُرِءَ علیہ وانا اسمع فاقربہ (فلاں کے سامنے تلاوت کی گئی اور میں اسے سن رہا تھا اور ساتھ تلاوت کر رہا تھا)

۲۔ کسی ایسے لفظ سے بھی جائز ہے جو سماع پر دلالت کرتے ہوں لیکن قراۃ کی صراحت کے ساتھ مثلاً حدثنا قراۃً علیہ (ہم سے اس نے اس صورت میں روایت کیا کہ اس کے سامنے تلاوت کی گئی تھی)

۳۔ اکثر محدثین کے نزدیک اس صورت کے لئے " اخبرنا " کا لفظ مخصوص ہے ۔

۳۔ اجازت

تعریف ۔ روایت نقل کرنے کی اجازت زبانی یا بذریعہ کتابت ۔

صورت ۔ اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنے تلامذہ میں سے کسی کو یہ کہے ۔

" أجزت لك أن تروی عنی صحیح البخاری (میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم مجھ سے صحیح بخاری کو روایت کرو)

انواع :۔ اجازت کی پانچ قسمیں ہیں ۔

۱۔ کسی معین شخص کو کسی معین کتاب یا چند مخصوص احادیث روایت کرنے کی اجازت دی جائے ، جیسے أجزتک صحیح البخاری (میں نے صحیح بخاری کی اجازت دی) اجازت کی یہ نوع مناولہ سے اعلیٰ ہے

۲۔ غیر معین شخص کو غیر معین کی روایات نقل کرنے کی اجازت دی جائے جیسے " اجزتك روایۃ مسموعاتی " (میں اُن تمام روایات کی اجازت دیتا ہوں جو تم نے مجھ سے سُنیں)

۳۔ کسی معین شخص کو غیر معین کی اجازت ۔ مثلاً یہ کہے کہ میں نے اہلِ زمانہ کو اپنی روایات نقل کرنے کی اجازت دی)

۴ - مجہول شخص یا غیر واضح روایات کی اجازت - جیسے کوئی یہ کہے أجزت السنن (میں نے سنن کی اجازت دی) وہ سنن کی مختلف کتب روایت کرتا ہو۔ یا یہ کہے کہ میں نے خالد بن محمد دمشقی کو اجازت دی اور اس وقت اس نام کے متعدد حضرات ہوں ۔

۵ - معدوم کو اجازت - اس کی دو صورتیں ہیں یا تو معدوم کسی موجود کے تابع ہو مثلاً میں فلاں کو اور اس کے پیدا ہونے والے بیٹے کو اجازت دیتا ہوں یا مستقل ہو کہ فلاں کے پیدا ہونے والے بیٹے کو اجازت دیتا ہوں۔

حکم - انواع مذکورہ میں سے نوعِ اول اکثر محدثین کے نزدیک صحیح، قابلِ عمل اور قابل روایت ہے اور اسی پر محدثین کا عمل ہے البتہ محدثین کی بعض جماعتوں نے اس کو باطل قرار دیا۔ امام شافعی رح کی بھی دو روایتوں میں سے ایک روایت یہی ہے ۔

بقیہ انواع میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے - بایں ہمہ تحمل کے اس طریقہ (اجازت) میں غفلت و تساہل کا احتمال زیادہ ہے ۔

الفاظ اداء

الف - بہتر یہ ہے کہ راوی یہ کہے "اجاز نی فلان" (مجھے فلاں نے اجازت دی)

ب - اجازت کی قید کے ساتھ ایسی عبارات کا استعمال بھی جائز ہے جو دراصل سماع و قراۃ پر دلالت کرتی ہوں مثلاً حدثنا اجازۃً، یا أخبرنا اجازۃً ۔

ج - متاخرین کی اصطلاح متاخرین محدثین نے أنبانا کا لفظ اس کے لئے مخصوص کیا ہے ۔ صاحبِ کتاب" الوجازۃ "(۴) نے بھی اس کو اختیار کیا ہے ۔

۴ - مناولہ :- (۵)

---

(۴) - صاحب کتاب الوجازۃ کا نام ابو العباس الولید بن بکر المعری ہے جن کی کتاب کا مکمل نام " الوجازہ فی تجویز الاجازۃ " ہے - مؤلف -

(۵) کوئی شیخ اپنے تلمیذ (شاگرد) کو کوئی کتاب یا صحیفہ دے اور اس میں درج روایات نقل کرنے کی اجازت بھی دے (مترجم)

اقسام - مناولہ کی دو اقسام ہیں -

۱- مقرون بالاجاۃ (مع اجازت) اجازتِ مطلق کی انواع میں یہ سب سے اعلیٰ نوع ہے - اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنے تلمیذ کو اپنی کتاب دے اور کہے -

"یہ میری روایات ہیں جو میں نے فلاں راوی سے نقل کی ہیں - تم ان کو مجھ سے روایت کرو" -

پھر وہ مجموعہ مستقل طور پر یا نقل کرنے کے لئے عاریتاً تلمیذ کے پاس رہے -

۲- مجرد عن الاجازۃ (اجازت کے بغیر) اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنے تلمیذ کو صرف یہ کہہ کر کتاب دے "یہ میری مسموع روایات ہیں" -

حکم - مناولہ کی نوع اول (مقرون بالاجازۃ) کی روایت جائز ہے البتہ یہ طریقہ سماع یا قرأۃ علی الشیخ سے ادنیٰ تر ہے -

مناولہ کی نوع ثانی (مجرد عن الاجازۃ) کی روایت صحیح قول کے مطابق جائز نہیں ہے -

الفاظِ اداء - اگر مناولہ مقرون الاجازۃ ہو تو حسب ذیل الفاظ کا استعمال مستحسن ہے - ناولنی (مجھے مجموعہ عطا کیا) یا اجاز لی - لیکن مناولہ کی صراحت کے ساتھ سماع و قرأۃ کے الفاظ کا استعمال بھی جائز ہے مثلاً حدثنا مناولۃ، اخبرنا مناولۃ و اجازۃ" -

۵- کتابت اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شیخ اپنی مسموعات کو موجود یا غائب تلامذہ کے لئے اپنے ہاتھ سے خود لکھے یا لکھنے کا حکم دے -

اقسام - مناولہ کی طرح کتابت کی بھی دو اقسام ہیں -

۱- مقرون بالاجاۃ - شیخ روایت کے ساتھ لکھے کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے، اس کو روایت کرنے کی اجازت ہے -

۲- مجرد عن الاجازۃ - کوئی شیخ راوی کو احادیث لکھ کر ارسال کر دے لیکن اس میں روایت کرنے کی اجازت تحریر نہ کرے -

حکم - کتابت اگر مقرون بالاجازت ہو تو اس کی روایت صحیح ہے اور وہ صحت و قوت کے اعتبار سے

مناولہ مقرون بالاجازت کی طرح ہے۔ مجرد عن الاجازہ کے بارے میں بعض محدثین کی رائے یہ ہے کہ اس کی روایت صحیح نہیں جبکہ دیگر محدثین اس بنا پر صحیح قرار دیتے ہیں کہ حدیث لکھ کر بھیجنا اس بات کی علامت ہے کہ اس کو روایت کرنے کی اجازت ہے۔

خط کی شناخت کے لئے گواہی اس یقین کو حاصل کرنے کے لئے کہ یہ خط اسی شیخ کا ہے جس سے منسوب ہے۔شہادت ضروری ہے یا نہیں۔ اس سلسلہ میں دو اقوال ہیں۔

۱۔ کیونکہ خط ایک دوسرے کے مشابہ ہوتا ہے اس لئے گواہی ضروری ہے لیکن یہ ضعیف قول ہے۔

۲۔ مکتوب الیہ اگر کاتب کا خط پہچان جائے تو شہادت ضروری نہیں کیونکہ ایک آدمی کا خط دوسرے کے مشابہ نہیں ہوسکتا۔ یہ صحیح قول ہے۔

الفاظ اداء

۱۔ کتابت کی تصریح مثلاً کتب الیّ فلاں (فلاں نے مجھے لکھا)

۲۔ سماع یا قرأۃ کے الفاظ جبکہ مقید ہوں کتابت کے ساتھ مثلاً حدثنی فلان کتابۃً یا اخبرنی فلان کتابۃً۔

۶۔ اعلام (۶)

اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنے تلمیذ کو خبر دے کہ یہ حدیث یا یہ کتاب میری مسموع ہے۔

حکم۔ ائمہ رجال نے اعلام کی روایات کو نقل کرنے میں اختلاف کیا ہے۔

۱۔ حدیث، فقہ اور اصول فقہ کے کثیر علمائے اس کے جواز کا قول اختیار کیا ہے جبکہ

۲۔ ایک سے زائد محدثین، فقہاء و اصولیین کے نزدیک ناجائز ہے کیونکہ باوجود معلوم ہونے کے کہ یہ میری روایت ہے شیخ کا اجازت نہ دینا، روایت میں کسی خلل کے وجود کی علامت ہے۔ لیکن اگر شیخ روایت

---

(۶) اعلام سے مراد یہ ہے کہ کوئی محدث کسی کو یہ خبر دے کہ یہ روایت یا اس کتاب (صحیفہ میں) منقول روایات اس نے فلاں سے سنی ہیں یا وہ فلاں سے روایت کرتا ہے لیکن اس بات کی تصریح نہ کرے کہ اس روایت یا ان روایات کو میں تمہیں اپنے سے روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں (مترجم)

کی اجازت دیدیں تو جائز ہے ۔

الفاظِ اداء ۔ اس روایت کو " علمنی شیخی بکذا (مجھے شیخ نے ایسا بتایا) کے لفظ سے روایت کیا جاتا ہے ۔

۷ ۔ وصیّت اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شیخ موت کے وقت یا سفر شروع کرنے پر کسی شخص کو اپنی مرویات پر مشتمل کتب میں سے کسی کتاب کی کسی راوی کو وصیت کرے ۔

حکم ۔ بعض سلف اس کے جواز کے قائل ہیں لیکن یہ غلط ہے کیونکہ شیخ نے صرف کتاب کی وصیت کی ہے نہ کہ روایت کی جبکہ صحیح قول کے مطابق اس کی روایت جائز نہیں ۔

الفاظِ اداء ۔ " اوصی الیّ فلان بکذا (مجھے فلاں نے یہ وصیت کی) یا حدثنی فلان وصیّۃ "

۸ ۔ وجادہ (۷) واؤ کے کسرہ کے ساتھ " وجد " سے ماخوذ ہے ۔ کلام عرب میں عموماً " مستعمل نہیں ہے ۔ اس کی صورت یہ ہے کہ تلمیذ اپنے شیخ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کچھ ایسی حدیثیں پائے جن کو شیخ روایت کرتے ہوں ، وہ تلمیذ ان روایات کو پہچانتا ہو لیکن ان روایات کو اس نے شیخ سے سنا ہو نہ اجازت حاصل کی ہو ۔

بحث ثالث

کتابت ، ضبط و تصنیف حدیث (۸)

حکم کتابتِ حدیث حدیث کی کتابت کے جواز و عدم جواز میں صحابہ و تابعین کے مختلف اقوال نقل کئے گئے ۔

---

(۷) وجادہ کے معنیٰ ہیں کہ کوئی شخص کسی کتاب یا صحیفہ سے کوئی علم حاصل کرے ۔ اس کتاب کا اسے سماع ثابت ہو نہ اجازت اور نہ مناولہ کے طور پر وہ کتاب اسے دی گئی ہو (مترجم)

(۸) اس عنوان کے تحت مختصر بحث کی جائے گی کیونکہ کتاب و تصحیح کے کثیر قواعد محقق اور طابع کے لیے مشکل ہوگئے ہیں اور تفصیلات صرف ان محققین کے لئے رہ گئی ہیں جو قدیم مخطوطات کو نقل کرنے کے لئے ان کی اصطلاحات سے واقف ہونا چاہتے ہیں (مؤلف)

۱۔ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت نے کتابتِ حدیث سے منع کیا ہے جبکہ

۲۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص، انس بن مالک، اور عمر بن عبدالعزیز نے اس کے جواز پر فتویٰ دیا ہے (رضی اللہ عنہم اجمعین)

۳۔ بعدازاں تمام صحابہ و تابعین جواز پر متفق ہو گئے اور یہ اختلاف ختم ہو گیا کیونکہ اگر حدیث کی کتابت و تدوین نہ کی جاتی تو وہ قدیم زمانہ میں یا ہمارے زمانہ میں خاص طور پر ضائع ہو جاتی۔

سببِ اختلاف ۔ اختلاف کا سبب اباحۃ اور ممانعت میں واردہ مختلف احادیث ہیں۔

الف :۔ ممانعت کی حدیث ۔ امام مسلمؒ نے روایت کی آپؐ نے فرمایا۔

"لا تکتبوا عنی شیاءً الا القرآن ومن کتب عنی شیاءً غیر القرآن فلیمحہ"(۹)

(کوئی شخص مجھ سے قرآن کے علاوہ کوئی چیز نہ لکھے، جس نے قرآن کے علاوہ کوئی چیز لکھی ہو تو وہ اسے مٹا دے)

ب ۔ جواز کی حدیث ۔ امام بخاری و مسلم نے حدیث تخریج کی ہے نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا ۔

" اکتبوا لابی شاہ "

(ابو شاہ کے لئے لکھدو)

اسی طرح جوازِ کتابت پر اور بہت سی حدیثیں ہیں جیسے عبداللہ بن عمرو العاص کو کتابت حدیث کی اجازت دینا (۱۱)

احادیث جواز و ممانعت میں تطبیق علماء حدیث نے جوازِ کتابت اور ممانعت پر احادیث میں چند وجوہ سے تطبیق دی ہے۔

الف ۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ کتابت کی اجازت ان لوگوں کو دی گئی ہے جن کی طرف سے حدیث

---

(۹) مسلم ۔ ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم ۔ الجامع الصحیح ، بیروت ، دار المعرفۃ ج ۸ ؛ ص ۲۲۹ باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم ۔ کتاب الزہد ۔

(۱۰) بخاری، محمد بن اسمٰعیل ۔ الجامع الصحیح کراچی، اصح المطابع ج ۱: ص ۲۱ باب کتابت العلم ۔ کتاب العلم ۔

(۱۱) دارمی ۔ ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن ۔ سنن الدارمی ، ملتان نشر السنۃ ج ۱ : ص ۱۰۳ باب ۴۳ من رخص فی کتابۃ العلم

بھول جانے کا خوف تھا اور ممانعت ان لوگوں کے لئے جن کی طرف سے یہ خوف نہ تھا لیکن یہ ڈر تھا کہ اگر ان حضرات نے کتابت کر لی تو اسی پر دار و مدار کر لیں گے ۔

ب ۔ بعض علماء نے تطبیق کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ ممانعت اس وقت کی گئی تھی جبکہ قرآن و حدیث میں اختلاط کا اندیشہ تھا۔ جب یہ احتمال ختم ہو گیا تو لکھنے کی اجازت دیدی گئی اور ممانعت منسوخ ہو گئی ۔

کاتب حدیث کے لئے ضروری امور کاتب حدیث کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنی تمام تر مساعی حدیث کے ضبط اور اس کی تحقیق پر اس طرح صرف کرے کہ اس کی ظاہری شکل اور اس کے نقاط اس قدر واضح ہوں کہ جو کسی بھی التباس سے قاری کو محفوظ رکھیں۔ مشکلات و معلقات کو حل کرے خصوصاً اسماء اعلام کو واضح کرے کیونکہ اسمائے اعلام کے ماقبل و مابعد کی عبارات کا ادراک مشکل ہوتا ہے ۔ اس کا خط واضح خط معروف کے قواعد و ضوابط کے مطابق ہو۔ اپنی کتاب کے لیے ایسی مخصوص اصطلاحات وضع نہ کرے جن سے عموماً لوگ واقف نہ ہوں۔ یہ بھی مناسب ہے کہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آئے ، آپؐ پر درود و تسلیمات کے کلمات لکھے اور ان کلمات کے تکرار کو برا نہ سمجھے، اگر اصل روایت میں کلمات درود ناقص ہوں تو ان کو بعینہٖ نقل نہ کرے بلکہ مکمل کرے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس کی ثنا و تسبیح "عز وجل" کے لفظ سے کرے۔ صحابہ کرام کے لیے رضی اللہ عنہ اور علماء کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ استعمال کرے ۔ درود و تسلیمات میں سے ہر ایک کو ذکر کرے اور ان میں سے کسی پر اقتصار کرے نہ "ص" یا صلعم کے اختصارات استعمال کرے بلکہ اس پر واجب ہے دونوں مکمل الفاظ کے ساتھ ہر مرتبہ تحریر کرے ۔

مقابلہ و کیفیت مقابلہ کاتب حدیث کے لیے واجب ہے کہ وہ کتابت سے فراغت کے بعد اپنے شیخ کے اصل نسخہ سے، جس سے اس نے نقل کیا ہے، مقابلہ کرے اگرچہ اس نے وہ احادیث بطریق اجازت حاصل کی ہوں ۔

مقابلہ کی کیفیت و صورت یہ ہے کہ تلمیذ اور شیخ دونوں کتب (اصل و فرع) کو بغور سنیں۔ یہ بھی کافی ہے کہ کوئی تیسرا ثقہ شخص وقتِ قرأۃ یا قرأۃ کے بعد ان کا مقابلہ کرے ۔ اسی طرح کافی ہے کوئی ثقہ محدث اصل شیخ اور فرع تلمیذ کا مقابلہ کرے ۔

الفاظِ ادا کی کتابت میں اصطلاحات :- کتب حدیث میں عموماً الفاظِ ادا ء کے لیے کچھ رموز

استعمال کئے جاتے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں۔

الف : حدثنا کے لئے "ثنا" یا "نا"

ب : أخبرنا کے لئے "أنا" یا "أرنا"

ج : تحویل اسناد (ایک سند سے دوسری سند کی طرف پھرنا) کے لئے "ح"، وقتِ تلاوت اس کا تلفظ "حا" کیا جاتا ہے

د: ۔ محدثین اور مؤلفین کی یہ عادت ہے کہ وہ اختصار کی بنا پر درمیان اسناد تحریر میں "قال" کا لفظ حذف کر دیتے ہیں لیکن قاری کے لئے مناسب ہے کہ وہ قال کا لفظ ادا کیا کرے۔ مثلاً محدثین سند اس طرح لکھتے ہیں۔

"حدثنا عبد اللہ بن یوسف أخبرنا مالک" اس عبارت کو پڑھنے والا " قال أخبرنا مالک " پڑھے (۱۲)، اسی طرح لفظ "انہٗ" کو بھی سند کے آخر سے بوجہ اختصار حذف کر دیا جاتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے۔

"عن ابی ھریرہ قال" اس کو قاری اس طرح پڑھے "عن ابو ھریرہ انہٗ قال" تاکہ عربی قواعد و اعراب کے لحاظ سے جملہ صحیح ہو جائے۔

طلب حدیث کے لیے سفر

ہمارے علمائے سلف نے علم حدیث میں جو گرانقدر مساعی کی ہیں۔ ان کی مثال ملنا ممکن نہیں۔ ان حضرات نے حدیث کی جمع و تدوین کے لئے جو اہتمام و کوشش کی ہیں اور جس قدر وقت اس پر صرف کیا ہے، عقل انسانی اس پر حیران و سرگرداں ہے۔ طلب و جمع حدیث میں ترتیب اس طرح تھی کہ اولاً اپنے علاقے کے شیوخ سے استفادہ کیا جاتا تھا اور پھر قریب و بعید کے بلادِ دیگر کے اسفار کی صعوبتیں علم حدیث کے اخذ کے لئے برداشت کی جاتی تھیں اور یہ تمام صعوبتیں، مشقتیں اور تکالیف بطیب خاطر قبول کی جاتی تھیں

---

(۱۲) حدیث کی تدریس اور کتاب حدیث شروع کرنے سے قبل شیخ اپنی سند بیان کرتے ہیں جو شیخ سے شروع ہو کر مؤلف کتاب پر منتہی ہوتی ہے۔ مؤلف کتاب کی سند کتاب میں مذکور ہوتی ہے۔ مؤلف تک کی سند کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جہاں سے سند کی ابتداء ہو اور پہلی مرتبہ حدثنا یا أخبرنا کا لفظ ہو تو اس کو وبہ قال حدثنا اخبرنا پڑھا جائے (مترجم)

خطیب بغدادی نے "الرحلۃ فی طلب الحدیث" کے نام سے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے جو صحابہ، تابعین اور متاخرین کے طلب حدیث کے لئے اسفار کے ایسے واقعات پر مشتمل ہے کہ جن پر انسان حیرت و استعجاب کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے جو طالب علم ان واقعات کے جاننے کا شوق رکھتا ہو، اسے چاہیئے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے یہ مطالعہ قاری کے اندر فرحت و نشاط، ولولوں میں شدت اور عزائم میں قوت پیدا کرنے کا سبب ہوگا۔

علم حدیث میں تصنیف کی انواع

جو شخص اپنے اندر علم حدیث کی تصنیف کی قدرت پائے، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اس قدرت کو عملی شکل دے۔ اس تصنیف میں وہ متفرقات کو جمع کرے۔ مشکلات کی وضاحتیں کریں، غیر مرتب روایات کو ترتیب دے، ایسی فہارس تیار کرے کہ جن کی بنا پر قاری حدیث سے آسانی اور سرعت کے ساتھ استفادہ کر سکے اور اس بات سے بچے کہ اپنی کتاب کو تدوین و تحریر اور ضبط و تحقیق کے بغیر شائع کر دے بلکہ اس کی کتاب منفعتِ عام اور کثرت فائدہ کے لیے ہونی چاہیئے۔

مذکورہ بنیادوں پر علماء حدیث نے مختلف اسالیب و انواع اور اشکال پہ کتب حدیث مرتب کی ہیں۔ ان انواع میں سے چند مشہور ترین حسب ذیل ہیں۔

الجوامع جامع ہر وہ کتاب ہے جو عقائد، عبادات، معاملات، سیرۃ، مناقب، رقاق، فتن اور احوال اور قیامت کے ابواب پر مشتمل ہو (۱۳) مثلاً امام بخاری کی "الجامع الصحیح"

المسانید مسند ہر وہ کتاب ہے جس میں ہر صحابی کی مرویات متعلقہ موضوع سے قطع نظر کرتے ہوئے علیحدہ نقل کی جائیں مثلاً "مسند امام احمد بن حنبل"

السنن حدیث کی وہ کتب جو فقہی ابواب و مسائل پر مرتب ہوں اور فقہاء امت کے لئے احکام کے استنباط میں مصدر کی حیثیت رکھتی ہوں، جامع اور سنن میں فرق یہ ہے کہ سنن میں عقائد سیرۃ اور مناقب وغیرہ سے بحث نہیں کی جاتی بلکہ صرف احکام و مسائل کی احادیث پر مشتمل ہوتی ہے

---

(۱۳) سیر و آداب و تفسیر و عقائد۔ فتن الشرائط و احکام و مناقب

ہے مثلاً ابو داودؒ کی کتاب السنن"

۴۔ المعاجم معجم ہر اس کتاب کا نام ہے جسے مؤلف نے اپنے شیوخ کے ناموں کے لحاظ سے حروفِ تہجی پر مرتب کیا ہو مثلاً طبرانی کی معجم کبیر، معجم اوسط اور معجم صغیر۔

۵۔ العلل وہ کتب جو معلول احادیث اور ان میں پائی جانے والی علت کے بیان پر مشتمل ہو۔ مثلاً ابن ابی حاتم کی علل الحدیث، اور دارقطنی "العلل"۔

۶۔ الاجزاء جز ہر وہ چھوٹی کتاب ہے جس میں رواۃ حدیث میں سے کسی ایک راوی کی احادیث کو جمع کیا گیا یا کسی ایک موضوع پر روایات کا احاطہ کیا گیا ہو۔ مثلاً امام بخاری کی "جزء رفع یدین فی الصلوٰۃ"

۷۔ الاطراف ہر وہ کتاب جس میں مؤلف حدیث کے ایسے حصص کو نقل کرے جو بقیہ عبارتِ حدیث پر دلالت کرتے ہوں۔ خواہ عام ہو یا کسی کتاب کی روایات کے ساتھ مخصوص مثلاً مزی کی الاشراف بمعرفۃ الأطراف۔

۸۔ المستدرکات مستدرک ہر اس کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں ایسی احادیث نقل کی جائیں جو کسی امام کی شرط پر پوری اترتی تھیں لیکن انہوں نے ان روایات کو تخریج نہیں کیا۔ مثلاً ابو عبداللہ حاکم کی "المستدرک علی الصحیحین"

۹۔ المستخرجات مستخرج ہر وہ کتاب ہے کہ جس میں مؤلف کسی کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے مؤلف اول کے اسلوب کے علاوہ کسی اسلوب پر نقل کرے۔ اس میں کبھی وہ اپنے شیخ میں یا اس سے اوپر کسی ایک شخص پر جمع ہو جاتے ہیں مثلاً ابو نعیم اصبہانی کی "المستخرج الصحیحین"

بحث رابع

روایتِ حدیث کی کیفیت (۱۴)

روایتِ حدیث کی کیفیت سے مراد وہ حالت و کیفیت ہے جس کے مطابق کوئی راوی روایت نقل کرتا ہے اور وہ آداب ہیں جن سے راوی کا مزین ہونا مستحسن ہے۔ اس سلسلہ میں کچھ مباحث گذشتہ

اوراق میں گذر چکی ہیں اور باقی مباحث آئندہ سطور میں بیان کیئے جائیں گے۔

بغیر حفظ کے اپنی کتاب کی روایت نقل کرنا

اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ کوئی راوی حفظ کئے بغیر اپنی کتاب کی مرویات کو روایت کر سکتا ہے یا نہیں ؟ اس سلسلہ میں علماء کے تین طبقات سامنے آتے ہیں۔ بعض متشددین ہیں جنہوں نے افراط سے کام لیا۔ بعض نے تساہل برتا اور تفریط سے کام لیا اور بعض نے اعتدال کی راہ اختیار کی۔

الف۔ متشددین

متشددین کے قول کے مطابق کسی راوی کی اپنی کتاب کی روایت کا بغیر حفظ کئے نقل کرنا حجت نہیں۔ یہ روایت امام مالکؒ۔ ابو حنیفہؒ اور ابو بکر صیدلانی شافعی سے منقول ہے۔

ب۔ متساہلین

ایک جماعت ایسے افراد کی ہے جنہوں نے منسوخ روایات کو اصول وکلیات پر پرکھے بغیر روایت کیا۔ ان میں ابن لھیعہ قابل ذکر ہیں۔

ج۔ معتدلین

جمہور محدثین کے نزدیک اگر راوی تحمل وضبط کی ان شرائط کو پورا کرتا ہے جو گذشتہ اوراق میں گذر چکی ہیں تو اس کی روایت اس کی کتاب سے قابل قبول ہے اگرچہ اس وقت کتاب موجود نہ ہو بشرطیکہ اس کا گمان تغیر و تبدیلی کے غلبہ سے متاثر نہ ہو۔ خصوصاً جبکہ اس پر تغیر و اخفا کا عموماً غلبہ نہ رہتا ہو۔

نابینا راوی کی روایت

اگر کوئی ایسا نابینا شخص جو سن کر حدیث حفظ کرنے پر قادر نہ ہو، اپنی سنی اور ضبط کی ہوئی احادیث کو لکھنے کے لیے کسی ثقہ کی مدد لیتا ہے تاکہ وہ وثیقہ کی صورت میں محفوظ ہو جائیں۔ املاء کراتے وقت محتاط رہتا ہے اور تبدیلی و تغیر کے امکان سے بچا رہتا ہے تو اکثر محدثین کے نزدیک اس کی روایت صحیح ہے اور اس کی حیثیت وہی ہوگی جو ایک ایسے بینا شخص کی ہے جو لکھ سکتا ہے نہ حفظ کر سکتا ہے۔

---

(۱۴۲) اس موضوع پر بھی اختصار کے ساتھ بحث کی جائے گی کیونکہ اس کی بعض جزئیات ترتیب مجموعات سے قبل ضروری تھیں جبکہ اس زمانہ میں موضوع صرف فن تاریخ روایت میں خصوصی مہارت حاصل کرنے والوں کے لیے ضروری ہے۔ (مؤلف)

روایت بالمعنیٰ

کسی روایت کو بالمعنیٰ نقل کرنے میں علماء امت کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک روایت بالمعنیٰ جائز ہے جبکہ بعض اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

الف۔ ائمہ حدیث، فقہاء اور اصولیین کی ایک جماعت نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔ ان حضرات میں ابن سیرین اور ابوبکر رازی کے نام امتیازی مقام رکھتے ہیں۔

ب۔ جمہور سلفِ محدثین، فقہاء اور اصولیین نے اس کے جواز کا قول اختیار کیا ہے۔ ان میں ائمہ اربعہ بھی ہیں بشرطیکہ راوی ان معنیٰ پر علم قطعی رکھتا ہو۔

قطعیت کے علاوہ جو شرائط قائلین جواز کی طرف سے عائد کی گئی ہیں، وہ حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ راوی الفاظ اور ان کے مقاصد کا بخوبی علم رکھتا ہو۔

۲۔ الفاظ کے معانی اور تغیرات سے واقف ہو۔

لیکن یہ جواز بھی زبانی روایت کی صورت میں ہے، کسی تحریری مجموعہ کو تالیف کرتے وقت یا کسی کتاب کی تصنیف و تالیف کے وقت روایت بالمعنیٰ یا ہم معنیٰ الفاظ کا تغیر جائز نہیں۔

کیونکہ روایت بالمعنیٰ ایک ضرورت ہے کہ راوی کے ذہن سے وہ الفاظ مخفی ہو گئے اور اس نے اسی مفہوم کو دوسرے الفاظ سے ادا کر دیا لیکن جب کتب حدیث مرتب کی جا چکی ہوں تو روایت بالمعنیٰ کا جواز یا اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ روایت بالمعنیٰ کرنے والے راوی کے لئے ضروری ہے کہ وہ "اوکما قال" (یا ایسا ہی کہا) یا "او نحوہ یا او شبہہ" (یا اسی طرح کے الفاظ) کہے (۱۵)

قراۃ حدیث میں غلطی کے اسباب

کسی حدیث کی تلاوت کے وقت غلطی یا خطاء کے ارتکاب کی دو وجوہ ہیں۔

الف۔ علم نحو و لغت عربی کا علم حاصل کرے تاکہ تلاوتِ حدیث میں کسی قسم کی غلطی یا خطا کا ارتکاب

---

(۱۵) موجودہ زمانہ میں بھی اگر کسی وعظ و خطاب کے موقع پر حدیث کے الفاظ نقل کئے جائیں تو متن حدیث کی تلاوت کے بعد "اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام" کے الفاظ کہہ لیے جائیں تاکہ اگر الفاظِ روایت میں کوئی تغیر غیر اختیاری طور پر ہو گیا ہو تو اس کی مکافات ہو سکے (مترجم)

نہ ہو۔ خطیب بغدادی حماد بن سلمہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

"مثل الذی یطلب الحدیث ولا یعرف النحو مثل الحمار علیہ مخلاۃ لا شعیر فیہا۔" (۱۶)

(ایسے طالب حدیث کی مثال جو علم نحو کو نہ جانتا ہو اس گدھے کی سی ہے جس کے گلے میں تھیلا لٹکا ہوا ہو لیکن اس میں کھانے کے لئے جو نہ ہو)

ب۔ غلطی و خطا کا دوسرا سبب یہ ہے کہ حدیث صرف کتب و صحف سے مطالعہ کر لی جائیں۔ انہیں کسی شیخ سے نہ پڑھا جائے۔ شیخ سے حدیث کے اخذ کی مختلف صورتیں اور ان کی تفصیلات گذشتہ اوراق میں بیان کی جا چکی ہیں جو قوت وضعف کے اعتبار سے ایک دوسرے پر فائق ہیں۔ ان میں سب قوی صورت سماع شیخ یا قراۃ علی الشیخ ہے۔

چنانچہ علم حدیث میں مشغول شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اہل معرفت و تحقیق کی زبانی سنے تاکہ وہ خطاء و غلطی سے مامون رہے۔ اسی طرح طالب حدیث کے لئے یہ بات بھی جائز نہیں کہ وہ صحف و کتب سے خود احادیث اخذ کر کے روایت کرے اور انہیں شیخ سے منسوب کر دے کیونکہ اس میں خطا و تغیر کا احتمال زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم علماء کا قول ہے

"لا تاخذ القرآن من مصحفی ولا الحدیث من صحفی"

(ان لوگوں سے قرآن یا حدیث نہ سیکھو جو محض صحف و کتب سے قرآن و حدیث سیکھتے ہیں اور کسی شیخ کا سہارا نہیں لیتے) (۱۷)

---

(۱۶) سیوطی۔ جلال الدین بن عبدالرحمٰن۔ تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، بیروت، دار احیاء ج ۲ : ص ۱۰۶

(۱۷) موجودہ زمانہ میں حدیث میں غلطی کا ایک تیسرا سبب یہ ہے کہ عموماً لوگ حدیث کے عربی متن کو پڑھنے کے بجائے اس کا اردو یا انگریزی ترجمہ پڑھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس سے وہ حدیث کی روح کو پا سکتے ہیں نہ حدیث کے متن کی صحیح قراۃ کر سکتے ہیں۔ (مترجم)

غریب الحدیث

لغوی معنیٰ لغوی اعتبار سے غریب اس شئے کو کہا جاتا ہے جو اپنے متقارب سے بعید ہو۔ یہاں مراد یہ ہے کہ جس کے معنیٰ میں خفا پایا جاتا ہو۔

صاحب قاموس لکھتے ہیں۔

"غرب الکرم۔ عے غمضی وخفی (۱۸)

(غرب باب کرم ہے اس کے معنیٰ مبہم اور خفیہ ہونے کے ہیں)

اصطلاحی معنیٰ "متن حدیث میں کسی ایسے لفظ کا واقع ہو جانا جس میں ابہام ہو اور قلت استعمال کی بنا پر وہ فہم سے بعید تر داقع ہوا ہو۔"

اہمیت غریب الحدیث کا فن ایک اہم فن ہے جس سے عدم واقفیت علماء حدیث کے نزدیک قبیح شمار ہوتی ہے لیکن اس میں مہارت کا حصول بہت مشکل ہے کیونکہ اس فن کا ماہر سوچ و فکر سے کام لیتا ہے اور اللہ کا حد درجہ خوف رکھتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی توضیحات محض ظن و گمان سے نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف اس فن میں حد درجہ محتاط تھے۔

مثال:- اس کی اعلیٰ ترین مثال عمران بن حصینؓ کی صلوٰۃ المریض کے بارہ میں ایک روایت ہے جس کی وضاحت ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے۔

"صل قائمًا فان لم تستطع فقاعدًا فان لم تستع فعلی جنبٍ (۱۹)

(نماز کھڑے ہو کر پڑھو اگر کھڑے ہونے پر قادر نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر بیٹھنے پر بھی قدرت نہ ہو تو پہلو پر)

روایت میں وارد "علی جنبٍ" کی تفسیر حضرت علی کی روایت سے ہوتی ہے جس کے الفاظ ہیں۔" علی جنبہٖ الایمن مستقبل القبلۃ بوجہہٖ"

---

(۱۸) القاموس ج ۱: ص ۱۱۵

(۱۹) بخاری۔ الجامع الصحیح ج ۱: ص ۱۵۔ باب اذا لم یطق قاعدًا۔ الخ۔ ابواب تقصیر الصلوٰۃ

(دائیں پہلو پر اس طرح کہ چہرہ قبلہ کی جانب ہو)

مصنفات

الف :- ابو عبید قاسم بن سلام کی "غریب الحدیث"

ب :- ابن اثیر " النہایة فی غریب الحدیث والاثر (بہترین کتاب) (۲۰)

ج :- ابن اثیر نہایہ کی تلخیص سیوطی نے " الدر اثیر" کے نام سے کی۔

د :- زمخشری کی "الفائق" (۲۱)

---

(۲۰) مبارک بن جزری م ۶۰۶ھ جو ابن اثیر کے نام سے پہچانے جاتے ہیں اصولِ حدیث میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ آپ کی یہ کتاب جو ۵ جلدوں پر مشتمل ہے غریب الحدیث میں اساسی و بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اسے مکتبۃ اسلامیہ بیروت نے شائع کیا ہے (مترجم)

(۲۱) علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری م ۵۸۳ھ کی یہ غریب الحدیث کے مجموعہ اور اس کی شروح پر مرتب ہے اپنے موضوع پر یہ کتاب سب سے زیادہ مرتب و مدون اور منفعت بخش ہے۔ زمخشری نے اس بات کا بھی التزام کیا ہے کہ حدیث کا کوئی ٹکڑا اگر غریب شمار کیا گیا ہے تو اسے بھی نقل کر دیا ہے۔ کتاب کو لفظ غریب کے حروف تہجی کے اعتبار مرتب کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ابن حجر نے تفسیر غریب الحدیث کے نام سے ۲۶۴ صفحات پر مشتمل ایک مختصر کتاب مرتب کی ہے۔ اس کتاب کو بھی لفظ غریب کے حرفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے (مترجم)

فصل ثانی

آداب محدث و طالب حدیث

فصلِ ثانی

بحث اوّل : آدابِ محدث۔

بحث ثانی : طالبِ حدیث کے لئے آداب۔

بحثِ اول

آدابِ محدث :

مقدمہ۔ علم حدیث کی تصنیف، وتالیف اور اس کے درس و تدریس میں مشغول ہونا اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرنے والے اعمال میں سب سے افضل عمل اور مشاغل میں اشرف مشغلہ ہے۔ لہذا جو بھی شخص اس شغل کے ساتھ وابستہ اور علم حدیث کی نشر و اشاعت میں مشغول ہو، اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ مکارم اخلاق اور محاسن عادات سے مزین ہو۔ جو کچھ وہ پڑھاتا ہے۔ اس کی سچی تصویر و مثال ہو، اور ہر نیک عمل پر لوگوں کو آمادہ کرنے سے قبل خود اس پر عمل پیرا ہو۔

محدث کے لئے ضروری محاسن :

الف : تصحیح واخلاصِ نیت : اس کا دل دنیاوی اغراض۔ دولت و اقتدار کی محبت سے پاک ہو۔

ب : عزم : اس کی زندگی کا سب سے بڑا عزم یہ ہونا چاہیئے کہ وہ ارشاداتِ رسول کی اشاعت و تبلیغ اس نیت سے کرے گا۔ کہ اللہ اس کو اس کام کا اجرِ عظیم دے گا۔

ج : احترام : اپنے علم یا عمر کے لحاظ سے بہتر شخص کی موجودگی میں حدیث نقل نہیں کرے گا۔

د : بخل سے احتراز : محدث سے اگر کوئی سوال کرے تو اس کی صحیح رہنمائی کرے ۔ اور اگر اس کے علم میں وہ بات نہ ہو تو اسے کسی دوسرے کی طرف رہنمائی کرے ۔

ھ : سوءِ ظن سے احتراز : کسی شخص کے سامنے حدیث بیان کرنے سے اس بنا پر نہ رکے وہ اسے صحیح النیت نہیں سمجھے گا ۔ اور ہمیشہ اپنے صحیح النیت سمجھے جانے کی دوسروں سے امید رکھے ۔

و : مجالس کا انعقاد : اہتمام کے ساتھ درس و املاءِ حدیث کی مجالس منعقد کرے ۔ اگر اس بات کا اہل ہے ۔ کیونکہ درس و املاء مراتب روایت میں اعلیٰ ترین مرتبہ ہے ۔

مجلسِ درسِ حدیث کے آداب :

الف : پاک ہو ، خوشبو لگائی ہوئی ہو اور داڑھی میں کنگھی کی ہوئی ہو ۔

ب : حدیث کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اطمینان ، وقار اور سنجیدگی کے ساتھ بیٹھے ۔

ج : تمام حاضرین کی طرف متوجہ رہے ۔ کسی ایک شخص کو دوسرے لوگوں پر ترجیح دے کر مرکزِ توجہ نہ بنائے ۔

د : مجلس درس کی ابتداء و انتہاء حمد باری تعالیٰ اور نبی کریم پر درود سے کرے اور حسبِ موقع دعا بھی مانگے ۔

ھ : ایسے الفاظ اور ایسی تعبیرات سے گریز کرے جو حاضرین کی عقل اور ان کے فہم سے بالاتر ہوں ۔

و : املاء کا اختتام کسی حکایت یا نوادر سے کرے تاکہ قلوب کی تازگی اور ذہنوں کی شادابی کا سامان ہو ۔

محدث کی عمر : محدث کی درسِ حدیث کے لئے کم سے کم عمر کیا ہونی چاہیئے ۔ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے ۔

الف : بعض نے پچاس سال اور بعض نے چالیس سال متعین کی ہے ۔

ب : صحیح تر یہ چیز ہے کہ وہ کب اس بات کا اہل ہوا اور کس مرحلہ پر اس بات کی احتیاج ہوئی کہ اس سے حدیث اخذ کی جائے ۔ خواہ وہ کسی بھی عمر میں ہوئی ہو ۔

مصنفات: الف: خطیب بغدادی کی "الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع"۔ (۲۲)

ب - ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ وما ینبغی فی روایتہ وحملہ - (۲۳)

بحث ثانی

طالب حدیث کے آداب :

مقدمہ: طالب حدیث کے آداب سے مراد وہ آداب عالیہ اور اخلاق کریمانہ ہیں جن کا ایک طالب حدیث میں ہونا۔ اس علم کی عظمت واکرام کی بنا پر ضروری ہے۔ کیونکہ وہ طالب علم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ان آداب میں سے کچھ ایسے ہیں۔ جو تلمیذ واستاذ کے درمیان مشترک ہیں۔ اور کچھ ایسے ہیں جو صرف طالب علم کے ہیں۔

مشترک آداب۔

الف۔ تصحیح واخلاص نیت۔

ب۔ طلب علم میں دنیاوی اغراض کے حصول کے ارادہ سے پاک ہو۔ کیونکہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے۔ ابوہریرۃؓ کی روایت ہے۔ جسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے تخریج کیا ہے۔

---

(۲۲) خطیب بغدادی ان محدثین میں سے ہیں۔ جنہوں نے علم حدیث کی جزئیات پر متعدد کتب لکھی ہیں۔ آپ کی یہ کتاب راوی و طالب حدیث کے آداب پر ایک جامع کتاب ہے جس میں ۱۹۲۴ آداب واخلاق تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ مولف تیسیر ڈاکٹر طحان نے اس تدوین وتعلیق کی ہے اور یہ دو جلدوں میں مکتبہ المعارف ریاض سے ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی ہے۔ (مترجم)

(۲۳) ابوعمر یوسف بن عمر نمری م ۴۶۳ھ کی یہ کتاب علم کی فضیلت، احکام اور ان اوصاف کے بیان پر مشتمل ہے جو اہل علم کے اندر پائی جانی چاہئیں۔ اس کتاب کو مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ نے شائع کیا ہے۔ عبدالرزاق ملیح آبادی نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ جو ادارۂ اسلامیات لاہور نے ۱۹۷۷ء میں شائع کیا ہے۔ (مترجم)

"من تعلم علماً مما يبتغى به وجه الله تعالىٰ، لا يتعلمه الا ليصيب به غرضاً من الدنيا لم يجد عرف الجنته يوم القيامة" (۲۴)

(جو شخص دنیاوی منفعت کے حصول کے لئے ایسا علم حاصل کرتا ہے۔ جس سے اللہ کی رضا حاصل کی جاتی ہو، ایسا شخص قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔)

ج: جو کچھ سنے اس پر عمل کرے۔

منفرد آداب:

الف۔ فہم و ضبط حدیث میں صرف اللہ تعالیٰ سے توفیق، استقامت، آسانی اور اعانت طلب کرے۔

ب۔ کاملاً حدیث کی طرف مڑ جائے اور اسی کے حصول میں مشغول ہو جائے۔

ج۔ اپنے علاقہ کے کسی ایسے شیخ سے سماع کی ابتدا کرے جو علم، سند اور دین کے اعتبار سے سب پر فوقیت رکھتا ہو۔

د۔ علم کے اجلال وعظمت کی بناء پر اپنے شیخ اور ساتھیوں کی عزت وتوقیر کرے۔ عظمت وتوقیر کے بعد ہی وہ اس علم سے منتفع ہو سکتا ہے۔ اپنے شیخ کی رضا کا خیال رکھے اور اگر اس کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو اسے برداشت کرے۔

ھ۔ اپنے ساتھیوں اور بھائیوں کی اس بات کی طرف رہنمائی کرے جس کے حصول میں وہ تنہا کامیاب ہوا ہے۔ کیونکہ فوائد علم کو چھپانا طلباء کے لئے ایک نحوست ہے جس سے ان میں جہالت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حصولِ علم کا مقصد اسے پھیلانا ہے۔

و۔ کبر سنی کی بنا پر اپنے سے کم عمر یا کم مرتبہ شیخ سے حصول میں شرم وحیاء مانع نہ ہو۔

ز۔ حدیث کو صرف سننا یا لکھ لینا کافی نہیں بلکہ اس کی معرفت کا حصول ضروری ہے۔ اگرچہ یہ بات

---

(۲۴) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، کتاب السنن، بیروت، دارالفکر۔ ج ۳: ص ۳۲۳ - باب فی طلب العلم لغیر اللہ، کتاب العلم۔

اس کی طبیعت پر گراں ہو گی۔ لیکن محنت کے بغیر کامیابی کا حصول ممکن نہیں۔

۷۔ سماع، ضبط و فہم میں صحیحین کو سب سے مقدم رکھے پھر سُنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی اور سنن کبریٰ بیہقی، پھر بقدر ضرورت مسانید اور جوامع کی طرف متوجہ ہو۔ مثلاً مسند امام احمد بن حنبل، مؤطا امام مالک اور کتب علل میں دارقطنی کی کتاب العلل، رجال میں بخاری کی تاریخ الکبیر، ابن ابی حاتم کی الجرح والتعدیل، ضبط اسماء میں ابن ماکول کی کتاب اور غریب الحدیث میں ابن اثیر کی النہایہ کا مطالعہ کرے۔

الباب الرابع

سند و متعلقاتِ سند

فصل اوّل

لطائف سند

۱- سند عالی و نازل
۲- مسلسل
۳- روایۃ الاکابر عن الاصاغر۔
۴- روایۃ الآباء عن الابناء۔
۵- روایۃ الابناء عن الآباء۔
۶- المدبج و روایۃ الاقران۔
۷- السابق واللاحق۔

سند عالی و نازل

تمہید: سند و استناد اس امت کی ایک ایسی خصوصی فضیلت ہے جو امم سابقہ میں کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ اور یہ امت کی ایک موثق سنت ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ نقل احادیث و اخبار میں سند پر اعتماد کرے۔ ابن مبارک فرماتے ہیں۔

"الاسناد من الدین، ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء"

(اسناد دین کا ایک عظیم حصہ ہے۔ اور اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو جی چاہتا کہہ دیتا)

امام ثوری فرماتے ہیں۔

"الاسناد سلاح المؤمن"

(سند مؤمن کا اسلحہ ہے)۔ کیونکہ اس میں بھی علو و بلندی کی طلب سُنت ہے۔

احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

"طلب الاسناد العالی سنة من سلف"

(سند عالی کو طلب کرنا سلف کی سنت ہے)

کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ کوفہ سے مدینہ منورہ کا سفر کرتے اور حضرت سے براہِ راست احادیث کا سماع کرتے۔ اسی وجہ سے طلب حدیث کے لیئے سفر کرنا مستحب ہوگیا۔ کثیر صحابہ نے جن میں ابوایوب انصاریؓ اور حضرت جابرؓ جیسے صحابہ ہیں، نے سند عالی کے لیئے سفر کئے۔

لغوی مفہوم: عالی، علو کا اسمِ فاعل ہے۔ جو نزول کی ضِد ہے۔ اور نازل نزول کا اسم فاعل ہے۔

اصطلاحی مفہوم: سند عالی۔ وہ سند جس کے رجال دوسری سند کی نسبت کم ہوں۔ کیونکہ کثرت رجال (وسائط) والی۔ روایت قلیل وسائط کے مقابلہ میں رد کردی جاتی ہے۔

سندِ نازل۔ وہ سند جس میں رجال دوسری سند کی نسبت زیادہ ہوں۔ اور اس کثرت وسائط کی بنا پر دوسری سند راجح ہو جائے۔

علو کی اقسام: علو کی پانچ اقسام ہیں۔ جن میں سے ایک مطلق ہے اور باقی چار منسوب ہیں۔

الف: نبی کریمؐ سے صحیح و عمدہ سند کے ذریعہ قرب، یہ علو مطلق ہے اور اقسام علو میں بلند ترین۔

ب: ائمہ حدیث ہیں سے کسی امام سے قرب: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وسائط زیادہ ہو تو اعمش، ابن جریج اور امام مالک جیسے ائمہ حدیث میں سے کسی سے صحیح و عمدہ سند کے ذریعہ قرب ہو۔

ج: ائمہ ستہ وغیرہ میں سے کسی سے قرب: اکثر متاخرین اس قرب کی طرف موافقت، ابدال، مساواۃ یا مصافحہ کے ذریعہ متوجہ ہیں۔

۱۔ **موافقت**۔ کسی مصنف کا کسی شیخ تک اس کی اپنی سند کے علاوہ کسی ایسی سند کے ذریعہ پہنچنا جو نسبتاً کم وسائط والی ہو۔ مثلاً۔ ابن حجر شرح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں۔

"امام بخاری عن قتیبہ عن مالک ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ اگر وہ روایت ہم امام بخاری کی سند سے نقل کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان آٹھ وسائط ہو جائیں گے۔ جبکہ اگر ہم وہ امام بخاری کے ایک شیخ ابوالعباس سراج کی سند سے نقل کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان سات وسائط ہوں گے۔ چنانچہ اس طرح ہمیں امام بخاری کے ساتھ ان کے شیخ سے موافقت حاصل ہو گئی بخاری کی سند پر علو اسناد کے ساتھ۔" (۱)

۲۔ البدل۔ کسی مصنف کے استاد کے استاد تک مصنف کی سند کے علاوہ کسی ایسی سند سے پہنچنا جس میں وسائط نسبتاً کم ہوں۔ مثلاً ابن حجر سند مذکورہ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

"یہی سند ہم تک دوسرے وسائط سے بھی پہنچتی ہے وہ یہ کہ قتیبہ کے بجائے قعنبی (جو بخاری کے شیخ کے شیخ ہیں)، کا واسطہ اختیار کیا جائے۔" (۲)

۳۔ المساواۃ۔ راوی کی کسی سند کے رجال کی کل تعداد کسی مصنف کی سند کے رجال کے برابر ہو۔ مثلاً بقول ابن حجر، امام نسائی اور نبی کریمؐ کے درمیان ۱۱ وسائط ہیں۔ ہمارے پاس کوئی ایسی روایت کسی دوسری سند سے گیارہ ہی واسطوں سے موجود ہو تو گویا ہم باعتبار تعداد رجال امام نسائی سے

---

(۱) ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی۔ شرح نخبۃ الفکر مع شرح کوئٹہ، مکتبہ اسلامیہ۔ ۱۳۹۰ھ، ص ۱۲۶۔

(۲) سیوطی۔ تدریب، ج ۲: ص ۱۶۸۔

سے مساواۃ کرنے والے ہوں گے۔

۴۔ المصافحہ۔ کسی مصنف کے تلمیذ کے برابر وسائط سے کوئی روایت نقل کرنا۔

اس کو مصافحہ کا نام اس بنا پر دیا گیا ہے کہ شیخ و تلمیذ کے درمیان ملاقات کے وقت مصافحہ کا عام طور پر رواج ہے۔

۵۔ علو باعتبار تقدم وفاتِ راوی۔ اس کی مثال ، بقول نووی۔

"میں کوئی روایت تین رواۃ سے اس طرح نقل کروں کہ میں اپنے شیخ سے اور وہ بیہقی سے اور بیہقی حاکم سے روایت کریں یہ زیادہ اعلیٰ ہے بنسبت اس کے کہ میں اپنے شیخ سے اور شیخ ابن خلف سے اور ابن خلف حاکم سے نقل کریں کیونکہ بیہقی کی وفات ابن خلف سے مقدم ہے۔ (۳)

علو باعتبار تقدم سماع: تقدم سماع سے مراد یہ ہے کہ جس شیخ سے پہلے سماع کیا ہو، وہ اس شیخ سے مقدم و راجح ہو گا جس سے بعد میں سماع کیا۔

مثال: کسی ایک شیخ سے دو تلمیذ سماع کر رہے ہیں۔ ایک ساٹھ سال سے سماع کر رہا ہے اور دوسرا چالیس سال سے، روایات کی تعداد دونوں کی برابر ہو۔ تو اول الذکر دوسرے سے اعلیٰ ہو گا (۴) یہ امر زیادہ اہم اس شخص کے حق میں ہوتا ہے۔ جو اپنے شیوخ میں اور ان سے مروی روایات میں تمیز نہ کر سکے یا جو کبر سنی کی بنا پر عقلی ضعف کا شکار ہو گیا ہو۔

---

(۳) امام نووی کی مراد یہ ہے کہ میں تین وسائط سے ایک روایت نقل کروں جس میں امام بیہقی امام حاکم سے روایت نقل کر رہے ہوں۔ جبکہ دوسری تین وسائط کی روایت میں ابن خلف حاکم سے نقل کر رہے ہوں تو وہ سند جس میں بیہقی حاکم سے نقل کر رہے ہیں۔ باوجود وسائط کے برابر ہونے کے اعلیٰ ہو گی۔ کیونکہ بیہقی کا سنہ وفات ۴۵۸ھ/ ۱۰۶۵ء ہے۔ جبکہ ابن خلف کی وفات ۴۸۷ھ/ ۱۰۹۴ء میں ہوئی۔

تفصیلات کے لئے دیکھئے۔ تقریب شرح تدریب۔ ج ۲: ص ۱۶۸۔ (مترجم)

ابن الصلاح، علوم الحدیث۔ دمشق۔ دار الفکر، ۱۹۸۴ء، ص ۲۶۱۔ تحقیق و تدوین ، نور الدین۔

(۴) جس راوی کے اندر تین شرائط پائی جاتی ہوں۔ وہ ثقہ ترین راوی کہلاتا ہے (۱) کامل العدالۃ (۲) تام الضبط (۳) کثیر الملازمۃ۔ کثیر الملازمۃ سے مراد صحبتِ شیخ ہے۔ یہ جس تلمیذ کو زیادہ حاصل ہو گی۔ دوسروں پر راجح ہو گا (مترجم)

اقسام نزول : علو کی طرح نزول کی بھی پانچ اقسام ہیں۔ کیونکہ نزول علو کی ضد ہے۔ اور علو کی ہر قسم کے مقابلہ کی ضد نزول کی ایک قسم ہے۔

علو و نزول میں فضیلت : علو افضل ہے یا نزول۔ اس سلسلہ میں علماء حدیث کے دو اقوال ہیں۔

الف۔ صحیح قول کے مطابق علو افضل ہے اور جمہور محدثین کا یہی مسلک ہے۔ کیونکہ علو (سند میں رجال کا قلیل ہونا) حدیث میں خلل کے احتمال کو کم سے کم کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اور نزول اس کے بالمقابل مرجوح ہوتا ہے۔ ابن مدینی فرماتے ہیں۔

"النزول شؤم"

(نزول ایک نحوست ہے)

لیکن یہ بات جب ہوتی ہے۔ جبکہ قوت کے اعتبار سے سندیں مساوی ہوں۔

ب۔ نزول افضل ہے جبکہ سند نازل کسی ترجیح کی بنا پر (رجال سند کی ثقاہت، ان کے حفظ اور تفقہ کی بنا پر) ممتاز ہو۔

مصنفات : اسانید عالیہ یا نازلہ پر مخصوص مصنفات تو ذخیرہ کتب میں نہیں پائی جاتیں۔ البتہ بعض علماء نے جزئیات کی تالیف کی ہے اور ان کا نام "ثلاثیات" رکھا ہے۔

ثلاثیات سے مراد ان روایات کا مجموعہ جس میں مؤلف اور نبی کریمؐ کے درمیان صرف تین وسائط ہوں۔ اور ان ثلاثیات سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ علماء سند عالی کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ ان ثلاثیات میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

الف۔ ابن حجر کی ثلاثیات بخاری۔

ب۔ ثلاثیات احمد بن حنبل۔

مسلسل

لغوی مفہوم : سلسلہ کا اسم مفعول ہے۔ کسی چیز کا دوسری چیز سے ملا ہوا ہونا۔ اسی سے عرب محاورہ میں "سلسلة الحديد" زنجیر کو کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی تمام کڑیاں از ابتداء تا انتہا ملی

ہوئی ہوتی ہیں۔

اصطلاحی معنی: اپنی سند کے تمام راوی ان کی کسی خاص صفت یا حالت کے ساتھ یا کسی روایت کی خاص حالت کے اشتراک کے ساتھ بیان کرنا۔

وضاحت: یعنی مسلسل سے مراد وہ روایت ہے جس کے تمام رواۃ میں تسلسل کے ساتھ حسب ذیل امور میں سے کسی امر میں اشتراک پایا جاتا ہو۔

الف۔ کسی ایک صفت میں اشتراک۔

ب۔ کسی ایک حالت میں اشتراک۔

ج۔ روایت کی کسی ایک حالت میں اشتراک۔

انواع: مسلسل کی مذکورہ تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ مسلسل کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ مسلسل باحوال الرواۃ (راویوں کی مشترک حالت)

۲۔ مسلسل بصفات الرواۃ (راویوں کی مشترک صفت)

۳۔ مسلسل بصفات الروایۃ (روایت کی کوئی مشترک حالت)

آئندہ سطور میں اس کی تفصیلات بیان کی جائیں گی۔

۱۔ مسلسل باحوال الرواۃ۔ احوال رواۃ کی تین نوعیتیں ہیں۔ صرف اقوال راوی، افعال راوی یا اقوال و افعال راوی۔

الف۔ احوال رواۃ قولی۔ معاذ بن جبل کی حدیث ہے۔ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا۔

"یا معاذ انی احبک فقل فی دبر کل صلوٰۃ: اللّٰھم اعنی علی ذکرك و شکرك وحسن عبادتك" (۵)

(اے معاذ! میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں (لہٰذا تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ) تو ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کر کہ اے اللہ اپنے ذکر، شکر اور اچھی عبادت میں میری مدد فرما)

اس روایت میں نبی کریمؐ کے قول "انی احبک فقل" ہر راوی نے نقل کیا ہے۔

احوالِ رواۃ فعلی۔ ابوہریرۃؓ کی روایت ہے۔

---

(۵) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث۔ کتاب السنن، ج ۲: ص ۸۶ باب فی الاستغفار۔ کتاب الصلوٰۃ۔

"شبک بیدی ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم وقال " خلق اللہ الارض یوم السبت " (۶)

(ابوالقاسم (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ اللہ نے زمین کو ہفتہ کے روز پیدا فرمایا)

حضرت ابوہریرہؓ نے جس شخص سے بھی روایت نقل کی، اس کا ہاتھ اسی طرح دبایا جیسے نبی کریمؐ نے آپؓ کا ہاتھ دبایا تھا۔

احوال رواۃ قولی و فعلی۔ انس بن مالکؓ کی حدیث ہے۔ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا۔

"لا یجد العبد حلاوۃ الایمان حتّٰی یؤمن بالقدر خیرہٖ وشرہٖ حلوہٖ ومرہٖ "

یہ فرمانے کے بعد آپؐ نے اپنی ریش مبارک پکڑی اور فرمایا۔

" آمنت بالقدر خیرہٖ وشرہٖ حلوہٖ ومرہٖ " (۷)

انس بن مالکؓ نے اپنے تلامذہ سے یہ روایت اسی عملی کیفیت کے ساتھ نقل کی اور پھر آپ کے تلامذہ نے بھی اسی طرح تسلسل کے ساتھ یہ قول و فعل سند میں جاری ہو گیا۔

المسلسل بصفات الرواۃ۔ صفاتِ رواۃ کی دو نوعیتیں ہیں۔ قولی، فعلی۔

مسلسل بصفاتِ قولی۔ حدیث جس میں تسلسل کے ساتھ تمام رواۃ سورۃ صف کی تلاوت کرتے ہیں۔

عراقی فرماتے ہیں کہ صفاتِ رواۃ قولی اور احوال رواۃ قولی متقارب بلکہ متماثل ہیں۔

مسلسل بصفاتِ فعلی۔ رواۃ کے ناموں کے تسلسل کا اتفاق، مثلاً تمام رواۃ کا نام اتفاقاً "محمد" ہو یا ان کے اوصاف کا تسلسل مثلاً تمام رواۃ فقہا یا حفاظ ہوں، ان کی نسبتوں کا تسلسل مثلاً تمام رواۃ دمشق کے ہوں یا مصر کے۔

مسلسل بصفاتِ الروایت۔ صفات الروایۃ کے تسلسل کی حسبِ ذیل نوعیتیں ہیں۔

---

(۶) حاکم۔ معرفۃ علوم الحدیث۔ ص ۴۲۔

(۷) حاکم۔ معرفۃ علوم الحدیث۔ ص ۴۰۔

(۱) الفاظِ اداء کا تسلسل۔ مثلاً ہر راوی لفظ "سمعت" یا "اخبرنا" سے روایت کرے۔

(۲) زمانہ مخصوص کا تسلسل۔ مثلاً تمام راوی عید کے روز روایت نقل کریں۔

(۳) مکانِ مخصوص کا تسلسل۔ مثلاً ملتزم کے مقام قبولیت ہونے کی احادیث۔

افضل نوع: انواعِ مذکورہ میں سے افضل نوع وہ ہے۔ جس میں سماع کے متصل ہونے پر دلالت ہو اور روایت مدلس نہ ہو۔

فائدہ تسلسل: رواۃ کے ضبط کی زیادتی پر ایک عظیم دلالت۔

شرطِ تسلسل: تسلسل کی کسی بھی نوع میں مکمل سند میں تسلسل لازم نہیں ہے۔ بلکہ اگر کسی ایک راوی تک تسلسل ہے تو اس کے نام کی صراحت کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ روایت فلاں راوی تک مسلسل ہے۔

تسلسل وصحت میں ربط: حدیث کی صحت اور اس کے تسلسل میں کوئی ربط نہیں ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے سند مسلسل کسی ضعف یا خلل سے خالی نہیں ہوتی جبکہ غیر مسلسل سند سے وہ روایت صحیح ہوتی ہے۔

مصنفات: الف۔ سیوطی کی "المسلسلات الکبریٰ" اس کتاب میں سیوطی نے ۸۵ مسلسل روایات کو جمع کیا ہے۔

ب۔ محمد عبدالباقی ایوبی کی المناھل السلسلۃ فی الاحادیث المسلسلہ، اس میں مؤلف نے ۲۱۲ روایات کو جمع کیا ہے۔

روایت الاکابر عن الاصاغر

لغوی مفہوم: اکابر اکبر کی جمع ہے اور اصاغر اصغر کی جمع ہے۔ معنیٰ یہ ہے کہ بڑے لوگوں کی چھوٹے لوگوں سے روایت۔

اصطلاحی معنیٰ: کسی شخص کا ایسے راوی سے روایت نقل کرنا جو عمر و طبقہ یا علم وحافظہ کے لحاظ سے اس سے کم درجہ کا ہو۔

وضاحت: یعنی کوئی شیخ کسی ایسے شخص سے روایت نقل کرے جو اس سے عمر میں چھوٹا ہو

یا بلحاظِ طبقہ کم درجہ کا ہو، طبقہ میں کم درجہ ہونے کی مثال یہ ہے مثلاً صحابی تابعی سے روایت کرے یا کسی راوی کا کسی ایسے شخص سے روایت نقل کرنا جو اس سے علم یا حافظہ میں کم ہو ایسا ہی ہے۔ جیسے ایک شیخ ایک عالم و حافظ سے روایت نقل کرے اگرچہ وہ شیخ اس سے عمر میں بڑا ہو۔ اس بنا، پر یہ بات واضح ہونی چاہیئے۔ کہ عمر میں بڑا ہونا یا طبقہ میں مقدم ہونا ایک ہی شئے ہے۔ لیکن صرف علم میں عدم مساواۃ کو روایت الاصاغر عن الاکابر نہیں کہا جائے گا۔ اس کی وضاحت حسب ذیل مثالوں سے ہوگی۔

اقسام و امثلہ: روایت الاکابر عن الاصاغر کو تین اقسام میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔

الف۔ راوی مروی عنہ سے عمر میں بڑا اور طبقہ کے لحاظ سے مقدم ہو۔ قطع نظر علم اور حفظ کے۔

ب۔ راوی مروی عنہ سے قدر و منزلت کے لحاظ سے بڑا ہو، عمر میں بڑا نہ ہو۔ جیسے کوئی عالم و حافظ راوی کسی غیر عالم و حافظ سے روایت نقل کرے۔

ج۔ راوی مروی عنہ سے عمر اور قدر و منزلت کے لحاظ سے مقدم ہو۔ یعنی عمر میں بھی بڑا ہو اور علم میں بھی۔ مثلاً برقانی کی خطیب سے روایت۔ (برقانی خطیب سے عمر میں بھی بڑے ہیں اور خطیب کے شیخ و معلم ہونے کے اعتبار سے علم میں بھی مقدم ہیں)

امثلہ: الف۔ کسی صحابی کا تابعی سے روایت نقل کرنا۔ مثلاً عبادلہ، کعب احبار سے روایت نقل کریں۔

ب۔ تابعی، تبع تابعی سے روایت نقل کرے۔ مثلاً یحییٰ بن سعید انصاری امام مالک سے روایت نقل کریں۔

فوائد: الف۔ اس وضاحت کا فائدہ یہ ہوگا کہ یہ وہم پیدا نہ ہو کہ مروی عنہ راوی سے افضل ہے۔ جیسا کہ عموماً ہوتا ہے۔

ب۔ یہ وہم پیدا نہ ہو کہ سند کو پلٹ دیا گیا ہے۔ کیونکہ عادت کے مطابق اصاغر اکابر سے روایت نقل کرتے ہیں۔

مصنفات: حافظ ابو یعقوب اسحٰق بن ابراہیم وراق م ۴۰۳ھ کی کتاب "ما رواہ الکبار عن الصغار والآباء عن الابناء"

والد کی بیٹے سے روایت

تعریف۔ سلسلہ سند میں کوئی ایسا راوی ہو جو اپنے بیٹے سے روایت نقل کرے۔

مثال: حضرت عباس بن عبد المطلب اپنے بیٹے عبداللہ بن عباس سے روایت نقل کرتے ہیں۔

"أن رسول الله صلى الله عليه وسلم جمع بين الصلوتين بالمزدلفة۔"

فوائد: کسی باپ کا بیٹے سے روایت کی تصریح کرنا اس گمان کو ختم کر دینا ہے کہ سند میں تبدیلی نہیں کی گئی ہے۔ کیونکہ عام طور پر بیٹا باپ سے روایت کیا کرتا ہے۔ روایت کی یہ نوع اور نوع مذکورہ صدر علماء کی تواضع اور شوق حصولِ علم پر دلالت کرتی ہے کہ وہ حصول علم میں کسی بھی شخص سے استفادہ کرتے تھے۔ خواہ مروی عنہ ان سے قدر و منزلت کے اعتبار سے کم تر اور عمر کے لحاظ سے چھوٹا ہو۔

مصنفات: خطیب بغدادی کی کتاب "رواية الآباء عن الابناء"

بیٹے کی والد سے روایت

تعریف: سلسلہ سند میں راوی، اس کے والد یا راوی، اس کے والد اور دادا مذکور ہوں۔

اہمیت: سلسلہ سند میں جب کوئی راوی اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت نقل کرتا ہے تو اس فلاں عن ابیہ عن جدہ سے نقل کیا جاتا ہے اور اس میں احتیاج ہوتی ہے کہ ان کے نام معلوم کئے جائیں۔

اقسام۔ اس قسم کی سند کی دو قسمیں ہیں۔

الف۔ راوی اپنے باپ سے روایت کرے، (دادا سے نہ کرے) اور یہ اسناد میں کثیر الوقوع ہے۔

ب۔ راوی اپنے باپ سے اور وہ دادا سے یا راوی اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرے۔

مثال: عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده

(اس سند میں تحقیق کے بعد یہ بات منکشف ہوئی کہ جدہ کی ضمیر عمرو کے بجائے شعیب کی طرف

راجح ہے۔ اور اس سے مراد عبداللہ بن عمروؓ صحابی ہیں۔

فوائد: (الف) اس قسم کی سند کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اگر باپ اور دادا کے ناموں کی صراحت نہ ہو تو اس کے علم کے لئے تحقیق ضروری ہوتی ہے۔

(ب) اس بات کی وضاحت ضروری ہوتی ہے کہ "جدہ" کس کے دادا مراد ہیں، راوی کے یا راوی کے والد کے۔

مصنفات: ابونصر عبیداللہ بن سعید وائلی کی کتاب "روایۃ الابناء عن آباءھم"

ب۔ ابن ابی خیثمہ کی کتاب "جزء من روی عن ابیہ عن جدہ"

ج۔ حافظ علائی کی کتاب "الوشی المعلم فی من روی عن أبیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم"

مدبج وروایۃ اقران

(ہم عصر مشائخ کی ایک دوسرے سے روایت)

اقران:

لغوی مفہوم: اقران، قرین کی جمع ہے۔ جس کے معنی صاحب قاموس کے مطابق "ساتھی" کے ہیں۔ (۸)

اصطلاحی معنی: ایسے دو مشائخ جو عمر و سند کے اعتبار سے ایک دوسرے سے قریب تر ہوں (۹)

روایت اقران کی تعریف: راوی اپنے کسی قرین (ساتھی) سے روایت نقل کرے۔

مثال۔ سلیمان تیمی کی مسعر بن کرام سے روایت کیونکہ یہ دونوں ساتھی ہیں۔ لیکن یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ مسعر نے بھی سلیمان سے کوئی روایت نقل کی ہے یا نہیں۔

مدبج:

لغوی مفہوم: تدبیج سے اسم مفعول ہے۔ جس کے معنی تزیین کے ہیں۔ تدبیج دیباجتی الوجہ سے مشتق ہے۔ یعنی چہرے کے دونوں رخسار۔ اور مدبج کی وجہ تسمیہ یہ ہے

---

(۸) القاموس۔ ج ۴: ص ۲۶۰۔

(۹) تقاریب اسناد سے مراد یہ ہے کہ دونوں ایک طبقہ کے شیخ سے روایت نقل کریں۔

کہ راوی اور مروی عنہ آپس میں برابر ہوں جس طرح دو رخسار برابر ہوتے ہیں۔

اصطلاحی معنیٰ: کوئی دو ساتھی آپس میں ایک دوسرے سے روایت کریں۔

مثال: الف۔ صحابہ میں۔ حضرت عائشہؓ کا حضرت ابوہریرۃؓ سے اور ابوہریرۃؓ کا حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کرنا۔

ب۔ تابعین میں۔ زہری کا عمر بن عبدالعزیز سے اور عمر بن عبدالعزیز کا زہری سے روایت کرنا۔

ج۔ تبع تابعین میں۔ امام مالک کا اوزاعی سے اور اوزاعی کا امام مالک سے روایت نقل کرنا۔

فوائد: الف۔ سند میں زیادتی راوی کا احتمال نہ ہو۔

ب۔ قاری کو یہ گمان نہ ہو کہ یہاں "و" کو "عن" سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔ (۱۰)

مصنفات: الف۔ دار قطنی کی "المدبج"

ب۔ ابو الشیخ اصبہانی کی "روایۃ الاقران"

سابق ولاحق

لغوی معنیٰ: سابق، سبق کا اسم فاعل ہے، مقدم (گذشتہ) کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔

لاحق، الحاق کا اسم فاعل ہے۔ مؤخر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

سابق۔ سے مراد وہ راوی ہے۔ جو باعتبار وفات دوسرے سے مقدم ہو اور لاحق جو مؤخر ہو۔

اصطلاحی معنیٰ: کسی شیخ سے دو ایسے راوی روایت نقل کریں جن کی وفات میں طویل زمانہ کا فرق ہو۔

مثال: الف۔ محمد بن سراج (۲۱۶ھ۔ ۳۱۳ھ) ایک شیخ ہیں۔ جن سے بخاری اور خفاف روایت نقل کرتے ہیں اور ان دونوں کی وفات میں ۱۳۷ سال یا زیادہ کا فرق ہے (۱۱)

ب۔ امام مالک، سے زہری اور احمد بن اسمٰعیل سہمی روایت نقل کرتے ہیں۔ جبکہ ان دونوں کی وفات میں ۱۳۵ سال کا فرق ہے۔ کیونکہ زہری نے ۱۲۴ھ میں سہمی نے ۲۵۹ میں وفات پائی۔ اس کی وجہ

---

(۱۰) یعنی سند میں فلان وفلان کے بجائے فلان عن فلان لکھ دیا گیا ہے (مؤلف)

(۱۱) بخاری کی وفات ۲۵۶ھ اور ابوالحسین احمد بن محمد الخفاف نیشاپوری کی وفات ۳۹۳ھ، ۳۹۴ھ یا ۳۹۵ھ میں ہوئی۔

یہ ہے کہ زہری امام مالک سے عمر کے اعتبار سے بڑے تھے۔ کیونکہ زہری تابعی تھے اور امام مالک تبع تابعی۔ چنانچہ زہری کی امام مالک سے روایت، روایۃ الاکابر عن الاصاغر ہے۔ جس کی تفصیل گذشتہ اوراق میں گذر چکی ہے۔ دوسری جانب سہمی امام مالک سے عمر میں چھوٹے تھے۔ مزید یہ کہ سہمی نے تقریباً سو سال عمر پائی ان وجوہ سے زہری اور سہمی کی وفات میں طویل مدت کا فرق ہے۔

اس تعبیر سے یہ بات واضح ہوئی کہ راوی سابق مروی عنہ کے شیخ تھے اور راوی لاحق تلمیذ تھے۔ جنہوں نے طویل عمر پائی۔

فوائد: الف۔ قلوب میں علو اسناد کی حلاوت ثابت ہوتی ہے۔
ب۔ راوی لاحق کی سند کے انقطاع کا احتمال ختم ہو جاتا ہے۔

مصنفات: خطیب بغدادی کی "کتاب السابق واللاحق"۔

فصل ثانی

معرفتِ رواۃ

فصلِ ثانی — معرفت رواۃ

۱۔ معرفتِ صحابہ۔

۲۔ معرفت تابعین۔

۳۔ معرفت برادر و خواہر۔

۴۔ متفق و مفترق۔

۵۔ متفق و مختلف۔

۶۔ متشابہ۔

۷۔ مہمل۔

۸۔ مبہمات کی معرفت۔

۹۔ معرفت وحدان۔

۱۰۔ ایسے راوی کی پہچان جس کو مختلف ناموں یا صفات سے ذکر کیا جاتا ہو۔

۱۱۔ ناموں، کنیتوں اور القاب کے ذریعہ مفردات کی معرفت۔

۱۲۔ ایسے راویوں کی پہچان جو اپنی کنیتوں سے مشہور ہیں۔

۱۳۔ معرفت القاب۔

۱۴۔ ایسے رواۃ کی پہچان جو اپنے آباء کے علاوہ کسی کی طرف منسوب ہوں۔

۱۵۔ کسی راوی کے مشہور نسب کے علاوہ کوئی نسب پہچاننا۔

۱۶۔ رواۃ کی تاریخ کی پہچان۔

۱۷۔ ایسے رواۃ کی پہچان جو ثقہ راویوں میں مل کر مشتبہ ہو گیا ہو۔

۱۸۔ علماء و رواۃ کے طبقات کی پہچان۔

۱۹۔ رواۃ میں آزاد کردہ غلام اور علماء کی پہچان۔

۲۰۔ رواۃ میں ثقہ اور ضعیف راویوں کی پہچان۔

۲۱۔ رواۃ کے وطن اور شہروں کی پہچان۔

معرفتِ صحابہ

لغوی معنیٰ: صحابہ لغوی طور پر مصدر ہے اور صحبت کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔ "صاحب" اور "صحابی" اسی سے مشتق ہے۔ اصحاب اور صحب اس کی جمع ہے۔ لیکن صحابہ زیادہ تر اصحاب کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاحی معنیٰ: وہ شخص جس نے حالت ایمان میں نبی کریمؐ کی زیارت کی ہو اور اسلام ہی پر مرا ہو اور صحیح قول کے مطابق اگرچہ درمیان میں مرتد بھی ہو گیا ہو۔

اہمیّت وافادیت: صحابہ کرام کی معرفت کا علم ایک رفیع الشان علم اور ایک عظیم الشان مقصد ہے جس کے فوائد میں ایک فائدہ یہ ہے کہ اس علم میں مہارت کے بعد متصل اور مرسل روایتوں کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔

طرقِ معرفت - کسی صحابی کی صحابیت کے حسب ذیل طریقے ہیں۔

۱۔ تواتر۔ جیسے ابو بکر صدیقؓ، عمرؓ بن خطاب اور دیگر عشرہ مبشرہ۔

۲۔ شہرت۔ جیسے ضمامؓ بن ثعلبہ۔ عکاشہؓ بن محصن۔

۳۔ دیگر صحابہ کی خبر۔

۴۔ ثقہ تابعین کی خبر۔

۵۔ کسی کا خود اپنے متعلق خبر دینا بشرطیکہ وہ عادل ہو اور دعویٰ صحابیت ممکن ہو۔ (۱۲)

تمام صحابہ عدل ہیں: تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین عدل ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو کسی فتنہ میں اوّل مرحلہ میں ہی مبتلا ہو گئے ہوں۔ اور یہی معتاد بہ اجماع ہے

(۱۲) یعنی کوئی شخص صحابی ہونے کا دعویٰ کرے تو اس دعویٰ کی تصدیق سے قبل اولاً تو مدّعی کی سیرۃ اور اس کی زندگی کو دیکھا جائے گا کہ وہ صدق و عدل کی زندگی گزارتا ہو۔ ثانیاً ایسے زمانہ سے تعلق رکھتا ہو کہ اس دعویٰ صحابیت عقلاً ممکن نظر آتا ہو۔ رتن بن کرپال کی طرح نہ ہو جس نے حضورؐ کے وصال کے چھ سو سال بعد دعویٰ صحابیت کیا تھا۔ ائمہ رجال نے اسے جھوٹا و دجال قرار دیا ہے۔ (مؤلف)

دیکھئے۔ اطہر مبارک پوری، قاضی، رجال السند والھند۔ بمبئی، ادارۃ البلاغ ۱۹۸۸ء۔ ص ۱۲۴

صحابہ کی تعدیل سے مراد روایت میں ان عمداً جھوٹ بولنے سے پرہیز کرنا اور ایسے افعال سے انحراف کرنا جو ان کو مقبول الروایۃ کے بجائے مردود الروایت بنا دیں۔ چنانچہ صحابہ کرام کی تمام روایات ان کی عدالت کی تحقیق و جستجو کے بغیر قبول کی جائیں گی۔ اور جو صحابہ فتنوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق بھی حسن ظن رکھتے ہوئے ان کے ابتلاء کو اجتہادی غلطی شمار کرنا ہوگا۔ کیونکہ یہ وہ حضرات ہیں۔ جو شریعت کا مدار ہیں اور خیر القرون سے منسوب ہیں۔

محدثین صحابہ: صحابہ کرامؓ کی جماعت میں چھ صحابہ مکثرین ہیں (جو ایک ہزار سے زائد روایات نقل کریں)

(۱) ابوہریرہؓ، آپؓ سے ۵۳۷۴ احادیث منقول ہیں اور ۸۰۰ تلامذہ نے آپ سے حدیث کا سماع کیا ہے۔

(۲) ابن عمرؓ۔ آپ سے ۲۶۳۰ روایات مروی ہیں۔

(۳) انسؓ بن مالک (۱۸) ۲۲۲۶ احادیث آپ نے نقل کی ہیں۔

(۴) ام المؤمنین حضرت عائشہؓ۔ ۲۲۱۰ احادیث آپؓ سے منقول ہیں۔

(۵) ابن عباسؓ۔ آپؓ نے ۱۶۶۰ روایات نقل کی ہیں۔

(۶) جابرؓ بن عبداللہ ۱۵۴۰ احادیث آپؓ سے روایت کی گئی ہیں۔

فقہاء صحابہؓ: صحابہ کی اکثریت فقہاء میں شمار ہوتی ہے جن میں عبداللہ بن عباسؓ اور کبار علماء صحابہ شامل ہیں۔ مسروق کے قول کے مطابق علماء و فقہاء صحابہ چھ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"انتھی علم الصحابہ الی ستۃ، عمر، علی، ابی بن کعب، زید بن ثابت ابی الدرداء، ابن مسعود ثم انتھی علم الستہ الی علی و عبداللہ بن مسعود"

(تمام صحابہ کا علم چھ صحابہ پر ختم ہوتا ہے۔ جن میں عمرؓ، علی، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابودرداء، ابن مسعود شامل ہیں۔ پھر ان چھ کا علم دو میں یعنی علی اور عبداللہ بن مسعود پر منتہی ہوتا ہے) (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

عبادلہ صحابہؓ: عبادلہ سے دراصل مراد وہ صحابہ ہیں۔ جن کا نام عبداللہ ہے اور اس نام کے تقریباً ۳۰۰ صحابہ ہیں۔ لیکن یہاں عبادلہ سے چار ایسے کبار صحابہ مراد ہیں جن

کا نام عبداللہ ہے۔

(۱) عبداللہ بن عمرؓ۔

(۲) عبداللہ بن عباسؓ۔

(۳) عبداللہ بن زبیرؓ۔

(۴) عبداللہ بن عمروؓ بن العاص۔

علماء صحابہ میں ان عبادلہ کا امتیاز اس بنا پر ہے کہ یہ حضرات نبی کریمؐ کے وصال کے بعد دیر تک حیات رہے اور ان سے کثرت سے استفادہ کیا گیا۔ اسی بناء پر، ان حضرات کو امتیازی شہرت حاصل ہے۔ جس قول وفتویٰ پر یہ حضرات جمع ہوں، اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ عبادلہ کا قول ہے۔

صحابہ کی تعداد: صحابہ کی صحیح تعداد میں مختلف اقوال ہیں۔ جن سے صحابہ کی متعین تعداد کا تو نہیں البتہ اس قدر علم ہوتا ہے کہ صحابہ کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے۔ اس سلسلہ میں ابوزرعہ رازی کا قول سب سے زیادہ مشہور ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ

"نبی کریمؐ نے بوقت وصال ایک لاکھ ۱۴ ہزار صحابہ کو داغِ مفارقت دیا۔ جنہوں نے آپ سے روایات بھی نقل کی ہیں اور آپؐ سے سماع بھی کیا ہے۔" (۱۳)

تعدادِ طبقات: تعداد طبقات میں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض تذکرہ نگاروں نے اسلام و ہجرت میں سبقت اور فضیلت پر شہادت کی بنیاد پر طبقات بنائے ہیں۔ جبکہ بعض سیرت نگاروں نے دوسرے کسی اعتبار سے یہ ان حضرات کے اپنی صوابدید پر مبنی ہے۔

الف۔ ابن سعد نے صحابہ کو پانچ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ (۱۴)

ب۔ حاکم نے ۲۲ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ (۱۵)

مراتب: اہل سنت کے اجماع کے مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ علی الاطلاق تمام صحابہؓ میں افضل

---

(۱۳) سیوطی، تدریب ج ۲ : ص ۲۲۰

(۱۴) ابن سعد، طبقات۔

(۱۵) حاکم، معرفت۔

ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ، جبکہ جمہور اہل سنت کے مطابق شیخین کے بعد ختنین یعنی عثمانؓ اور حضرتِ علیؓ افضل ہیں۔ پھر بقیہ عشرہ مبشرہ، اس کے بعد بدریین، پھر شرکاء احد اور اہل بیعت رضوان۔

سبقت اسلام:

الف۔ آزاد مردوں میں سب سے پہلے ابو بکر صدیقؓ اسلام لائے۔

ب۔ بچوں میں حضرت علیؓ

ج۔ خواتین میں ام المومنین حضرت خدیجہؓ

د۔ آزاد شدہ غلاموں میں زیدؓ بن حارث۔

ھ۔ غلاموں میں سب سے پہلے بلالؓ بن رباح اسلام لائے۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

متاخرین باعتبار وفات: وفات کے اعتبار سے ابوالطفیل عامرؓ بن واثلہ لیثی ہیں۔ جنہوں نے ۱۱۰ھ / ۷۱۸ء میں مکہ میں وفات پائی اور ان سے قبل انسؓ بن مالک نے ۹۳ھ / ۷۱۱ء میں بصرہ میں وفات پائی۔

مصنفات:

الف۔ ابن حجر عسقلانی کی الاصابہ فی تمییز الصحابہ۔ (۱۶)

ب۔ ابنِ اثیر علی بن محمد جزری کی اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ۔ (۱۷)

ج۔ ابنِ عبدالبر کی الاستیعاب فی اسماء الاصحاب۔ (۱۸)

---

(۱۶) ابن حجر عسقلانی جرح و تعدیل اور معرفتِ رواۃ میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ ان کی یہ کتاب صحابہ کرام کے حالات پر مشتمل ہے کتاب ۱۲ جلدوں پر مشتمل ہے جسے مکتبہ الکلیات ازہریہ قاہرہ نے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا۔ اس میں صرف صحابہ اور صحابیات کے حالات مرقوم ہیں۔ اس اشاعت میں حاشیہ پر ابن عبدالبر کی الاستیعاب ہے۔ (مترجم)

(۱۷) ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم۔ ابن اثیر کے نام سے معروف ہیں، معرفتِ صحابہ میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ ابن اثیر کی یہ کتاب ۴ جلدوں پر مشتمل ہے۔ جسے مکتبہ اسلامیہ بیروت نے شائع کیا ہے۔ (مترجم)

(۱۸) ابن عبدالبر کی کتاب الاستیعاب صحابہ کے تعارف اور ان سے منقولہ روایات پر مشتمل ہے۔ مصنف نے نقل روایات میں ذھول سے کام لیا ہے۔ اور بعض ایسی موضوع روایات کو جمع کیا ہے۔ جو صحابہ کی جلالتِ شان کے خلاف ہیں۔ اس کتاب کو دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۱۸ھ میں شائع کیا۔ اس میں ۳۶۲۵ صحابہ و صحابیات کے تذکرے مرقوم ہیں۔ (مترجم)

معرفتِ تابعین

لغوی معنیٰ: تابعین تابعی یا تابع کی جمع ہے اور تابع تبع سے اسم فاعل ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں۔ پیچھے چلنا۔

اصطلاحی معنیٰ: جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی اور اسلام پر وفات پائی۔ یا جس نے صحابی کی صحبت میں کچھ وقت گذارا۔

اہمیت وافادیت: تابعین کی معرفت کے حصُول کا فائدہ یہ ہے کہ مرسل اور متصل میں تمیز کرنے میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

طبقاتِ تابعین: طبقاتِ تابعین کی تعداد میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، علماء کرام نے اپنے طرز واسلوب پر ان کو طبقات میں تقسیم کیا ہے۔

الف۔ امام مسلم نے تابعین کو تین طبقات میں تقسیم کیا ہے۔

ب۔ ابن سعد نے چار طبقات میں (۱۹) اور

ج۔ حاکم نے پندرہ طبقات میں منقسم کیا ہے۔ اور ان میں افضل ترین وہ حضرات ہیں۔ جنہوں نے دس صحابہ کو پایا۔

مخضرمون: مخضرم کی جمع ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں کہ جس نے زمانہ جاہلیت بھی پایا ہو اور زمانہ نبوی بھی لیکن آپؐ کا دیدار نہ کیا ہو۔ صحیح قول کے مُطابق مخضرمین تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔

امام مسلم کے اعداد وشمار کے مطابق مخضرمین کی تعداد بیس ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کی تعداد بیس سے زائد ہے۔ ان میں ابو عثمان نہدی اور اسود بن یزید نخعی شامل ہیں۔

فقہاء سبعہ: فقہاء سبعہ اکابر تابعین میں شمار ہوتے ہیں، جو تابعین میں کبارِ علماء شمار ہوتے ہیں اور تمام اہل مدینہ ہیں، وہ حسب ذیل ہیں۔

سعید بن مسیب، قاسم بن محمُود، عروہ بن زبیر، خارجہ بن زید، ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن، عبید اللہ بن

---

(۱۹) ابن سعد، ابو عبداللہ محمد۔ الطبقات الکبریٰ۔ بیروت دار صادر ج ۵، ۶، ۷

عبداللہ بن عتبہ اور سلیمان بن لیسار ۔ (۲۰)

مراتب : تابعین میں سب سے افضل تابعی قرار دینے میں علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے مشہور قول کے مطابق سعید بن مسیب سب سے افضل ہیں۔ جب کہ ابو عبداللہ محمد بن خفیف شیرازی فرماتے ہیں۔ کہ

الف ۔ اہل مدینہ کے بقول سب سے افضل سعید بن مسیب ہیں۔

ب ۔ اہل کوفہ کے قول کے مطابق اویس قرنی ہیں۔ جبکہ

ج ۔ اہلِ بصرہ حسن بصری کو سب سے افضل مانتے ہیں۔

تابعیات میں سب سے افضل ابو بکر بن ابی داؤد کے قول کے مطابق حفصہ بنت سیرین اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن افضل ہیں اور ان کے بعد اُم درداء کا مقام ہے ۔ (۲۱)

مصنفات : ابو المطرف بن فطیس اندلسی کی کتاب معرفۃ التابعین ۔ (۲۲)

معرفتِ برادر و خواہر

اہمیت : یہ علم منجملہ معارف حدیث ، ایک علم و معرفت ہے۔ جس کی طرف علماء حدیث متوجہ ہوئے ہیں اور تصانیف کے ذریعہ انفرادیت قائم کی ہے۔ یعنی ہر طبقہ میں سے رواۃ کے بھائیوں بہنوں کی معرفت، تحقیق و تصنیف میں یہ نوع اپنے اندر اس لحاظ سے انفرادیت رکھتی ہے کہ یہ دلالت کرتی ہے۔ رواۃ کی تحقیق میں علماء حدیث کے اہتمام پر اور ان کے انساب و برادران کی تحقیق و جستجو پر جیسے آئندہ اس کی انواع سے واضح ہو گا۔

افادیت : اس علم کے فوائد میں سے یہ ہے کہ کسی دو راویوں کے والد کے ناموں کے اشتراک کے

---

(۲۰) ابن مبارک نے ابو سلمۃ بن عبدالرحمٰن کی جگہ سالم بن عبداللہ بن عمر کو رکھا ہے۔ جبکہ ابو زناد نے سالم اور ابو سلمہ کی جگہ ابو بکر بن عبدالرحمٰن کو رکھا ہے۔ (مؤلف)۔

(۲۱) یہ ام درداء صغیرہ ہیں جو ابو درداء کی اہلیہ ہیں۔ ان کا نام ھجیمۃ یا جھیمہ ہے۔ جبکہ ام درداء کبیرہ بھی ابو درداء کی اہلیہ لیکن ان کا نام خیرہ ہے اور وہ صحابیہ ہیں۔ (مؤلف)

(۲۲) کتانی ، محمد بن جعفر۔ الرسالۃ المستطرفۃ۔ کراچی نور محمد ۱۹۶۰ء ص ۱۰۵۔ کتانی نے صرف طبقات صحابہ کی کتب کا ذکر کیا ہے (مترجم)

باوجود، ان کے آپس میں بھائی ہونے کا شبہ پیدا نہ ہوگا۔ مثلاً عبداللہ بن دینا اور عمرو بن دینار، جو شخص اس علم میں معرفت نہ رکھتا ہو۔ وہ ان دونوں حضرات کو آپس میں بھائی سمجھے گا۔ جبکہ والد کے ناموں کے اشتراک کے باوجود یہ دونوں بھائی نہیں ہیں۔

مثال :

الف۔ دو بھائیوں کی مثال صحابہ میں۔ عمرؓ اور زیدؓ دونوں خطاب کے بیٹے ہیں۔

ب۔ تین بھائیوں کی مثال صحابہ۔ علیؓ، جعفرؓ اور عقیلؓ تینوں ابوطالب کے بیٹے ہیں۔

ج۔ چار بھائیوں کی مثال تبع تابعین میں سہیل، عبداللہ، محمد اور صالح سب ابوصالح کے فرزند ہیں۔

د۔ پانچ بھائیوں کی مثال تبع تابعین میں۔ سفیان، آدم، عمران، محمد اور ابراہیم عیینہ کے بیٹے ہیں۔

ھ۔ چھ بھائیوں کی مثال تابعین میں۔ محمد، انس، یحییٰ، معبد، حفصہ اور کریمہ، سیرین کے بیٹے ہیں۔

و۔ سات بھائیوں کی مثال صحابہ میں۔ نعمان، معقل، عقیل، سوید، سنان، عبدالرحمٰن اور عبداللہ سب مقرن کے بیٹے ہیں۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

یہ ساتوں مہاجرین صحابہؓ ہیں، مہاجرین و انصار میں کسی کو یہ فضیلت حاصل نہیں کہ سات بھائی صحابی ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تمام بھائی غزوۂ خندق میں شریک تھے۔

مصنفات :

الف۔ ابومطرف بن فطیس اندلسی کی "کتاب الاخوۃ"

ب۔ ابوالعباس سراج کی "کتاب الاخوۃ"

متفق و مفترق

لغوی معنیٰ : متفق، اتفاق سے اسم فاعل ہے اور مفترق، افتراق سے اسم فاعل ہے۔

اصطلاحی معنیٰ : کوئی دو یا زیادہ راوی ایسے پائے جاتے ہوں۔ جو اپنے نام مع والد کے نام لکھنے اور تلفظ میں مشترک ہوں یا یہ کہ کوئی ایسے دو راوی ہوں جن کے نام اور کنیتیں یا نام و نسب یکساں ہوں۔ (۲۳)

(۲۳)۔ صرف نام مشترک ہونے کی صورت میں اشکال قلیل و نادر واقع ہوتا ہے اور یہاں بیان ہے اس صورت کا جو اکثر و بیشتر وجہ اشکال بنتی ہے۔ صرف نام کا اشتراک تفصیل کتب ہوگا۔ کیونکہ وہ مہمل کے زیادہ قریب ہے۔ (مؤلف)

مثال: الف۔ خلیل بن احمد، اس نام کے چھ اشخاص ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ مقدم شیخ سیبویہ ہیں۔

ب۔ احمد بن جعفر بن حمدان۔ اس نام کے چار اشخاص ایک ہی زمانہ میں تھے۔

ج۔ عمر بن خطاب۔ اس نام کے چھ افراد تھے۔ (۲۴)

اہمیت وافادیت: اس نوع میں حصولِ مہارت ایک مشکل امر ہے۔ اکابر علماء کی ایک بڑی تعداد اس نوع میں مہارت نہ ہونے کی بنا پر غلطی کا شکار ہوئی۔ اس کے حسبِ ذیل فوائد ہیں۔

الف۔ ناموں کے اشتراک کی بنا پر ایک سے زائد اشخاص کو ایک ہی فرد گمان نہ کر لیا جائے۔ یہ نوع "مہمل" کا عکس ہے جس میں ایک فرد کو دو افراد گمان کر لیا جاتا ہے۔ (۲۵)

ب۔ مشترک ناموں کے حامل افراد میں امتیاز قائم کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات ایک راوی ثقہ ہوتا ہے اور ایک ضعیف چنانچہ ثقہ کو ضعیف یا ضعیف کو ثقہ قرار دے دیا جاتا ہے۔

ضرورتِ وضاحت: ناموں کے اس اشتراک کی وضاحت اس وقت ضروری ہوتی ہے۔ جبکہ وہ دونوں ایک ہی زمانہ میں ہوں۔ اور کوئی راوی یا شیخ انہیں ایک فرد سمجھ رہا ہو۔ لیکن اگر زمانہ کا بُعد زیادہ ہو تو ایسی صورت میں وضاحت وصراحت ضروری نہیں۔

مصنفات: الف۔ خطیب بغدادی کی کتاب "المتفق والمفترق" اس سلسلہ میں جامع واحسن کتاب ہے۔ (۲۶)

ب۔ حافظ محمد بن طاہر۔ م ۵۰۷ھ / ۱۱۱۳ء کی "الانساب المتفقہ" لیکن وہ متفق کی خاص نوع پر مشتمل ہے۔

---

(۲۴) خطیب کی المتفق والمفترق کی یہ عجیب ترین مثال ہے۔ ناموں کے اشتراک کی زیادہ سے زیادہ تعداد اس کتاب میں ۷،۱ ہے۔ (مؤلف)

(۲۵) ابن حجر۔ شرح نخبۃ الفکر، ص ۲۲۳، ۲۲۴۔

(۲۶) اس کتاب کا ناقص نسخہ استنبول میں مکتبہ اسعد آفندی میں پایا جاتا ہے۔ جو کتاب کے آخری نو اجزاء یعنی جزو ۱۰ سے جزو ۱۸ تک ہے، جبکہ جزو ثالث سے جزو ۹ تک شیخ عبداللہ بن حمید کے ہاں موجود ہے۔ (مؤلف)

مؤتلف و مختلف

لغوی معنیٰ: مؤتلف، ایتلاف سے اسم فاعل ہے، اس کے معنیٰ ملاقات و اجتماع کے ہیں، ایتلاف نفرت کی ضد ہے۔ اور مختلف اختلاف کا اسم فاعل ہے۔ اور یہ اتفاق کی ضد ہے۔

اصطلاحی معنیٰ: اسماء و انساب یا اسماء۔ وکنیات یا اسماء و القاب کتابت میں یکساں ہوں لیکن تلفظ میں مختلف ہوں۔ خواہ یہ اختلاف کسی لفظ کے منقوط وغیر منقوط ہونے کی بناء پر ہو یا بلحاظ شکل۔

مثال: الف۔ سلام اور سلّام۔ پہلا لام کی تخفیف کے ساتھ اور دُوسرا لام کے تشدید کے ساتھ۔

ب۔ "مِسوَر" اور "مُسَوَّر" پہلا نام م کے زیر، س کے جزم اور و کی تخفیف کے ساتھ جب کہ دوسرا نام م کے پیش، س کے زبر اور و کے تشدید کے ساتھ۔

ج۔ "البزاز" اور "البزار"۔ پہلا نام "ز" پر اور دوسرا "ر" پر ختم ہوتا ہے۔

ہ۔ "الثوری" اور "التوزی" پہلا ث اور ر کے ساتھ جبکہ دوسرا "ت" اور "ز" کے ساتھ۔

ضابطۂ امتیاز: الف۔ اکثر محدثین کی رائے میں اس تحقیق میں کثرۃ انتشار کی بناء پر کوئی معین ضابطہ موجود نہیں ہے۔ بلکہ ان تمام ناموں کو علیحدہ علیحدہ ان کے فرق کے ساتھ حفظ کرنا ضروری ہے۔

ب۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے لئے دو قسم کے ضوابط ہیں۔

(۱) کسی ایک کتاب یا زائد کتب کے ساتھ ضابطہ وضع کر لیا جائے۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ "یسار" جب بھی صحیحین یا موطا میں ہو تو وہ ی اور س کے ساتھ یسار ہوگا۔ نہ کہ محمد بن "بشار" جو ب اور ش کے ساتھ ہے۔

(۲) ایک عمومی ضابطہ بنا لیا جائے جو کسی خاص کتاب یا کتب سے منسوب نہ ہو۔ مثلاً یہ کہا جاتے کہ سلام میں ل ہمیشہ مشدد ہوگا اور اس نام کے ۵ افراد ہیں۔ جن کو ذکر کر دیا جائے۔

اہمیت و افادیت: علم اسماء الرجال میں اس نوع کی معرفت ایک عظیم امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ "سب سے زیادہ خطا اسماء میں ہی ہوتی ہے" کیونکہ یہ ایک ایسا امر ہے کہ جس میں قیاس کو قطعاً دخل نہیں اور نہ ہی کوئی سیاق و سباق اس کا کوئی تعین کرتے ہیں۔ (۲۷) اس کے حصول کا فائدہ یہ ہے کہ اس کا ماہر غلط فہمی یا خطاء کے ارتکاب سے بچ جاتا ہے۔

مصنفات: الف۔ عبدالغنی بن سعید کی۔ المؤتلف والمختلف۔

ب۔ ابن ماکولا کی الاکمال جس پر ابوبکر بن نقطہ نے حاشیہ تحریر کیا ہے۔

المتشابہ

لغوی معنی: تشابہ کا اسم فاعل ہے۔ جس کے معنی تماثل (ایک دوسرے کے مثل ہونا) کے ہیں۔ متشابہ سے یہاں مراد ملتبس ہے اور متشابہاتِ قرآنی سے مراد بھی وہ مقامات ہیں کہ جن کے معانی ملتبس ہیں۔

اصطلاحی معنی: رواۃ کے نام کتابت و تلفظ میں یکساں ہوں لیکن ان کے والد کے نام تلفظ یا کتابت کسی ایک اعتبار سے یکساں ہوں۔ (۲۸)

مثال: الف۔ "محمد بن عقیل" ع کے پیش کے ساتھ اور "محمد بن عَقیل" ع کے زبر کے ساتھ، یہاں رواۃ کے نام ایک ہی ہیں۔ لیکن والد کے نام تلفظ کے اعتبار سے مختلف ہیں نہ کہ کتابت کے لحاظ سے یا رواۃ کے نام تلفظ میں مختلف اور کتابت میں یکساں ہوں اور والد کے نام یکساں ہوں۔

ب۔ "شریح بن نعمان" اور "سریج بن نعمان" اس مثال میں رواۃ کے اسماء مختلف اور آباء کے اسماء یکساں ہیں۔ (۲۹)

---

(۲۷) ابن حجر۔ کتاب مذکور۔ ص ۲۲۴۔

(۲۸) یہ نوع گذشتہ دو انواع یعنی "متفق و مفترق" اور "مؤتلف و مختلف" سے مشابہ ہے۔ (مؤلف)

(۲۹) اس نوع کو بعض حضرات "المشتبہ المقلوب" بھی کہتے ہیں۔ کہ جس سے ذہن میں اشتباہ پیدا ہو جائے نہ کہ کتابت میں اور بعض اوقات رواۃ کے نام پلٹ دیئے جاتے ہیں۔ خطیب نے اس نوع پر ایک کتاب "رافع الارتیاب فی المقلوب من الاسماء والانساب" کے نام سے تالیف کی ہے۔ (مؤلف)

افادیت: اس علم میں تحقیق کا فائدہ یہ ہے کہ رواۃ کے ناموں کا مکمل ضبط حاصل ہوجاتا ہے اور تصحیف و وہم میں مبتلا ہونے سے حفاظت ہوجاتی ہے۔

متشابہ کی دیگر اقسام: متشابہ کی دیگر اہم انواع ذکر کی جائیں گی۔
الف۔ راوی اور اس کے والد کے نام کے ایک یا دو حروف میں اتفاق پایا جائے۔

مثلاً۔ "محمد بن حنین" اور "محمد بن جبیر"۔

ب۔ راوی اور اس کے والد کے ناموں میں حروف و کتابت کے لحاظ سے یکسانیت ہو لیکن ترتیب میں فرق ہو۔ مثلاً۔

۱۔ ناموں کی ترتیب میں فرق۔ "اسود بن یزید" اور "یزید بن اسود"

۲۔ یا بعض حروف کی ترتیب میں فرق ہو۔ مثلاً۔ "ایوب بن یسار" اور "ایوب بن یسار"

مصنفات: الف۔ خطیب بغدادی کی "تلخیص المتشابہ فی الرسم، وحمایۃ ما اشکل منہ عن بوادر التصحیف والوھم"۔

ب۔ خطیب ہی کی "تالی التلخیص" یہ کتاب مذکورہ سبق کا تتمہ یا حاشیہ ہے۔ یہ دونوں کتب اس فن کی ممتاز ترین کتب ہیں، اس فن میں اس پائے کی کوئی دوسری کتاب نہیں پائی جاتی (۳۰)

المھمل

لغوی معنیٰ: "اھمال" سے اسم مفعول ہے، ترک کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ گویا راوی نے نام کا وہ حصہ ترک کردیا جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتا ہو۔

اصطلاحی معنیٰ: کوئی راوی ایسے دو اشخاص سے روایت نقل کرے جو صرف اپنے ناموں یا اپنے والد کے ناموں میں بھی مشترک ہوں اور کسی ذریعہ سے ان میں امتیاز قائم نہ ہوسکے

اھمال کا نقصان: اھمال اس وقت نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ دونوں میں سے ایک راوی ضعیف ہو اور ایک قوی۔ چنانچہ کسی خاص مقام پر مروی عنہ کی تخصیص مشکل ہوجاتی ہے اور روایت راوی کے ضعیف ہونے کی صورت میں ضعیف ہوجاتی ہے۔

---

(۳۰) اس مخطوطہ کے دو کامل نسخے دار الکتب المصریہ میں پائے جاتے ہیں اور میرے پاس اس کی نقل ہے (مؤلف)

لیکن اگر دونوں راوی ثقہ ہوں تو اہمال صحت حدیث پر اثر انداز نہیں ہوتا کیونکہ مروی عنہ دونوں میں سے کوئی بھی ہو، روایت صحیح ہوگی۔

مثال: الف ۔ جبکہ دونوں راوی ثقہ ہوں۔ امام بخاری "احمد" سے ایک روایت ابنیت کے ذکر کے بغیر ابن وہب سے نقل کرتے ہیں۔ اب احمد سے مراد "احمد بن صالح بھی ہو سکتے ہیں۔ اور احمد بن عیسیٰ بھی اور یہ دونوں ثقہ ہیں۔

ب۔ جبکہ ایک ثقہ اور ایک ضعیف ہو۔ "سلیمان بن داؤد" نامی دو راوی ہیں۔ ایک خولانی جو ثقہ ہیں اور دوسرے یمامی جو ضعیف ہیں۔

مہمل اور مبہم میں فرق: مہمل اور مبہم میں فرق یہ ہے کہ مہمل میں نام تو ذکر کیا جاتا ہے، لیکن اس کی تعیین میں التباس ہو جاتا ہے۔ جبکہ مبہم میں نام ذکر نہیں کیا جاتا۔

مصنفات: خطیب بغدادی کی "المکمل فی بیان المہمل"۔

معرفتِ مبہمات

لغوی معنیٰ: مبہمات، مبہم کی جمع ہے۔ اور یہ ابہام کا اسم مفعول ہے۔ جو ایضاح (وضاحت) کی ضد ہے۔

اصطلاحی معنیٰ: وہ راوی کہ جس کا نام متن یا سند میں دوسرے عام راویوں سے یا ان رواۃ سے جو اس کے علاقہ سے تعلق رکھتے ہوں، مبہم ہو جائے۔

اہمیّت وافادیت: الف۔ اگر ابہام سند میں ہو تو راوی کی معرفت حاصل ہوگی کہ آیا وہ ثقہ ہے یا ضعیف تاکہ اس کے مطابق روایت پر بھی صحت یا ضعف کا حکم لگایا جاسکے

ب۔ اگر ابہام متن میں ہو تو اس کے بہت سے فوائد ہیں جن سے صاحب واقعہ یا سائل کی وضاحت ہوتی ہے۔ کہ اگر صاحبِ واقعہ کی حدیث میں عظمت ہے تو اس کا اصل مقام معلوم ہو جائے اور اگر اس کے برعکس وہ صاحب فضیلت نہیں تو اس کے نام سے جن صاحب فضیلت کا غلط گمان پیدا ہو رہا ہے۔ اس کی اصلاح ہو جائے۔

مبہم کی پہچان: مبہم کی پہچان دو امور سے کی جاتی ہے۔

الف۔ راوی مسمّٰی کی دیگر روایات کی اسناد میں تحقیق اور ان کا مقام و مرتبہ۔

ب۔ اہلِ سیر نے ایسے اکثر رواۃ کی وضاحت و صراحت پیش کردی ہے۔

اقسام: مبہم کو شدت اور عدم شدت ابہام کے اعتبار سے چار اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ان اقسام کی ابتداء شدید ترین قسم سے کی جائیگی۔

الف۔ روایت میں لفظ "رجل" یا "امراۃ" کا لفظ بولا جائے، مثلاً ابن عباس کی روایت ہے "ان رجلاً قال یارسول اللہ الحج کل عام (ایک شخص نے کہا یارسول اللہؐ کیا حج ہر سال واجب ہے) یہ شخص اقرع بن حابس تھا۔

ب۔ روایت میں لفظ ابن یا بنت استعمال کیا جائے۔ اخ (بھائی) اخت (بہن) ابن الاخ (بھتیجا) ابن الاخت (بھانجہ) بنت الاخ (بھتیجی) بنت الاخت (بھانجی) بھی اس میں شامل ہیں۔ جیسے ام عطیہ کی حدیث "غسل بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بماءٍ و سدرٍ" نبی کریمؐ کی بیٹی نے پانی اور بیری کے ساتھ غسل کیا) میں بنت سے مراد زینبؓ ہیں۔

ج۔ روایت عم (چچا) یا عمہ (پھوپی) کا لفظ استعمال کیا جائے۔اسی طرح خال (ماموں) خالت (خالہ) ابن و ابنت العم والعمہ (چچازاد یا پھوپی زاد بھائی یا بہن) ابن او بنت الخال والخالہ (خالہ یا ماموں زاد بھائی یا بہن) جیسے رافع بن خدیج ممانعت عن المخابرہ کی روایت اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں۔ اور آپؓ کے چچا کا نام ظہیر بن رافع ہے۔ اسی طرح جابر کی روایت اپنی پھوپی سے کہ وہ جابر کے والد پر جب وہ غزوہ احد میں شہید ہوئے روئیں۔ آپ کی پھوپی کا نام فاطمہ بنت عمرو تھا۔

د۔ روایت میں زوج یا زوجہ کا لفظ استعمال کیا جائے۔ مثلاً صحیحین کی روایت ہے جس میں سبیعہ کے زوج کی وفات کی خبر دی گئی۔ ان کا نام سعد بن خولہ تھا۔ اسی طرح عبدالرحمٰن کی زوجہ (بیوی) کی حدیث جو رفاعہ قرظی کے زیر نکاح تھیں۔ انہوں نے ان کو طلاق دے دی تھی۔ ان کا نام تمیمہ بنت وھب تھا۔

مصنفات: متعدد علماء نے اس سلسلہ میں کتب تالیف کی ہیں جن میں عبدالغنی بن سعید، خطیب اور نووی شامل ہیں، ان کتب میں سب سے اچھی اور جامع کتاب ولی الدین عراقی کی المستفاد من مبھمات المتن والاسناد" ہے۔

معرفتِ وُحدان

لغوی معنیٰ: وحدان واؤ کے پیش کے ساتھ، واحد کی جمع ہے۔

اصطلاحی معنیٰ: رواۃ کے اس سلسلہ کا بیان جن میں سے ہر ایک صرف ایک راوی سے روایت نقل کرتا ہو۔

اہمیت وافادیت: اس علم کا فائدہ یہ ہے کہ مجہول عین راوی کی پہچان ہو گی اور اگر ایسا راوی صحابی نہ ہو تو اس کی روایت ردّ ہو گی۔

مثال: الف۔ صحابہ میں۔ عروہ بن مضرس ہیں۔ جن سے صرف شعبی نقل کرتے ہیں اور مسیب بن حزن جن سے صرف ان کے بیٹے سعید روایت کرتے ہیں۔

ب۔ تابعین میں۔ ابو العشراء ہیں۔ جن سے حماد بن سلمہ کے سوا کوئی روایت نقل نہیں کرتا۔

شیخین کے لئے واحدان قابلِ قبول: الف۔ امام حاکم المدخل میں فرماتے ہیں کہ شیخین نے اس نوع کے راوی سے کوئی روایت نقل نہیں کی۔

ب۔ جمہور محدثین کی رائے کے مطابق صحیحین میں وحدان سے بھی کثرت سے روایات تخریج کی گئی ہیں مثلاً

(۱) وفات ابو طالب کی حدیث شیخین نے "مسیب" سے نقل کی ہے۔

(۲) امام بخاری نے قیس بن ابی الحازم عن مرداس اسلمی سے ایک روایت نقل کی ہے۔

"یذھب الصالحون الاول فالاول" (۳۱)

اور مرداس سے قیس کے علاوہ کوئی روایت نقل نہیں کرتا۔

مصنفات۔ اس سلسلہ کی مشہور ترین تالیف امام مسلم کی کتاب "المنفردات والوحدان" ہے

ایسے راوی کی پہچان جو مختلف ناموں یا القاب سے ذکر کیا جاتا ہو

تعریف: اس سے مراد ایسا راوی ہے جس کو ایک ہی شخص یا ایک جماعت مختلف ناموں، القاب یا کنیتوں سے موصوف کرے۔

مثال: محمد بن سائب کلبی جن کو بعض لوگ ابو النضر کہتے ہیں اور بعض انہیں حماد بن السائب سے یاد

(۳۱) بخاری، الجامع الصحیح۔ ج ۲: ص ۹۵۲۔ باب ذھاب الصالحین، کتاب الرقاق۔

کرتے ہیں اور بعض ان کی کنیت ابو سعید قرار دیتے ہیں۔

افادیت: الف۔ مختلف ناموں سے التباس پیدا نہ ہو اور نہ یہ احتمال ہو کہ یہ متعدد اشخاص ہیں۔
ب۔ شیوخ کی تدلیس کا انکشاف ہوگا۔

خطیب اپنے شیوخ سے روایت نقل کرنے میں ایسا کرتے ہیں۔ مثلاً وہ اپنی کتب میں ابوالقاسم ازھری، ابوالفتح فارسی اور عبیداللہ بن احمد بن عثمان صیرفی سے روایت نقل کرتے ہیں اور یہ تمام نام ایک ہی شخص کے ہیں۔

مصنفات: الف: حافظ عبدالغنی بن سعید کی ایضاح الاشکال۔
ب: خطیب بغدادی کی موضح اوھام الجمع والتفریق۔

ناموں، کنیتوں اور القاب کے ذریعہ مفردات کی معرفت

مفردات سے مراد: مفردات سے مراد یہ ہے کہ صحابہ، دیگر رواۃ یا علماء حدیث میں سے کسی کا کوئی ایسا اسم، لقب یا کنیت ہو جس میں دوسرا کوئی صحابی، راوی یا عالم شریک نہ ہو اور یہ بات اکثر و بیشتر اس وقت ہوتی ہے جبکہ وہ نام لقب یا کنیت ایسے اجنبی الفاظ پر مشتمل ہو کہ جن کی ادائیگی مشکل ہو۔

افادیت: اس کا فائدہ یہ ہے کہ ایسے اجنبی ناموں میں انسان تحریف و تبدیلی سے بچ جاتا ہے۔

مثال: الف (۱) اسماء صحابہ میں: احمد بن عجیان، بروزن سفیان یا علیان۔ اور "سندر" بروزن جعفر (۲) غیر صحابہ میں: "اوسط" بن عمرو، ضریب" بن نقیر بن سمیر۔
ب۔ کنیات (۱) صحابہ میں: "ابوالحمراء" جو نبی کریمؐ کے آزاد کردہ ہیں۔ آپؓ کا نام ھلال بن الحارثؓ تھا
(۲) غیر صحابہ میں: ابوالعبیدین۔ آپؒ کا نام معاویہ بن سبرۃ تھا۔
ج۔ القاب (۱) صحابہ میں: "سفینہ" نبی کریمؐ کے آزاد کردہ ہیں آپؓ کا نام مھران تھا۔
(۲) غیر صحابہ میں: "مندل" آپؒ کا عمرو بن علی عنزی کوفی تھا۔

مصنفات: اس شعبہ میں حافظ احمد بن ھارون بردیجی نے کتاب "الاسماء المفردۃ" تالیف کر کے انفرادیت حاصل کی ہے۔ یہ کتاب رواۃ کے احوال پر مشتمل کتب کے اواخر

میں پائی جاتی ہے۔ جیسے ابن حجر کی "تقریب التہذیب"۔

ان راویوں کی پہچان جو اپنی کنیتوں سے مشہور ہیں

مفہوم و مراد: اس بحث سے مراد یہ ہے کہ ان راویوں کے ناموں کی تحقیق کی جائے کہ جو اپنی کنیتوں سے مشہور ہیں تاکہ ان میں سے ہر ایک کے غیر مشہور نام کا بھی علم ہو جائے۔

افادیت: اس بحث کا فائدہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے سامنے کبھی اس کا غیر مشہور نام لیا جائے اور کبھی اس کی مشہور کنیت ذکر کی جائے تو وہ ان کو دو علیحدہ علیحدہ اشخاص تصور نہ کرے۔

چنانچہ جو شخص اس شعبہ میں مہارت نہ رکھتا ہو گا وہ اس اشتباہ کا شکار ہو کر ایک ہی راوی کو دو علیحدہ علیحدہ راوی سمجھے گا۔

طریقۂ تصنیف: کنیٰ پر مشتمل تصانیف کا انداز یہ ہے کہ مصنف کنیٰ کے حروف تہجی پر اپنی کتاب کو مرتب کرے گا۔ اس کا اصل نام ذکر کرے گا۔ مثلاً الف کے تحت وہ ابو اسحٰق کو اور ب کے تحت وہ ابو بشر کو ذکر کرے گا۔ اور ساتھ ہی اس کا بھی ذکر کرے گا۔

اقسام و امثلہ: (۱) جس کی کنیت ہی اس کا نام ہو۔ اور اس کے علاوہ اس کا کوئی نام نہ ہو، جیسے ابو بلال اشعری، ان کا کوئی نام نہیں ہے۔

(۲) جس کی کنیت معروف ہو۔ اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا کوئی نام ہے یا نہیں جیسے ابو اناس ایک صحابی ہیں۔

(۳) جس کو کسی کنیت سے ملقب کر دیا جائے اور اس کا نام بھی معروف ہو اور ملقب کنیت کے علاوہ بھی کوئی کنیت ہو۔ جیسے "ابو تراب" حضرت علی بن ابی طالب کا لقب ہے اور آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔

(۴) جس کی دو یا دو سے زائد کنیتیں ہوں جیسے ابن جریج، آپ کی کنیت ابو الولید بھی ہے اور ابو خالد بھی۔

(۵) جس کی کنیت میں اختلاف ہو جائے۔ جیسے اسامہ بن زید آپ کی کنیت ابو محمد، ابو عبداللہ اور ابو خارجہ بھی نقل کی گئی ہیں۔

(۶) جس کی کنیت معروف ہو لیکن اس کے نام میں اختلاف ہو جیسے ابو ہریرہ آپ کے اور آپ کے والد کے نام کے بارہ میں تین مختلف اقوال منقول ہیں۔ جن میں سب سے مشہور "عبدالرحمٰن بن صخر" ہے

(۷) جس کی کنیت اور نام میں اختلاف ہو جیسے "سفینہ" آپ کا نام عمیر، صالح اور مھران منقول ہے۔ جب کہ ابو عبدالرحمٰن اور ابوالبختری آپ کی دو کنیتیں منقول ہیں۔

(۸) جس کا نام اور کنیت دونوں معلوم و مشہور ہوں۔ جیسے سفیان ثوری، امام مالک، اور محمد بن ادریس شافعی میں سے ہر ایک کی ابو عبداللہ کنیت ہے۔ اور نعمان ثابت جن کی کنیت ابو حنیفہ ہے۔

(۹) جس کی کنیت مشہور اور نام معلوم ہو جیسے ابوادریس خولانی آپ کا نام عائذ اللہ ہے۔

(۱۰) جس کی کنیت معلوم اور نام مشہور ہو۔ جیسے طلحہ بن عبیداللہ تیمی، عبدالرحمٰن بن عوف، حسن بن علی بن ابی طالب، ان سب کی کنیت ابو محمد ہے۔

مصنفات: کنیات کے بیان میں ائمہ اسماء الرجال نے متعدد کتب تصنیف کی ہیں۔ ان میں علی بن مدینی، مسلم، نسائی شامل ہیں۔ کنیات میں سب سے مشہور کتاب ابو بشیر محمد بن احمد دولابی م ۳۱۰ھ/ ۹۲۲ء کی کتاب "الکنیٰ والاسماء" ہے۔ (۳۲)

معرفتِ القاب

لغوی معنیٰ: القاب لقب کی جمع ہے۔ اور لقب ہر وہ وصف ہے جو باعث عزت ہو یا وجہ مذمت یا ایسا لفظ ہے کہ جو کسی تعریف یا مذمت پر دلالت کرتا ہو۔

مفہوم و مراد: اس بحث سے مراد محدثین اور راویانِ حدیث کے القاب کی تحقیق کرنا ہے۔ تاکہ ان کی صحیح پہچان ہو اور وہ ذہن میں محفوظ رہیں۔

افادیت: معرفت القاب کے دو شعبے ہیں۔

الف۔ لقب کے متعلق اس کے نام کا تصور نہ ہو۔ اور اگر کبھی اس کو لقب سے اور کبھی نام سے ذکر کیا جاتا ہے تو اس ایک شخص کو دو تصور نہ کیا جائے۔

---

(۳۲) دولابی نے اس کتاب میں استیعاب کے ساتھ ایسے رواۃ کا ذکر کیا ہے جو اپنی کنیتوں سے معروف ہیں کتاب کی ابتداء میں نبی کریمؐ اور کبار صحابہؓ کی کنیات ذکر کی گئی ہیں اور پھر آباء کی کنیتوں پر کتاب حرف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے (مترجم)

ب۔ اس سبب کا علم جس کی بناء پر راوی کو اس لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔ اس طرح اس لقب کی حقیقی مراد کا بھی علم ہو گا۔ جو اکثر و بیشتر لقب کے ظاہری معنیٰ کے مخالف ہوتی ہے۔

اقسام: القاب کی حسب ذیل دو اقسام ہیں۔

۱) جو لقب صاحب لقب کو اچھا معلوم نہ ہو، اس سے اس کی تعریف جائز نہیں۔

۲) جو لقب صاحب لقب کے نزدیک پسندیدہ ہو اس سے اس کی تعریف جائز ہے۔

امثلہ:

۱) "الضال" (گم کردہ راہ) یہ معاویہ بن عبدالکریم کا لقب ہے۔ کیونکہ آپ مکہ کا راستہ بھول گئے تھے۔

۲) "الضعیف" عبداللہ بن محمد الضعیف کا لقب ہے آپ اپنے جسم کے اعتبار سے ضعیف تھے نہ کہ روایت حدیث میں۔ عبدالغنی بن سعید فرماتے ہیں کہ

"ان دونوں جلیل القدر حضرات کے لقب یعنی ضال اور ضعیف قبیح ہیں"

۳) "غُندر" اہل حجاز کے لغت کے مطابق اس کے معنیٰ ہیں۔ شور مچانے والا، یہ محمد بن جعفر بصری کا لقب ہے اور اس کا سبب یہ ہوا کہ ابن جریج ایک مرتبہ بصرہ آئے اور حسن بصری سے ایک روایت نقل کی جس پر اہل بصرہ نے بہت شور و غوغا کیا ان میں سب سے زیادہ شور محمد بن جعفر نے کیا تو ابن جریج نے آپ سے کہا "خاموش ہو جاؤ اے غُندر"

۴) غنجار (سرخ رخسار والا) عیسیٰ بن موسیٰ تیمی کا لقب تھا۔

۵) صاعقہ (بجلی) محمد بن ابراہیم الحافظ کا لقب ہے۔ جن سے امام بخاری بھی روایت نقل کرتے ہیں اور ان کو یہ لقب ان کی عظیم قوتِ حافظہ کی بناء پر دیا گیا۔

۶) مشکدانہ (فارسی کا لفظ ہے یعنی مشک کا دانہ) عبداللہ بن عمر اموی کا لقب تھا۔

۷) مطین (مٹی والا) ابو جعفر حضرمی کا لقب تھا کیونکہ چھوٹے تھے اور بچوں کے ساتھ پانی میں کھیلا کرتے تھے، آپ کی پیٹھ پر گارا لگ جاتا، آپ کے شیخ ابو نعیم نے کہا۔ "اے مطین تو درس میں حاضر کیوں نہیں ہوتا"

مصنفات:

اس باب میں متقدمین و متاخرین کی جماعت نے کتب تالیف کی ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ مختصر اور بہتر کتاب ابن حجر کی "نزہت الالباب" ہے۔

ان رواۃ کی پہچان جو اپنے آباء کے علاوہ کسی کی طرف منسوب ہوں

مفہوم و مراد: اس بحث سے مراد ان رواۃ کی پہچان ہے کہ جو اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی جانب منسوب ہوں خواہ اہل قرابت میں سے مثلاً والدہ یا دادا سے منسوب ہوں یا کسی اجنبی سے جو اس راوی کا مربی وغیرہ ہو۔ راوی کی معرفت کے بعد اس کے والد کے نام کی پہچان

افادیت: اس تحقیق کا فائدہ یہ ہے کہ اگر یہ رواۃ اپنے آباء کی طرف منسوب ہوں تو نسبتوں کے تعدد کا وہم پیدا نہ ہو۔

اقسام و امثلہ: الف، وہ راوی جو اپنی ماں کی جانب منسوب ہو۔ مثلاً معاذ، معوذ اور عوذ عفراء (والدہ) سے منسوب ہیں۔ جبکہ ان کے والد کا نام حارث ہے یا بلال بن حمامہ ان کے والد کا نام رباح ہے یا محمد بن الحنفیۃ آپ کے والد حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔

ب۔ جو اپنی دادی سے منسوب ہو۔ (براہ راست یا بالواسطہ) مثلاً یعلیٰ بن منیۃ، منیۃ یعلی کے والد نہیں امیہ کی والدہ ہیں، بشیر بن خصاصیہ آپ کی تیسری دادی ہیں اور آپ کے والد کا نام معبد ہے۔

ج۔ جو اپنے دادا کی طرف منسوب ہو۔ مثلاً ابو عبیدۃ بن الجراح آپ کا نام عامر بن عبد اللہ بن الجراح ہے، احمد بن حنبل جن کا اصل نام احمد بن محمد بن حنبل ہے۔

د۔ جو کسی خاص سبب کی بنا پر کسی اجنبی کی طرف منسوب ہو۔ مقداد بن عمرو کندی جن کو مقداد بن اسود کہا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ اسود بن عبد یغوث کی گود میں تھے اور اسود نے آپ کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔

مصنفات: اس باب میں مخصوص کوئی تصنیف تو شاید موجود نہیں البتہ احوال رجال کی کتب میں ہر راوی کی نسبتیں ذکر کی جاتی ہیں خاص طور پر جو کتب زیادہ تفصیل سے لکھی گئی ہیں۔

معروف نسب کے علاوہ کسی نسب کی معرفت

تمہید: بہت سے راوی ایسے ہیں جو کسی مکان، غزوہ، قبیلہ یا کسی خاص صفت کی طرف منسوب ہوتے ہیں، لیکن ان نسبتوں کے ظاہر سے ذہن جو نتیجہ اخذ کرتا ہے، وہ مراد نہیں ہوتا۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہوتا ہے کہ: مثلاً کسی مکان میں ان کا نزول، یا کسی خاص صفت سے منسوب لوگوں

ہیں ان کی کثرت سے مجالس ان کی اس نسبت کا سبب بن جاتی ہیں۔

افادیت: اس بحث کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے یہ معرفت حاصل ہو گی کہ یہ نسبت حقیقی نہیں بلکہ مذکورہ عارض میں سے عارض کے پیش آجانے سے ہے اور یہ اس عارض کا علم ہو گا جو اس نسبت کے وجود کا سبب بنا۔

امثلہ: الف۔ ابو مسعود البدری۔ آپ غزوہ بدر میں حاضر نہ تھے لیکن اس مقام پہ آپ اترے اسی لیے اسی سے منسوب ہو گئے۔

ب۔ یزید الفقیر۔ آپ (در حقیقت) فقیر نہ تھے، بلکہ آپ کی کمر میں فقار (تلوار) لگ گئی تھی۔

ج۔ خالد الحذاء۔ آپ حذاء (موچی) نہ تھے لیکن آپ کی ایسے لوگوں میں کثرت سے مجالس ہوتی تھیں۔

مصنفات: سمعانی کی "کتاب الانساب" جس کو ابن اثیر نے ملخص کیا ہے اور اس کا "اللباب فی تہذیب الانساب" رکھا ہے۔ سیوطی نے پھر اس کی تلخیص "لب اللباب" کے نام سے تالیف کی ہے۔

رواۃ کی تواریخ کی پہچان

لغوی مفہوم: تواریخ، تاریخ کی جمع ہے۔ جو اُرخ کا مصدر ہے، ہمزہ کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا گیا ہے۔

اصطلاحی معنیٰ: راوی کی ولادت، وفات یا کسی اہم واقعہ کو اوقات و تواریخ کے ضبط کے ساتھ بیان کرنا۔

علم حدیث میں مراد: راوی کی ولادت کی تاریخ کا علم، ان کے اساتذہ و شیوخ کا علم، اُن کے کسی شہر میں جانے اور وفات کی تاریخ کی تحقیق۔

اہمیت و افادیت: یہ ایک عظیم فن ہے، سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ جب رواۃ نے جھوٹ استعمال کرنا شروع کیا، ہم نے تواریخ کو استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ سند کے اتصال یا انقطاع کا علم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایک طبقہ نے کسی دوسرے طبقہ سے روایت

اخذ کرنے کا دعویٰ کیا، جب تاریخی حیثیت سے تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا۔ انہوں نے یہ استفادہ اپنی وفات کے کئی سال بعد کیا۔

چشمہائے تاریخ سے امثلہ: الف۔ صحیح یہ ہے کہ نبی کریمؐ اور آپؐ کے دونوں صحابہؓ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمرؓ کی عمر ۶۳ برس تھی۔

۱۔ نبی کریمؐ کا وصال پیر کے روز بوقتِ چاشت ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ کو ہوا۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳ھ میں ہوئی۔

۳۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ذی الحجہ سنہ ۲۳ھ میں وفات پائی۔

۴۔ حضرت عثمانِ غنیؓ کو ذی الحجہ سنہ ۳۵ھ میں شہید کیا گیا۔ آپؓ کی عمر ۸۲ سال تھی اور ایک قول کے مطابق ۹۰ برس۔

۵۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب کو رمضان سنہ ۴۰ھ میں شہید کیا گیا آپؓ کی عمر ۶۳ برس تھی۔

ب۔ دو صحابی ایسے ہیں کہ جنہوں نے اپنی عمر کے ۶۰ برس حالت کفر میں اور ۶۰ برس حالت اسلام میں گزارے۔

۱۔ حکیم بن حزام۔

۲۔ حسان بن ثابت۔

ج۔ ائمہ اربعہ	ولادت	وفات
۱۔ نعمان بن ثابت (ابوحنیفہ)	سنہ ۸۰ھ/سنہ ۶۹۹ء	سنہ ۱۵۰ھ/سنہ ۷۶۷ء
۲۔ مالک بن انس	سنہ ۹۳ھ/سنہ ۷۱۱ء	سنہ ۱۷۹ھ/سنہ ۷۹۵ء
۳۔ محمد بن ادریس شافعی	سنہ ۱۵۰ھ/سنہ ۷۶۷ء	سنہ ۲۰۴ھ/سنہ ۸۱۹ء
۴۔ احمد بن حنبل	سنہ ۱۶۴ھ/سنہ ۷۸۰ء	سنہ ۲۴۱ھ/سنہ ۸۵۵ء۔

د۔ اصحاب صحاح ستہ

۱۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری	سنہ ۱۹۴ھ/سنہ ۸۰۹ء	سنہ ۲۵۶ھ/سنہ ۸۶۹ء
۲۔ مسلم بن حجاج نیشاپوری	سنہ ۲۰۴ھ/سنہ ۸۱۹ء	سنہ ۲۶۱ھ/سنہ ۸۷۴ء
۳۔ ابوداؤد سجستانی	سنہ ۲۰۲ھ/سنہ ۸۱۷ء	سنہ ۲۷۵ھ/سنہ ۸۸۸ء

۴- ابو عیسیٰ ترمذی (۳۳)	۲۰۹ھ / ۸۲۴ء	۲۷۹ھ / ۸۹۲ء
۵- احمد بن شعیب نسائی	۲۱۴ھ / ۸۲۹ء	۳۰۳ھ / ۹۱۵ء
۶- (ابن ماجہ) قزوینی	۲۰۷ھ / ۸۲۲ء	۲۷۵ھ / ۸۸۸ء

مصنفات: الف) ابن زبیر محمد بن عبداللہ ربعی محدث دمشق م ۳۷۹ھ / ۹۸۹ء کی کتاب "الوفیات" جو ترتیب زمانی پر مرتب ہے۔

ان ثقہ راویوں کی پہچان جو مختلط ہو گئے ہوں

اختلاط۔ لغوی معنیٰ: لغوی اعتبار سے اختلاط فسادِ عقل کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ "اختلط فلان" یعنی اس کی عقل فاسد ہو گئی ہے۔ (۳۴)

اصطلاحی معنیٰ: کبرسنی، عدمِ بصارت، یا کتب سوزی کی بنا پر عقل کا فاسد اور اقوال کا غیر منظم ہو جانا۔

انواع: مختلطین (جن میں اختلاط پایا جاتا ہو) کی حسب ذیل انواع ہیں۔

الف۔ جو فسادِ عقل کا کبرسنی کی بنا پر شکار ہو مثلاً "عطاء بن سائب ثقفی کوفی۔

ب۔ جو بصارت کے چلے جانے کی بنا پر مختلط ہو گیا ہو مثلاً عبدالرزاق بن ہمام صنعانی نابینا ہونے کے بعد مختلط ہو گئے تھے۔

حکم: مختلط کی روایت کے حکم میں حسب ذیل آراء ہیں۔

الف۔ اختلاط سے قبل کی روایت قابل قبول ہیں۔

ب۔ اختلاط کے بعد کی اور ایسی روایات جن میں یہ شک ہو کہ یہ اختلاط سے قبل کی ہیں یا بعد کی قابل قبول نہیں۔

اہمیت و افادیت: یہ ایک عظیم فن ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ ان ثقہ رواۃ کی قبل از اختلاط اور بعد از اختلاط روایات میں امتیاز کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ تاکہ اس روایت کو مقبول یا مردود قرار دیا جا سکے۔

---

(۳۳) آپ کی سنہ پیدائش میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ اکثر مؤرخین نے کسی معین سال کے بغیر یہ لکھا ہے کہ آپ کی پیدائش تیسری صدی ہجری کے ابتداء میں ہوئی لیکن بعض متاخرین نے آپ کی ولادت ۲۰۹ھ بتائی ہے۔ دیکھئے۔ محمد بن قاسم جسوس، شرح شمائل ج ۱: ص ۴ (مؤلف)

(۳۴) قاموس میں اختلاط کے یہی معنیٰ بیان کئے گئے ہیں۔ (مؤلف)

مصنفات: اس شعبہ میں علائی، حازمی اور دیگر بہت سے علماء نے کتب تالیف کی ہیں۔ ان میں حافظ ابراہیم بن محمد سبط ابن عجمی م ۸۴۱ھ / ۱۴۳۷ء کی کتاب "الاعتبار بمن رمی بالاختلاط" سب سے زیادہ شہرت رکھتی ہے۔

علماء و رواۃ کے طبقات کی پہچان

لغوی معنیٰ: قوم کے افراد جو کسی بنا پر آپس میں تشابہ رکھتے ہوں۔

اصطلاحی معنیٰ: قوم کے افراد جو عمر اور سنہ کے اعتبار سے یا صرف سنہ کے اعتبار سے آپس میں قرب رکھتے ہوں۔ (۳۵)

سنہ میں قرب رکھنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ افراد طبقہ کے شیوخ و اساتذہ ایک ہوں یا وہ آپس میں قریب رکھتے ہوں۔

افادیت: الف۔ اس کی معرفت کا فائدہ یہ ہے کہ نام، کنیت یا اسی طرح کسی اور شے میں تشابہ کی بنا پر دو رواۃ کا آپس میں تداخل نہ ہو۔ کیونکہ بعض اوقات دو راویوں کا ایک ہی نام ہوتا ہے، اور ایسی صورت میں ایک پر دوسرے کا گمان ہوتا ہے۔ لیکن اگر طبقات کی پہچان ہو تو ان میں امتیاز آسان ہوتا ہے۔

ب۔ روایت عنعنہ کی حقیقی مراد کا صحیح علم ہو جاتا ہے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو راوی ایک اعتبار سے ایک طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور دوسرے اعتبار سے دو طبقات سے مثلاً انس رضی اللہ عنہ بن مالک اور اسی طرح دیگر اصاغر صحابہ کہ جو ایک اعتبار سے عشرہ مبشرہ کے طبقہ سے بھی منسلک ہیں کہ تمام صحابہ ایک ہی طبقہ ہیں۔ جبکہ سبقت اسلام کے اعتبار سے صحابہ کے دس سے زائد طبقات ہیں۔ جیسا کہ نوع "معرفت صحابہ" میں گزر چکا ہے۔ اس بنیاد پر انس رضی اللہ عنہ بن مالک اور دیگر اصاغر صحابہ عشرہ مبشرہ کے طبقہ میں داخل نہ ہوں گے۔

طریقہ معرفت: علم طبقات میں تحقیق کرنے والے کے لئے مناسب ہے کہ وہ رواۃ کی تاریخ ولادت و وفات سے واقف ہو اور ان کے اساتذہ و تلامذہ سے بھی۔

(۳۵) سیوطی۔ تدریب ج ۲: ص ۳۸۱۔

مصنفات: الف ۔ ابن سعد کی کتاب "الطبقات الکبریٰ"۔

ب ۔ ابو عمرو الدانی کی کتاب "طبقات القراء"۔

ج ۔ عبدالوہاب سبکی کی کتاب "طبقات الشافعیہ الکبریٰ"

د ۔ ذہبی کی "تذکرۃ الحفاظ"۔

آزاد شدہ رواۃ اور علماء کی پہچان

موالی کے لغوی معنی: موالی، مولیٰ کی جمع ہے اور یہ اضداد پر بولا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کا اطلاق مالک پر بھی ہوتا ہے اور غلام پر بھی، آزاد کرنے والے پر بھی اور آزاد شدہ پر بھی (۳۶)

اصطلاحی معنی: وہ شخص ہے جو کسی کا حلیف (معاہد) ہو، آزاد شدہ یا اس نے کسی ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہو۔

انواع: موالی کی تین انواع ہیں۔

۱۔ مولیٰ حلف ۔ مثلاً امام مالک بن اصبحی تیمی، آپ باعتبار نسب اصبحی اور باعتبار حلف وعہد تیمی ہیں۔ کیونکہ آپ کی قوم "اصبح" کا قریش کے قبیلہ تیم کے حلف وعہد تھا۔

۲۔ مولیٰ عتاقہ ۔ مثلاً ابوالبختری طائی تابعی آپ کا نام سعید بن فیروز ہے۔ آپ قبیلہ طے کے آزاد شدہ ہیں۔ کیونکہ آپ کے آقا جنہوں نے آپ کو آزاد کیا تھا، قبیلہ طے سے تعلق رکھتے تھے۔

۳۔ مولیٰ اسلام ۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری جعفی، آپ کے دادا مغیرہ مجوسی تھے۔ یمان بن اخنس جعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اسی کی طرف منسوب ہو گئے۔

افادیت: التباس کا اندیشہ نہیں رہتا۔ اور اس امتیاز کا علم ہو جاتا ہے کہ کون کس قبیلہ کی جانب باعتباً نسب منسوب ہے اور کون باعتبار ولایت اسی طرح ان دو رواۃ میں بھی امتیاز معلوم ہو جاتا ہے جو ایک ہی قبیلہ کی طرف منسوب ہوں، لیکن ایک باعتبار نسب اور دوسرے باعتبار ولایت۔

تصانیف۔

ابو عمرو کندی نے صرف مصر کی طرف منسوب رواۃ پر کتاب لکھی ہے۔

---

(۳۶) القاموس، ج ۴: ص ۴۰۴۔

ثقہ وضعیف راویوں کی پہچان

لغوی مفہوم: ثقہ کے لغوی معنیٰ امانت دار کے ہیں اور ضعیف ، قوی کی ضد ہے۔ ضعیف ایک حسی ہوتا ہے اور ایک معنوی۔

اصطلاحی معنیٰ: ثقہ وہ راوی ہے جو عادل وضابطہ ہو۔ اور ضعیف عام ہے ہر اس راوی کو شامل ہے۔ جس کی عدالت یا ضبط پر کوئی طعن کیا گیا ہو۔

اہمیت وافادیت: معرفت ثقہ وضعیف حدیث کی عظیم ترین انواع میں سے ہیں۔ کیونکہ اسی کے ذریعہ حدیث صحیح وضعیف کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔

مصنفات: الف۔ صرف ثقات پر مشتمل ابن حبان کی "الثقات" اور عجلی کی "الثقات"

ب۔ صرف ضعفاء پر مشتمل۔ ان کتب کی تعداد زیادہ ہے۔ مثلاً امام بخاری ، دارقطنی ، نسائی ، عقیل کی "الضعفاء" ، ابن عدی الکامل فی الضعفاء۔ اور ذہبی کی المغنی فی الضعفاء۔

ج۔ ثقات وضعفاء میں مشترک۔ ان کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ مثلاً امام بخاری کی کتاب تاریخ الکبیر، ابن ابی حاتم کی "الجرح والتعدیل" یہ کتب عام ہیں۔ جبکہ بعض کتب چند مخصوص کتب کے رواۃ پر مشتمل ہیں مثلاً عبدالغنی مقدسی کی "الکمال فی اسماء الرجال" مزی ، ذہبی ، ابن حجر اور خزرجی نے اس پر تہذیبات مرتب کی ہیں۔

رواۃ کے وطن وبلدان کی معرفت

مراد: اوطان ، وطن کی جمع ہے اس سے مراد وہ قطعہ ارضی ہے۔ جہاں کوئی انسان پیدا ہوا یا اس کا وہاں قیام رہا، اور بلدان ، بلد کی جمع ہے۔ اس کے معنیٰ وہ شہر یا گاؤں ہے۔ جس میں کوئی انسان پیدا ہوا یا سکونت پذیر رہا۔ اس تحقیق سے مراد رواۃ کے اوطان وبلدان کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

افادیت: اس کا فائدہ یہ ہے کہ دو مختلف وطن یا شہر کے ایسے راوی ہوں کہ جن کے نام مشترک ہوں۔ ان دونوں کے درمیان فرق و امتیاز قائم کیا جا سکے گا۔ حفاظِ حدیث کو اپنے تصرفات اور اپنی مؤلفات میں اس کی اکثر احتیاج رہتی ہے۔

اہل عرب کی نسبتیں: زمانہ قدیم میں عرب قبائل کی طرف منسوب ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ خانہ بدوشوں کی زندگی گذارا کرتے تھے۔ اس وجہ سے قبیلہ سے ان کی نسبت کسی قطعۂ ارض کی جانب نسبت سے زیادہ قابلِ اعتبار ہوتی تھی۔ لیکن اسلام کے بعد وہ عموماً کسی ایک شہر یا گاؤں میں مقیم رہنے لگے تو اپنے شہر یا گاؤں کی طرف منسوب ہونے لگے۔

اہل عجم کی نسبتیں: البتہ اہل عجم زمانہ قدیم سے ہی یا اپنے شہروں یا گاؤں سے منسوب ہوتے ہیں۔

منتقل ہونے والوں کی نسبت: الف۔ اگر ان تمام شہروں کو جمع کرنا ہو جہاں جہاں وہ منتقل ہوئے ہیں کہ پہلے شہر سے ابتدا کی جائے گی اور پھر دوسرا شہر ذکر کیا جائے گا۔ اور بہتر ہے کہ دوسرے شہر سے پہلے لفظ "ثم" کا اضافہ کر دیا جائے۔
چنانچہ ایک ایسا شخص جو حلب سے مدینہ منورہ منتقل ہوا ہو، "فلاں حلبی ثم مدنی"۔ اور اسی پر اکثریت کا عمل ہے۔

ب۔ اور اگر دونوں شہروں کو جمع نہ کرنا ہو جس کا رواج کم ہے تو جس شہر کی طرف چاہے منسوب کر دیا جائے۔

کسی شہر کے تابع گاؤں کی طرف منسوب کرنے کا طریقہ:

الف۔ گاؤں کی طرف منسوب کیا جائے۔

ب۔ اس شہر کی جانب منسوب کیا جائے جس کے تابع گاؤں ہے۔

ج۔ اس علاقہ کی طرف منسوب کیا جائے جس علاقہ میں وہ شہر آباد ہے۔ مثلاً ایک شخص گاؤں "الباب" سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ گاؤں "حلب" شہر کے تابع ہے اور حلب شام کے علاقہ میں واقع ہے۔ تو ایسے شخص کو البابی، حلبی اور شامی کہا جا سکتا ہے۔

مدتِ قیام: جس شہر یا گاؤں کی طرف کسی کو منسوب کیا جا رہا ہے۔ وہ اس میں کتنی مدت قیام کیے ہوئے ہو۔ عبداللہ بن مبارک کے قول کے مطابق چالیس سال۔

مصنفات: الف۔ سمعانی کی کتاب "الانساب" کو بھی اس ضمن میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ

وہ وطن وغیرہ کی نسبتیں ذکر کرتا ہے۔

ب۔ اسی طرح ابن سعد نے بھی الطبقات الکبریٰ میں رواۃ کے اوطان وبلدان بیان کیے ہیں۔

اور یہ اس کتاب کے آخری کلمات ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ونبینا محمد وآلہ وصحبہ

والحمد للہ رب العٰلمین۔

محمد سعد صدیقی

۸ دسمبر ۱۹۸۷ء بروز منگل

اشاریہ

الف ۔ مفتاح التلفظ۔ TRANSLITERATION TABLE

ب ۔ فرہنگ و فہرستِ اصطلاحات۔

ج ۔ مراجع و مصادر۔

مفتاح التلفظ

TRANSLITERATION TABLE

Letter		Transliteration
ء	:	(Medical)
ء	:	(Final)
ء	:	(Inilcal) Notexpressed
ا	:	a.
ب	:	b.
ت	:	t. (French t)
ث	:	th.
ج	:	j.
ح	:	h.
خ	:	Kh.
د	:	d
ذ	:	dh. (Soft Z)
ر	:	r.
ز	:	Z.
س	:	S.
ش	:	Sh.
ص	:	S
ض	:	d.
ط	:	t
ظ	:	Z
ع	:	ʻ
غ	:	gh.
ف	:	f.
ق	:	q.
ک	:	K.
ل	:	l.
م	:	m.
ن	:	n.
ں	:	n̲
و	:	w.
ھ	:	h.
ی	:	y.
ۃ	:	at.
ال	:	AL

VOWELS

Short

ـَ	(زبر)	:	a
ـِ	(زیر)	:	i
ـُ	(پیش)	:	u

Long

ـَ ا	(الف ساکن اور اس سے قبل زبر)	:	a
ـِ ی	(ی ساکن اور اس سے قبل زیر)	:	i
ـُ و	(واوٌ ساکن اور اس سے قبل پیش)	:	u
ـَ و	(واوٌ ساکن اور اس سے قبل زبر)	:	aw
ـَ ی	(ی ساکن اور اس سے قبل زبر)	:	ay.

Double

وّ	(واوٌ مشدد)	:	ww
یّ	(ی مشدد)	:	yy
نّ	(ن مشدد)	:	nn

اضافت	i

فرہنگ و فہرست اصطلاحات

ترتیب :

اس فرہنگ و فہرست میں علم حدیث کی ان اصطلاحات کو الف بائی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے جن پر کتاب میں بحث کی گئی ہے۔ فہرست کو چار کالموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ کالم ۱ میں اصطلاح دی گئی ہے، کالم ۲ میں اس کا تلفظ، کالم ۳ میں اس کا انگریزی ترجمہ یا مفہوم دیا گیا ہے اور کالم ۴ میں ان صفحات کے نمبر دیئے گئے ہیں۔ جن پر اس اصطلاح کا ذکر آیا ہے۔ صفحات میں جس صفحہ پر اس اصطلاح کی تعریف و توضیح ہے، اس صفحہ نمبر کو خط کشیدہ کر دیا گیا ہے۔ (مترجم)

صفحات Page	ترجمہ انگریزی English Translation	تلفظ Transliteration	اصطلاح Term
۳۴، ۳۶، ۵۶، ۵۸، ۶۸، ۸۰، ۸۴، ۹۲، ۹۳، ۲۳۵	Connection	Al-ithisal	اَلْاِتِّصَالُ
۲۳، ۲۴، ۱۳۴	Report	Athar	أَثَرٌ
۱۶۲، ۱۶۴، ۱۶۵	Permission	Ijazah	إِجَازَةٌ
۳۴، ۴۱، ۵۶، ۶۲	Attested only Sparingly	Ahad	أَحَادُ
۶۹	Incomplete naming of Transmitters	Irsal	إِرْسَالٌ
۲۴، ۵۱، ۵۳، ۱۱۳	Chain of Transmitters	Isnad	إِسْنَادٌ
۲۰۰، ۲۰۳	Shorter Chain of Transmitters	Al-Isnad-ul-'ali	اَلْاِسْنَادُ الْعَالِی

۲۰۰ ، ۲۰۳	longer Chain of Transmitters	Al-Isnad-ul-nazil	اَلْإِسْنَادُ النَّازِلُ
۱۴۸ ، ۱۴۹ ، ۱۵۰	Transition of other Chain	I'tibar	إِعْتِبَارٌ
۲۰۹	Equals	Aqran	أَقْرَانٌ
۲۱۵، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۳	Plural of	Laqab (لقب)	أَلْقَابٌ
۲۳۵		Inqita	إِنْقِطَاعٌ
۹۴، ۹۸، ۱۲۴، ۱۲۵	Innovation	Bid'at	بِدْعَةٌ
۳۸، ۴۰، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۴، ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۴۴، ۱۷۹، ۱۸۲، ۲۰۷، ۲۱۰، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۲۰، ۲۲۲، ۲۲۹	Successor of the companions of the Prophet (S.A.W)	Tabi'in	تَابِعِيْنَ
۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۸۴	Receiving of Hadith	Tahammul-ul-Hadith	تَحَمُّلُ الْحَدِيْثِ
۷۷، ۸۵	To produce a concealed evidence	Tadlis	تَدْلِيْس
۴۰، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۵۷، ۶۰، ۸۰، ۸۱، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۴، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶	Reliable	Thiqah	ثِقَةٌ

۱۵۶, ۱۵۷, ۱۵۸, ۱۶۱, ۱۶۳, ۱۶۴, ۱۸۰, ۱۸۴, ۲۱۵, ۲۱۶, ۲۲۳, ۲۲۷, ۲۳۷, ۲۴۰			
۱۵۷, ۱۵۸, ۱۶۱, ۱۶۳, ۱۶۵	Lack of Integrity.	Jarah	جَرَحْ
۲۳, ۲۴, ۲۵, ۳۱, ۳۳, ۳۵ ۳۸, ۴۰, ۴۷, ۴۸, ۵۰, ۵۱ ۵۲, ۵۳, ۵۴, ۵۵, ۵۶, ۵۸, ۶۲, ۶۳, ۶۵, ۶۷, ۶۸, ۷۳, ۷۶, ۷۷, ۸۰, ۸۱, ۸۲, ۸۵, ۸۶, ۸۹, ۹۲, ۹۴ ۹۵, ۹۶, ۹۷, ۹۸, ۱۰۰, ۱۰۱ ۱۰۲, ۱۰۳, ۱۰۴, ۱۰۵, ۱۰۶, ۱۰۸ ۱۰۹, ۱۱۰, ۱۱۱, ۱۱۳, ۱۱۴, ۱۱۵, ۱۱۶, ۱۱۷, ۱۱۸, ۱۲۰, ۱۲۳, ۱۳۱ ۱۳۲, ۱۳۳, ۱۳۶, ۱۴۷, ۱۴۸, ۱۴۹ ۱۵۵, ۱۵۶, ۱۵۷, ۱۵۹, ۱۶۰, ۱۶۱ ۱۶۵, ۱۷۰, ۱۷۶, ۱۷۷, ۱۷۸, ۱۷۹ ۱۸۰, ۱۸۱, ۱۸۲, ۱۸۳, ۱۸۴, ۱۸۶ ۱۸۷, ۱۹۱, ۱۹۲, ۱۹۳, ۱۹۴, ۲۰۱ ۲۰۳, ۲۰۹, ۲۲۱, ۲۲۲, ۲۳۲, ۲۳۳	Tradition/the report of the words, and deed, approvals and disapproval of the Prophet (S.A.W)	Hadith	حَدِیْثٌ
۱۳۱, ۱۳۲	Divine Saying of Allah in the word of Holy Prophet (S.A.W)	Al-Hadith-ul-Qudsi	اَلْحَدِیْثُ الْقُدْسِیُ
۳۷, ۴۵, ۵۶, ۵۷, ۵۸,	Agreeable	Hasan	حَسَنٌ

۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۳، ۷۹، ۱۳۷			
۴۵، <u>۵۶</u>، ۶۰	Agreeable by itself	Hasan lidhatihi	حَسَنٌ لِذَاتِهٖ
۴۵، ۵۷، ۶۱	Agreeable by owing to the existence of others	Hasan Lighayrihi	حَسَنٌ لِغَيْرِهٖ
۲۳، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴ ۱۳۱، ۱۳۴، ۱۵۵	Report	Al-Khabar	اَلْخَبَرُ
۳۳، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۵ ۴۷، ۵۲، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷ ۶۱، ۶۴، ۷۳، ۷۴، ۷۷، ۷۸، ۷۹ ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۶، ۸۷، ۸۸ ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۵ ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱ ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۳۳، ۱۳۴ ۱۳۶، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸ ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۷۰، ۱۷۳، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۸۴، ۱۸۵، ۲۰۶ ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱ ۲۱۵، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳ ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، <u>۲۳۲</u> ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۴۰	Narrator	Ravi	رَاوِیْ

۲۳، ۳۹، ۵۴، ۸۳، ۱۱۷، ۱۴۷، ۱۵۵، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۸۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۱۵، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۳، ۲۳۵، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰		Plural of Ravi (راوی)	رُوَاۃ
۱۴۴	Additions	Ziyadat	زِیَادَات
۲۱۰، ۲۱۱	Predecessor	Sabiq	سَابِق
۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۸۶، ۲۰۲	Listening to the Hadith	Sima-ul-Hadith	سِمَاعُ الْحَدِیث
۱۳۵، ۱۳۶، ۱۶۴، ۲۰۰	Way of life of the Holy Prophet (S.A.W)	Sunnat	سُنَّت
۲۳، ۲۴، ۳۱، ۳۲، ۳۴، ۳۵، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۶، ۵۷، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۸، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۵، ۹۷، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۲۰، ۱۲۴، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۹، ۱۵۰، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۶، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۲۷، ۲۲۸	Chain of Transmitters	Sanad	سَنَد

۴۱، ۷۲، ۷۷، ۷۸، ۸۰، ۹۴، ۱۰۳، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۵۹، ۱۶۰، ۲۱۷	Rejected	Mardud	مَرْدُوْد
۷۷، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۳، ۸۴، ۹۰، ۹۱، ۱۰۵، ۱۱۴، ۱۱۹، ۱۳۳، ۱۳۷، ۱۴۷، ۲۲۰	Incompletely transmitted	Mursal	مُرْسَلْ
۲۴، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۲۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۷	Elevated upto the Prophet (S.A.W)	Marfu	مَرْفُوْع
۳۵	Widespread	Mustafid	مُسْتَفِيْض
۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶	Continuous	Musalsal	مُسَلْسَلْ
۲۴، ۸۱، ۱۱۹، ۱۴۳، ۱۸۴	Transmitted with Complete Chain	Musnad	مُسْنَدْ
۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۴۱، ۶۲، ۱۰۲	Wellknown	Mash-hur	مَشْهُوْر
۱۰۷، ۱۱۷، ۱۱۹	Distorted	Musahhaf	مُصَحَّفْ
۱۰۰، ۱۰۷، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷	Shaky	Mudtarib	مُضْطَرِبْ
۱۰۳	Familiar	Ma'ruf	مَعْرُوْفْ
۷۷، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵	Problematic	Mu'dal	مُعْضَلْ
۵۳، ۷۷، ۷۸، ۸۳، ۸۴	Hanging	Mu'allaq	مُعَلَّقْ

۱۰۰، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵	Defective	Mu'allal	مُعَلَّلْ
۹۱، ۹۲	A Hadith narrated with word'an Scattered	Mu'an'an	مُعَنْعَنْ
۲۱۵، ۲۲۲		Muftariq	مُفْتَرِقْ
۴۱، ۴۵، ۶۲، ۶۳، ۷۸، ۸۰، ۸۱، ۱۰۱، ۱۲۰، ۱۴۷، ۱۶۰، ۲۱۷	Admitted	Muqbul	مَقْبُوْل
۱۳۷	Cut-off	Maqtu	مَقْطُوْعْ
۱۰۰، ۱۰۷، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۳۱، ۱۳۸	Inverted	Maqtub	مَقْلُوْب
۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸	Abrogated	Mansukh	مَنْسُوْخ
۷۷، ۸۰، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۹۲، ۹۳، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۷، ۱۳۸	Interrupted	Munqati	مُنْقَطِعْ
۵۹، ۷۴، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳	Unfamiliar	Munkar	مُنْكَرْ
۲۳۹	PLURAL OF MAWLA	(مَوْلٰی)	مَوَالِیْ
۲۲۴	Similar	M,talif	مُؤْتَلِفْ
۷۴، ۷۵، ۷۹، ۹۵، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰	Fabricated	mawdu	مَوْضُوْع
۱۰۲، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶	Suspended	Mawquf	مَوْقُوْف
۱۲۱، ۲۱۵، ۲۳۹	One who Librates a slave/A liberated slave.	mawla	مَوْلٰی

۹۱، ۹۲	A Hadith narrated with 'Anna'	Mu,annan	مُؤَنَّنْ
۲۱۵، ۲۲۳، ۲۲۹، ۲۳۷	Unattended	Muhmal	مُهْمَلْ
۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸	Abrogater	Nasikh	نَاسِخْ
۱۷۴، ۱۷۸		Wijadah	وِجَادَةْ
۲۱۵، ۲۲۹	Single	Wuhdan	وُحْدَان
۹۵، ۹۶، ۱۱۳	Fabricator of traditions.	Wadda	وَضَّاعْ

مصادر و مراجع

مصنف	کتاب	مقامِ اشاعت	ناشر	سنہ اشاعت
آمدی، سیف الدین ابی الحسن علی بن ابی احمد بن محمد۔	الاحکام فی اصول الاحکام	بیروت	دار الکتب العلمیہ	س ن
ابن ابی حاتم الرازی، ابو محمد بن عبدالرحمٰن۔	الجرح و التعدیل	بیروت	دار احیاء التراث العربی	س ن
ایضاً	علل الحدیث	قاھرہ	المطبعۃ السلفیہ	۱۳۴۴ھ
ایضاً	المراسیل۔ تدوین و تعلیق احمد عصام الکاتب۔	بیروت	دار الکتب العلمیہ	۱۹۸۳ء
ابن ابی شیبہ، ابوبکر عبداللہ بن محمد۔	مصنف۔	کراچی	ادارۃ القرآن	۱۹۸۷ء
ابن اثیر، ابوالحسن بن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم۔	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	بیروت	المکتبۃ الاسلامیہ	س ن
ابن اثیر، مبارک بن محمد الجزری	النہایہ فی غریب الحدیث و الاثر	بیروت	المکتبۃ الاسلامیہ	س ن
ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن الشہرزوری۔	علوم الحدیث (مقدمہ ابن الصلاح) تدوین و تعلیق، عتر، نور الدین الدکتور	دمشق	دار الفکر	۱۹۸۴ء
ابن حبان	کتاب الثقات			
ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی	الاصابہ فی تمیز الصحابہ	قاہرہ	مکتبہ کلیات الازہریہ	۱۹۷۷ء
ایضاً	تغلیق التعلیق			
ایضاً	تہذیب التہذیب	حیدرآباد دکن	دائرۃ المعارف	۱۳۲۷ھ
ایضاً	شرح نخبۃ الفکر	کوئٹہ	مکتبہ اسلامیہ	س ن

مصنف	کتاب	مقام اشاعت	ناشر	سنہ اشاعت
ایضاً	نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر	دہلی	مطبع علیمی	۱۹۴۶ء
ابن خزیمہ، ابوبکر محمد بن اسحٰق۔	صحیح ابن خزیمہ	بیروت	المکتب الاسلامی	۱۹۸۰ء
ابن سعد، محمد۔	الطبقات الکبیر	لیدن	بریل	۱۳۲۱ھ
ابن عبدالبر۔	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	حیدرآباد دکن	دائرۃ المعارف	۱۳۱۸ھ
ایضاً	جامع بیان العلم وفضلہ	المدینۃ المنورۃ	المکتبۃ العلمیہ	س ن
ابن عدی، عبدالرحمٰن بن خلاد۔	الکامل فی ضعفاء الرجال	بیروت	دار الفکر	س ن
ابن قتیبہ دینوری، ابومحمد عبداللہ بن مسلم۔	تاویل مختلف الاحادیث	بیروت	دار الکتاب العربی	س ن
ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید۔	کتاب السنن تدوین، محمد فواد عبدالباقی	بیروت	داراحیاء التراث العربی	س ن
ابوداؤد، سلیمان بن اشعث۔	کتاب السنن	بیروت	دار الفکر	س ن
ابونعیم، احمد بن عبداللہ الاصبہانی۔	حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء	بیروت	دار الکتاب العربی	۱۹۸۰ء
اطہر مبارک پوری، قاضی۔	رجال السند والہند	بمبئی	ادارۃ البلاغ	۱۹۵۸ء
بخاری، محمد بن اسمٰعیل۔	التاریخ الکبیر	بیروت	دارالکتب العلمیہ	س ن
ایضاً	الجامع الصحیح	کراچی	نور محمد	س ن
ایضاً	کتاب الضعفاء الصغیر			
بغوی، محمد الحسین بن مسعود۔	مصابیح السنۃ			
ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ۔	کتاب الجامع	کراچی	ایچ ایم سعید	س ن
حاکم نیساپوری، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ۔	المستدرک	حیدرآباد دکن	دائرۃ المعارف	۱۳۲۴ھ
ایضاً	معرفت علوم الحدیث	بیروت	دارالآفاق	۱۹۸۰ء
خطابی۔	معالم السنن			
خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی۔	تاریخ بغداد	المدینۃ المنورۃ	المکتبۃ السلفیۃ	س ن
ایضاً	الکفایہ فی علم الروایۃ	حیدرآباد دکن	دائرۃ المعارف	۱۳۵۷ھ

مصنف	کتاب	مقام اشاعت	ناشر	سنہ اشاعت
خطیب، محمد عجاج۔	السنۃ قبل التدوین	بیروت	دار الفکر	۱۹۷۹ء
دارقطنی، علی بن عمر۔	کتاب السنن مع تعلیق المغنی	ملتان	نشر السنۃ	س ن
دارمی، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن۔	سنن الدارمی	ملتان	نشر السنۃ	س ن
ذہبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان۔	میزان الاعتدال	سانگلہ ہل	مکتبہ اثریہ	س ن
رامہرمزی، ابو محمد الحسن بن عبدالرحمٰن قاضی	المحدث الفاصل بین الراوی والواعی			
زمخشری، جار اللہ محمود بن عمر علامہ۔	الفائق	بیروت	دار المعرفۃ	س ن
سخاوی، شمس الدین۔	فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث	قاہرہ	وکالۃ النخلۃ	۱۹۳۷ء
السماحی، محمد محمد	المنہج الحدیث فی علوم الحدیث (قسم مصطلح الحدیث)	قاہرہ	دار الانوار	۱۹۶۳ء
سیوطی، جلال الدین علامہ۔	الازہار المتناثرۃ فی اخبار المتواترۃ	مصر	دار التالیف	س ن
ایضاً	تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی	بیروت	دار احیاء التراث العربی	۱۹۷۹ء
شافعی، محمد بن ادریس۔	الام	بیروت	دار المعرفۃ	۱۹۷۳ء
ایضاً	الرسالۃ مع تدوین احمد محمد شاکر	مصر	مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی	۱۳۰۹ھ
طحاوی۔	معانی الآثار مع شرح	کراچی	ایچ ایم سعید	۱۹۶۹ء
عبدالرزاق بن ہمام صنعانی۔	مصنف	کراچی	مجلس علمی	۱۹۷۰ء
عتر، نور الدین الدکتور۔	منہج النقد فی علم الحدیث	دمشق	دار الفکر	۱۹۸۱ء
عثمانی، شبیر احمد علامہ۔	فتح الملہم شرح صحیح مسلم	کراچی	المکتبۃ الرشیدیہ	س ن
عثمانی محمد تقی مولانا۔	تکملہ فتح الملہم	کراچی	مکتبہ دار العلوم	۱۴۰۵ھ
قاسمی، جمال الدین	قواعد التحدیث			
الکتانی، محمد بن جعفر	الرسالۃ المستطرفۃ	کراچی	نور محمد	۱۹۶۰ء
کیلکدی العلائی	جامع التحصیل لاحکام المراسیل تدوین وتعلیق سلفی عبدالمجید	بغداد	وزارۃ اوقاف	۱۹۷۸ء

مصنف	کتاب	مقام اشاعت	ناشر	سنہ اشاعت
مالک بن انس، امام۔	مؤطا	بیروت	دارالآفاق	۱۹۷۹ء
محمد زکریا کاندھلوی، مولانا۔	اوجز المسالک إلی موطا مالک	سہارن پور	مکتبہ یحویہ	س ن
مرغینانی، ابوالحسن علی بن ابی بکر۔	الھدایۃ	کراچی	کارخانہ اسلامی کتب	س ن
مسلم، مسلم بن الحجاج القشیری	الجامع الصحیح	کراچی	اصح المطابع	س ن
نسائی۔	المجتبیٰ رسنن النسائی/مع حاشیہ سیوطی و سندھی	بیروت	داراحیاء التراث العربی	س ن
نووی، محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف۔	صحیح مسلم بشرح النووی	بیروت	دار الفکر	س ن

مطبوعاتِ شعبۂ تحقیق قائداعظم لائبریری
باغ جناح لاہور

علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت

(محمد سعد صدیقی) قیمت -/۱۰۰ رُوپے

مسلمان مؤرخین کا اسلوبِ تحقیق

(محمد سعد صدیقی) قیمت ۰۰/۳۰ روپے

اسلامی قانون میں مصلحت کا تصور

(سید عبدالرحمٰن بخاری) زیرِ طبع

اصطلاحاتِ حدیث

(محمد سعد صدیقی) قیمت : -/۸۰ رُوپے

بچوں کے لیے خوبصورت اور دیدہ زیب کتب

ابتدائی فلکیات

(خالد مسعود) قیمت ۲۰/۰۰ روپے

پودوں کی زندگی

(خالد مسعود) زیرِ طبع

کلیاں میرے گلشن کی

(عبدالرحمٰن خالد) قیمت ۲۰/۰۰ روپے

کرۂ زمین

(خالد مسعود) قیمت ۲۰/۰۰ روپے